

# ۛ قواعد اردو

بابائے اردو مولوی عبدالحق

# اُردو قواعد

ڈاکٹر مولوی عہد الحق

ادبی دنیا، اردو بازار، دہلی

قیمت ..... دس روپے ۱۰/-  
تعداد ..... پانچ سو  
مطبوعہ ..... یونین پرنٹنگ پریس دہلی ۶

ناشر۔

ادبی دنیا اردو بازار دہلی ۶

# سولائیٹ

ایجوکیشنل بینک ہاؤس شمس پورہ سولائیٹ

## فہرست

11	مقدمہ
35	قواعدِ اردو
39	فصل اول - ہجا
45	اعراب (یا حرکات و سکونات)
55	فصل دوم - حرف
57	1 - اسم
57	اسم خاص
58	اسم کیفیت
59	اسم جمع
60	لوازم اسم
63	جانداروں کی تذکیر و تانیث
83	تعداد و حالت
91	اسما کی تصغیر و تکبیر
94	2 - صفت
95	صفت ذاتی
97	صفت نسبتی

98	صفت عددی
103	صفت مقداری
105	صفت ضمیری
107	3 - ضمیر
112	ضمیر موصولہ
114	ضمائر استفہامیہ
115	ضمیر اشارہ
115	ضمائر تنکیر
116	صفات ضمیری
118	ضمائر کے ماخذ
121	4 - فعل
129	فعل حال
133	فعل مستقبل
135	فعل کی گردان
136	حالت
137	گردان افعال
143	طوری مجہول
152	مرکب افعال
163	اسماء و صفات کی ترکیب سے
164	5 - تمیز
167	حروف
167	حروف ربط
170	حروف عطف

172	حروف تخصیص
174	حروف فجائیہ
177	فصل سوم - مشتق اور مرکب الفاظ
200	فصل چہارم - نحو
200	نحو تفصیلی جنس
202	تعداد
207	حالت
209	فاعلی حالت
210	"نے" علامت فاعل
214	ندائی حالت
216	مفعولی حالت
220	خبری حالت
221	اضافی حالت
227	طوری حالت
230	صفت
234	صفات عددی
237	ضمائر
247	فعل
249	حالیہ
256	اسم فاعل
256	زمانہ
257	مضارع
261	امر
262	مستقبل

263	فعل حال
264	ماضی
267	ماضی احتمالی
268	ماضی شرطیہ
270	افعال مجہول
274	تمیز
283	حروف
283	حروف ربط
283	میں
285	سے ا کے
287	تک
287	پہ
288	آگے
288	ساتھ
289	حروف عطف
291	شرط
292	استدراک
293	استثنا
293	علت
294	مقابلہ
294	بیانیہ
295	حروف تخصیص
297	تکرار الفاظ
305	نحو ترکیبی - مفرد جملے - جملے کے اجزا

309	خبر کی توسیع
310	مطابقت
320	مرکب جملے
320	ہم رتبہ جملے
323	تابع جملے
327	تمیزی جملے
331	شرطی جملہ / استدرا کی جملہ
334	جملے میں الفاظ کی ترتیب
339	رموز اوقاف
341	علامتوں کا محل استعمال
341	سکتہ
345	وقفہ
347	رابطہ
348	تفصیلیہ
351	ختمہ
352	واوین
352	فجائیہ
353	سوالیہ
353	خط
353	قوسین
354	زنجیرہ
360	عروض
360	وزن
360	بحر

360	ارکان بحر
361	تقطیع
361	اجزائے ارکان
361	ارکان
362	اسما و شمار بحور
363	زحاف
364	خاص زحاف / عام زحاف
366	مرکب زحاف
367	تقطیع
372	بحریں
372	بحر ہزج
374	بحر رجز
374	بحر رمل
375	بحر کامل
376	بحر متدارک
376	بحر متقارب
378	مرکب بحریں
378	خفیف
379	بحر سرلیح
379	بحر محبت
380	مضارع
381	منسرح
381	بحر مقتضب
382	اوزان رباعی

## مقدمہ

اردو زبان دنیا کی ہمدرد زبانوں میں سے ہے اور ابھی ابھی اس نے اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونا سیکھا ہے، زبان نہ کسی کی ایجاد ہوتی ہے اور نہ کوئی اسے ایجاد کر سکتا ہے جس اصول پر نہ جگہ سے کوئل پھوٹتی ہے۔ نپتے ٹکٹے ہیں، شاخیں پھیلتی ہیں پیل پھول لگتے ہیں، اور ایک دن وہی ننھا سا پودا ایک تناور درخت ہو جاتا ہے، اسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی ہے، بڑھتی اور کھلتی پھوٹی ہے، اردو اس زمانے کی یادگار ہے۔ جب مسلمان فاتح ہندوستان میں داخل ہوئے اور اہل ہند سے ان کا میل جول روز بروز بڑھتا گیا اس وقت تک کی زبان میں خفیف سا تغیر پیدا ہوتا چلا جس نے ایک نئی صورت اختیار کی جس کا ان میں کسی کو سان دگمان بھی نہ تھا، مسلمان فارسی بولتے آئے تھے اور ایک زمانے تک ان کی زبان فارسی ہی رہی، دربار و ناتر میں بھی اسی کا سکہ جاری تھا، ہندوؤں نے بھی اسے شوق سے سیکھا، اس زمانے میں فارسی لکھا پڑھنا تہذیب میں داخل تھا فارسی کے علاوہ عربی مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زبان تھی۔ دستار فضیلت کا ملنا بغیر تحصیل زبان عربی ناممکن تھا کیوں کہ مسلمانوں کے علوم و فنون کا خزانہ اسی زبان میں مدفون ہے۔ ادھر ملک میں جو زبان (تہذیب ہندی یا پراکرت) رائج تھی اسے

بھی مسلمانوں نے سیکھا۔ حوام وہی زبان بولتے تھے۔ چنانچہ اس مخلوط زبان میں بڑے بڑے شاعر ہوئے۔ مسلمان شاہی درباریوں اور علماء اور شعراء نے بھی یہ زبان سیکھی اور اس میں تالیف بھی (جو زیادہ تر نظم تھی) کی، مومن ہندوستانیوں کے اس میل جول اور ملاپ سے ایک نئی زبان نے جنم لیا جس کا نام بعد میں اردو رکھا گیا، اردو کے معنی لشکر کے ہیں، اور لشکر کی زبان جیسی ہوتی ہے، ظاہر ہے یعنی ادھاتیہ اور ادھاتیہ اس لئے اول اول ثقہ لوگ اس کے استعمال سے بچتے رہے اور اس کے نکلنے پڑھنے کو عار سمجھتے رہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے قدم جمتے گئے۔

اور مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں شعراء نے اس کچھ کو اپنے سایہ عاطفت میں لیا اور پال بوس کر بڑا کیا، بہت کچھ صفائی پیدا کی اور نئی تراش خراش سے آراستہ کیا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال پر ایک نئی قوم ہندوستان پر مسلط ہوئی جو ہندو مسلمانوں سے بالکل غیر تھی۔ اس قوم نے اس کی انگلی پکڑ لے اس کا پیچھا پکڑا، اور دربار سرکار میں اس کی رسائی ہو گئی اور رفتہ رفتہ دفاتر سے فارسی کو نکال باہر کیا اور خود اس کی کرسی پر جلوہ گر ہو گئی، آخر ہندوستان کی قدیم راجدھانی اس کا جنم بھوم لوردد آج اس کا وطن ہوا۔ اب دور دور پھیل چلا ہے اور ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک چلے جائے ہر جگہ بولی اور گئی جاتی ہے، بلکہ ہندوستان کے باہر تک۔ بھائیچ ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تین مختلف جلیل القدر قوموں کی یعنی ہندو۔ مسلمان اور انگریزوں کی جیتی ہے اور ان تینوں کی متفقہ کوششوں کی عظیم شان یادگار ہے، تینوں نے اسے سیکھا پڑھا، لکھا، تینوں نے اس کی ترقی میں مقدمہ بھر کوشش کی اور اب تینوں کی بدولت اس رستے کو نیچا کر دنیا کی جدید زبانوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہوئی۔

اردو ہندی نثر ادب ہے اور قدیم ہندی یا پراکرت کی آخری اور سب سے شانت صورت ہے۔ ہندی بولی اور فارسی کے میل سے بنی ہے۔ اس میں جو سنسکرت اور پراکرت کے الفاظ ہیں وہ زمانہ و زمانہ کے استعمال اور زبانوں پر چڑھ جانے سے ایسے ڈھل گئے ہیں کہ اصل الفاظ میں جو بھدا پن اور کڑختگی اور تلفظ اور ہجے کی دقت تھی بالکل ہاتی رہی۔ اور چھٹ چھٹا کر پاک و صاف سیدھے سادھے رہ گئے ہیں جس سے زبان میں بوج، گھلاوٹ اور صفائی پیدا ہو گئی۔ اردو کے ہندی نثر ادب ہونے میں کچھ شبہ نہیں، کیونکہ ہیر دنی زبانوں کا اثر صرف اسماء و صفات میں ہوا ہے، در نہ زبان کی بنیاد یہیں کی زبانوں پر ہے، تمام حروف فاعلی، مفعولی، اضافت، نسبت، ربط و طیرہ ہندی ہیں، ضمیریں سب کی سب ہندی ہیں، افعال سب ہندی ہیں، لیکن عربی فارسی الفاظ کے اضافے نے مختلف صورتوں میں اس کی اصل خوبی میں اضافہ کر دیا ہے، ہندی الفاظ میں دل نشینی کا خاص اثر ہے، اور عربی فارسی الفاظ میں شان و شوکت، اور زبان کے لئے ان دونوں معنوں کا ہونا ضروری ہے، عربی فارسی الفاظ نے نہ صرف لغت اور لکچ میں بلکہ خیالات میں بھی وسعت پیدا کر دی ہے۔ جس سے اس کا حسن دو بالا ہو گیا۔ اردو زیادہ وسیع اور کار آمد بن گئی۔ مگر اصل بنیاد جس پر وہ قائم ہے، ہندی ہی ہے، محض غیر زبانوں کے اسماء و صفات کے اضافہ سے اس کے ہندی ہونے میں مطلق فرق نہیں آ سکتا، مثلاً آجکل بہت سے انگریزی لفظ داخل ہوتے جاتے ہیں لیکن اس سے زبان کی اصلیت و ماہیت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ایک دوسری بات اردو زبان میں یہ ہے کہ اس اصول پر قائم ہے جو تمام جدید زبانوں میں اس وقت پایا جاتا ہے، یعنی صورت ترکیبی سے حالت تفصیلی کی طرف اس کا رجحان ہے۔ قدیم زبانوں میں یہ بڑی

وقت تھی کہ ایک ہی لفظ کو ذرا ذرا سے فرق اور پھر سے مختلف صورتوں میں لے آتے تھے، اب دوسرے الفاظ کی مدد سے مرکب صورتیں پیدا ہو گئی ہیں، اردو دقتیں جاتی رہی ہیں، اردو کو بھی اس قید سے آزادی مل گئی ہے، فرض یہ زبان مختلف حیثیتوں سے ایسی قبول صورت ہو گئی ہے کہ اس کی ترقی میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی صفائی، فصاحت اور صلاحیت اور ہندی قاری اور انگریزی کے مختلف مفید اثرات اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ وہ دنیا کی پہلا زبانوں میں سے ایک ہے، اور ایشیاء میں ایک روز اس کا ستارہ چمکے گا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ کئی سال کا وہ عرصہ ہوا کہ میرے ایک دوست نے جلسے میں تذکرہ نامیری کتاب صرف دعو اردو کے متعلق کہا کہ انجمن ترقی اردو (حیدر آباد کن) سے چھوڑ دے تو بہت اچھا ہوا، اس پر ہمارے ایک عالم دوست نے فرمایا کہ صرف نحو کی کتابیں بچوں کے لئے ہوتی ہیں، انجمن کی طرف سے ایسی کتابوں کا طبع ہونا ٹھیک نہیں، مجھے اس میں کلام ہے کہ صرف دعو کی کتابیں بچوں کے لئے مخصوص ہیں، بلکہ میری رائے میں اپنی زبان کی صرف دعو پڑھانا مفید ہے، البتہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک زندہ اور جدید زبان کے لئے اگر میر (صرف دعو) کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی، لیکن سوال یہ ہے کہ آخر گریمر کی ضرورت پڑی کیوں؟ جب ہم دنیا کی مختلف زبانوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کے ادب کی تاریخ بغور پڑھتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں گریمر کی ضرورت اس وقت واقع ہوئی جب کہ ایک زبان حامل نے دوسری زبان کے حامل کرنے کی کوشش کی، اول اول خود اہل زبان کو کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، مثل دوسرے علوم و فنون

کے ضرورت نے اسے بھی ایجاد کیا۔ اور زبان کے سب سے پہلے علمی بخوی نہ لوگ  
تھے جنہوں نے سب سے اول علمی طور پر زبانوں کی تعلیم دی صرف دعو کے  
قواعد کی تدوین انہیں معلمین السنہ کا کام تھا۔

زبانوں کا سیکھنا سکھانا نسبتاً جدید زمانے کی ایجاد ہے جو آج کل عام  
ہیٹ ہو گیا ہے۔ قدیم زمانہ میں لوگ غیر زبانوں کے سیکھنے کی ضرورت نہیں  
سمجھتے تھے، مثلاً کسی قدیم یونانی یا عرب کو کسی دوسری زبان کے سیکھنے کا بھی  
خیال نہیں، آتا تھا اور وہ کیوں سیکھتا؟ اس لئے کہ یونانی سوائے یونانیوں کے  
اور عرب سوائے عربوں کے سب کو درستی خیال کرتا تھا، غیروں کی زبان  
سیکھنا ان کے ادب و اطوار کو اختیار کرنا اس کے لئے عار اور موجب ذلت  
تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی غیر اقوام کو ایک نوسانی یعنی بے زبان اور عرب  
دوسروں کو عجمی یعنی گونگے اور لہلہ اپنے پڑوسی اہل جرمن کو نیمیا یعنی گوستنگے  
بہرے، اور ہندو اپنے سوادد سروں کو لیکھ (لیچھ) کہتے تھے، لیکھ یعنی لیچھ  
کے اصل معنی اپنے شخص کے ہیں جسے صاف طور پر یونانی نہیں آتا۔

جب یونانیوں کی دوسری قوم سے سابقہ پڑا اور ان سے بات چیت  
کی ضرورت ہوئی تو بڑی دقت پیش آئی، اگر ہر شخص اپنی ہی زبان بولنے پر آمراہ  
کرے تو دوسرے کی بات کیوں کر سمجھ ان کے لئے خانہ فر زبانوں کو سیکھنے  
کی پہلی محرک تجارت ہوئی، اور دوسری محرک اسکندر کی فتوحات۔ ایران اور  
ہندوستان کی فتوحات نے یونانیوں پر ثابت کر دیا کہ دوسری قومیں  
بھی زبان رکھتی ہیں لیکن طرہ یہ ہے کہ بہ نسبت یونانیوں کے دوسری اقوام  
میں نہیں یونانی خوشی کہتے تھے، زبانیں سیکھنے کی زیادہ صلاحیت تھی، اسکندر  
آتے باہمی میل جول کا راستہ کھول دیا اور اسکندر یہ مختلف

اقوام۔ مختلف زبانیں بولنے والوں اور مختلف مذاہب کے لوگوں کا سنگم ہو گیا، گو ابتدائی خلق تجارتی تھا۔ لیکن فرصت کے اوقات میں دوسرے معاملات اور مباحث بھی خود بخود زیر بحث آ گئے۔ علاوہ اس کے کہ خود یونانی اسکندریہ میں موجود تھے جو قدیم حالات کی تحقیقات میں مصروف تھے، اہل اسی طرح مصریوں، ایرانیوں اور یہودیوں کے علم و ادب و معتقدات بحث میں آئے۔ اگرچہ اسکندریہ میں دوسری اقوام کے علم و ادب کے متعلق ایک دلچسپی پیدا ہو گئی تھی لیکن زبان کی تحقیق و تنقید دوسری زبانوں کے مطالعہ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ خود یونانی زبان کی مختلف شاخوں پر غور کرنے سے اس کا آغاز ہوا، اور سب سے بڑی وجہ اس کی بھرپور کتاب ہوئی۔ سب سے پہلے، اول ان علماء نے زبان کی تنظیم کی طرف توجہ صرف کی جو قدیم اساتذہ اور قاصدین کہ پھر کی تصانیف کو صحت و تنقید کے ساتھ شائع کرنے کا کام کر رہے تھے، مختلف نسخے اسکندریہ اور یونان میں یونان کے مختلف حصوں سے وصول ہوئے۔ جن میں آپس میں بہت کچھ اختلاف تھا، اور اس لئے ان علماء کو مجبوراً یونانی گریک کی صحیح صورت قائم کرنے پر متوجہ ہونا پڑا، اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں نے اول یونانی زبان کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا اور اس کی تنظیم کی اور مختلف اجزاء سے کلام کا امتیاز قائم کیا اور الفاظ کے مختلف عملوں کے لئے اصطلاحی الفاظ گھڑے لیکن علم حقیقی اور ابتدائی گریک میں کئی پہلو حقیقی نحو و انہونی سے اس قدر یکس تھا، یہ شخص جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے تھریس کا باشندہ تھا لیکن وہ اسکندریہ میں رہتا تھا، بعد ازاں وہ رہا گیا۔ اس نے وہی زبان کی تعلیم دینی شروع کی اور عملی پیشہ اختیار کیا اور اپنے شاگردوں کے لئے زبان کی پہلی گریک لکھی، اگرچہ گرامر کا ڈھانچہ پہلے سے موجود تھا لیکن اس نے پہلے

کے فلسفیوں اور نقادوں کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر یہ کتاب مرتب کی۔ یونانیوں کے لئے نہیں کیوں کہ انہیں ضرورت نہ تھی وہ اپنی زبان سے خود واقف تھے بلکہ اپنی رومانی تھی۔ اس لئے اس شخص کے بعد اور لوگ پیچھے اور علمی یا مترجمی کا پیش کرنے لگے یہ پیشہ وہاں اچھا خاصہ اور مسرور سمجھا جاتا تھا، کیونکہ درمن نوجوانوں کو یونانی پڑھنے لکھنے اور بولنے، شوق اور خط اتنا جیسا آج کل ہندی نوجوانوں کو انگریزی پڑھنے لکھنے کا اور بولنے کا ہے۔ یہاں تک کہ بچوں کو اول یونانی پڑھانے والی حالت تھی اور بعد میں لاطینی۔ یونانی ادب و تہذیب کا اختیار کرتا اور یونانی جہان و تاریخ کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ جیسے جیسے ہمارے ہاں آج کل انگریزی پڑھاؤ، انگریزی بات چیت، انگریزی طرز معاشرت باعث فخر خیال کی جاتی ہے۔ گورنمنٹ نے یونان کو فتح کیا، لیکن علمی لحاظ سے وہ خود اس کا مفتوح ہو گیا، غرض یونانی زبان کے سیکھنے اور یونانی کتابوں کے ترجمے کا عام رواج ہو گیا اور اسکے بعد سے یونانی گریمرز کی ضرورت ہوئی اور جب لاطینی گریمر لکھی گئی، تو یونانی، مسلمان لاطینی لباس میں ترجمہ ہو کر داخل ہو گئیں، اور اس جدید لباس میں یہ گریمر دو ہزار سال سے یورپ پہنچائی ہوئی ہے۔ لہذا آج اس کا اثر ہندوستانی مدارس اور ہندوستانی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

جب ہم عربی زبان کی صرف و نحو کی ابتدا پر نظر ڈالتے ہیں تو بعینہ یہی ضرورت وہاں بھی پیش آئی، جس طرح ہر کتاب کی درستی اور صحت کے لئے اول اول نحو کے ابتدائی اصول پر نظر لگائی۔ اسی طرح قرآن پاک کے الفاظ کی صحت قائم رکھنے کے لئے سب سے پہلے زبان کی نحو کی طرف مجبوراً توجہ کرنا پڑی۔ سب سے پہلا شخص ابوالاسود دہلی تھا جسے ایک قادی کو قرآن کی آیت غلط پڑھتے ہوئے سن کر یہ خیال ہوا کہ اگر خدا غواستہ یہ حالت رہی تو اندیشہ ہے کہ

قرآن پاک کے معانی کچھ سے کچھ ہو جائیں گے۔ ابتداء میں عربی رسم الخط ایسا تھا کہ اس میں نقطے اور اعراب نہ تھے اور اس لئے اعراب اور نقطے ایجاد کرنے پر اسے صرف دغخو کا خیال بھی اس قسم کے واقعات سے پیدا ہوا خصوصاً جب اہل محکمہ مذہب اسلام میں داخل ہوئے اور عربی زبان کا اثر وسیع ہونے لگا تو عربی اس زبان کے بولنے میں طرح طرح کی غلطیاں کرنے لگے۔ زبان کے خراب اور مسخ ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اس سے ابوالاسود کی تحریک پر حضرت علیؑ نے غوغا پہلا قاعدہ بتایا کہ "سارا کلام اس سے خالی نہیں کہ یا تو اسم ہو گا یا فعل۔ یا حرف، چنانچہ اس پر سے ابوالاسود نے اول اول قواعد فن لسان کی تدوین کی جب عربوں کی توقعات کا دائرہ وسیع ہوا اور عربی زبان کا دشمنی بھی ساتھ ساتھ پھیلنے شروع ہوئی تو قواعد زبان کی ضرورت روز بروز بڑھنے لگی۔ کوفہ و بصرہ میں غوغا کے دو الگ مذہب قائم ہو گئے جن کے مباحث پر اس وقت نظر ڈالنا ہماری مقصد سے خارج ہے، فرض ہوتے ہوتے نوبت یہ پہنچی کہ غوغا یا تو زبان سیکھنے کا آلہ تھی یا خود ایک مستقل فن ہو گئی، اور ایک غوغا کی ایسی ایسی ہی عزت ہونے لگی جیسے کسی عالم فاضل کی عربی صرف و غوغا کی تدوین میں مجیروں نے بہت بڑا حصہ لیا، (کیونکہ ضرورت زیادہ انہیں کو تھی) اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں اور اس میں وہ بحثیں اور نزاکتیں پیدا کیں کہ یہ فن فاضل فلسفہ ہو گیا، اور اس کے پڑھنے پڑھانے میں مبالغہ کے ساتھ بڑے بڑے اہتمام ہونے لگے جس کا اثر اب تک باقی ہے، عربی زبان اور صرف غوغا کا اثر فارسی، ترکی، اردو زبانوں پر بہت کچھ ہوا ہے، اور اب تک عربی اصطلاحات صرف و غوغا ان زبانوں کی قواعد میں برابر جاری ہیں۔ بلکہ فارسی اردو کی صرف و غوغا عربی کی صرف و غوغا کی نقل ہے، اور نقل کیا کی ہے

منہ چڑایا ہے، غرض کہنے کی بات یہ ہے کہ عربی صرف دسٹوگوں زیادہ رونق اور مدح  
عجمی ہلکا کی بدولت ہوا ہے۔

موجودہ زبان فارسی کو دیکھا جائے تو اس کی صرف نحو بہت صاف اور  
سہل سی اور مختصر ہے اور اس میں مطلق وہ وسیع گیاں نہیں جو قدیم زبانوں یا  
اردو زبان میں ہیں۔ لیکن یا۔ لوگوں نے عربی کے تبتغ میں اس کی بھی خوب سی  
خراب کی زبان کچھ کہتی ہے اور اگر میر کچھ اور بعینہ یہ مثل صادق آتی ہے۔

من چہ سرایم و طنبورہ من چہ سراید

لیکن تاہم بری فعلی جو کتابیں فارسی صرف و نحو تنقید زبان، صنائع بدائع  
اور لغت پر لکھی گئی ہیں، وہ سب سے زیادہ تہ تو اہل ہند یا بعض اور بیرونی لوگوں  
کی تعریف سے ہیں، اہل زبان نے کبھی کلام اٹھانے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔  
اور حقیقت بھی یہ ہے کہ انہیں اپنی زبان کی صرف نحو لکھنے کی ضرورت نہ تھی  
اور نہ کبھی انہیں اس کا خیال آیا، وہ ان کی مادری زبان کو، پریدا ہوتے  
ہی دی آواز میں ان کے کانوں میں پڑتی تھیں اور ہوش سنبھالتے ہی وہ  
زبان جو سنتے تھے بولتے تھے صرف و نحو تو وہ پڑھے جن کی مادری زبان نہ ہو  
اور یہی وجہ ہے کہ فارسی کی صرف و نحو عزیزان نے لکھی۔

اس کے بعد جب ہم اردو زبان پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی حالت سب  
سے زیادہ عجیب و غریب ہے، اس کی صرف و نحو کی طرف ابتداء میں نہ صرف کسی  
اہل ہند بلکہ ایشیا بھر میں کسی شخص کا خیال نہ گیا اور خیال کیا تو غیروں نے اور  
غیر بھی کیسے بات اور زبان ہی میں غیر نہیں بلکہ صورت شکل، عادات و اطوار طریق  
مانہ و بود و نظر خیال و سخن گفتار و رفتار و کردار میں بھی غیر ہیں اور ایسے غیر کہ باز جو  
کہ مدسو دیڑھ سو برس ایک سرزمین میں ایک ساتھ رہتے گزر گئے ہیں بلکہ اب

ملک غیریت نہیں گئی، میرا مطلب اہل فرنگ سے ہے جو آگ لینے آئے تھے اور مگر کے مالک بن بیٹھے۔

اہل یورپ کے آنے سے اگر اس ملک کو کچھ فوائد پہنچے ہیں تو ان میں سے بلاشبہ ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے ایک ایسی زبان کی تقویت میں ہاتھ بٹایا جو ملک کی مختلف اقوام کی متحدہ اور مشترکہ زبان تھی، اگرچہ اس میں ان کی ذاتی عرض پہناؤ تھی۔ کیونکہ بغیر ایک زبان سیکھے ان کو اپنی اعراض میں کامیابی نہیں ہو سکتی تھی، مگر ذاتی اعراض کے ساتھ ملکی اعراض بھی خود بخود انجام پا گئے۔ ان لوگوں کے اس زبان پر توجہ کرنے اور سیکھنے سے بھی یہ صاف عیاں ہے کہ زبان ملک کی عام زبان تھی، ان حضرات کو ملک کی کسی زبان سے نہ تو الفت تھی، نہ نفرت وہ ایسی زبان سیکھنی چاہتے تھے جو ہر جگہ کارآمد ہو اور ان کے کاروبار اور معاملات میں سہولت پیدا کرے اور وہ سوائے اردو کے کوئی دوسری زبان نہ تھی، لہذا اس کی تفصیل میں انہوں نے کوشش کی اور بے شک یہ ان کے اعراض کے لئے مفید بھی ثابت ہوئی۔

جہاں تک تحقیق کی گئی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلا یہ رہن جس نے ہندوستانی زبان کے قواعد لکھے وہ جان شواکشیہ تھا جو بدیشیا کے شہر اہل سخن میں پیدا ہوا، مذہب میں یہ لو مقرر کا پیر تھا یہ شخص شاہ عالم بادشاہ (سنہ ۱۷۰۹ء - ۱۷۶۱ء) اور جہاں دار شاہ (سنہ ۱۷۱۷ء) کے دربار میں بطور شیخ سفیر کے حاضر ہوا۔ سنہ ۱۷۱۱ء وہ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ناظم تجارت بہ مقام سورت مقرر ہوا۔ وہ لاہور سے آئے اور ہاتھ دقت بردہ وہی آڑے سے گزرا، لیکن یہ بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ وہ وہاں ٹھہرا بھی یا نہیں۔ اگرچہ وہاں اہل ڈچ کا ایک کارخانہ سورت کے قلعہ میں موجود تھا اس کا

مشن لاہور کے تریب ۱۰ دسمبر سنہ ۱۷۷۱ء کو پنپا اور جہاں دارا شاہ کے ہمراہ دہلی واپس  
 ہوا اور آخر کار اس مقام سے ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۷۷۳ء کو بردانہ پور کو ۲۰ اکتوبر  
 کو آگرہ سے پنپا اور پھر آگرہ سے سورت واپس چلا گیا۔ سنہ ۱۷۷۹ء تک وہ تین  
 سال سورت میں ڈچ کمپنی کا ناظم (ڈائریکٹر) رہا۔ اس کے بعد وہ ایران کا سفیر  
 مقرر ہوا اور بناو یا سے جولائی ۱۷۸۶ء میں روانہ ہوا۔ اس وقت اسے  
 ایٹ انڈیا میں ڈچ کے کامزمت کرتے ہوئے تین سال ہو گئے تھے اور  
 اسپہان سے واپس ہوتے وقت بلیہ نارس کے مقام گجرات میں بہ علالت  
 بخارا انتقال کیا

اس نے ہندوستانی زبان کے قواعد اور لغت پر کتاب لکھی جو ڈیوڈل  
 نے سنہ ۱۷۷۳ء میں چھاپ کر شائع کی، قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس  
 نے ۱۷۷۵ء کے لگ بھگ تالیف کی ہوگی، یہ نیشن زبان میں ہے۔ لیکن ہندوستانی  
 الفاظ اور عبارتیں رومن حروف میں ہیں، البتہ حروف کے ہیروں میں  
 ہندوستانی الفاظ لپیٹ رکھے ہیں، اور ان الفاظ کا اطلاق دسویں زبان  
 کے طریقہ پر ہے، ایک بات اس قواعد میں قابلِ لحاظ یہ ہے کہ حرفِ فاعلی  
 "نے" کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے، اور علامہ پم کے وہ "آپ" کو بھی  
 جو (گجراتی) کے اندر استعمال ہوتا ہے، جمع متکلمی نہیں بتاتا ہے۔

کیشور کی گریمر کے طبع ہونے کے دوسرے سال مشہور مشہور  
 کتاب ہندوستان زبان اور ادب کے قواعد پر شائع ہوئی۔ اس کے  
 یہ صاحب کیشور کی گریمر سے واقف تھے اور اپنی کتاب کے  
 دیاچے میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

شلز کی گریمر بھی نیشن میں ہے، مگر ہندوستان الفاظ فارسی اور

خط میں ہیں۔ اور ان کا تلفظ بھی ساتھ ساتھ لاطینی میں دیا ہے، ناگری حروف  
 کی بھی تصریح کی ہے، مگر بعض حروف بالکل ترک کر دیئے ہیں، وہ ضار، گھنٹی کے  
 ذام و جمع سے واقف ہے۔ لیکن افعال متعدی کے زمانہ ماضی کے ساتھ "نے"  
 کے استعمال سے واقف نہیں، اور یہ اسی پر موقوف نہیں بلکہ اکثر قدیم کتب  
 قواعد میں "نے" نظر انداز کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ ہے کہ پرانی  
 اور میں "نے" کا استعمال بالالتزام نہیں ہوتا تھا۔

ہیڈز کی گریمر ۱۷۷۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد متعدد  
 کتابیں ہندوستانی قواعد کے متعلق لکھی گئیں۔ جن میں سے زیادہ مشہور  
 پرتگیز گریمر ۱۷۷۸ء میں شائع ہوئی، جو ہندوستان میں ۱۷۷۸ء میں شائع ہوئی،  
 اس کے بعد کادہ زبانہ ہے جبکہ گلیکسٹ نے ہندوستانی زبان کی خدمت  
 شروع کی لیکن جان گلیکسٹ کی خدمت کا ذکر کرنے سے قبل ہم ایک  
 شخص نے لی و ف کا ذکر کرنا چاہتے ہیں ماسم نے اپنے حالات خود اپنی  
 کتاب کے دیباچہ میں لکھے ہیں مختصر یہ کہ یہ شخص مدراس میں ۱۷۸۵ء  
 میں آیا اور غائبنا بیٹھ ماسٹری کی خدمت پر مامور ہوا۔ وہاں دو سال  
 قیام کرنے کے بعد کلکتہ چلا آیا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک ہندو  
 سے ہوئی جس سے اس نے سکرت بنگالی، اور ہندوستانی اچھے وہ۔  
 ہندوستان کی مخلوط زبان کہتا ہے (پڑھنی شروع کی، کچھ دنوں کے بعد  
 اس نے دونوں کا ترجمہ بنگالی میں کیا۔ اور اس کے اپنے بیان کے  
 مطابق ان میں سے ایک نائیک عام طور پر پبلک میں پسند کیا گیا، اس کی  
 بہت تعریف ہوئی، ایڈمک لکھتا ہے کہ اس کے بعد وہ مغل بادشاہ کے  
 یہاں ٹیچر کا منتظم ہو گیا۔ اور آخر مشرق میں بیس سال قیام کے بعد

انگلستان واپس پہلا گیا۔ لندن میں اس نے اپنی گریجویشن کی اور روسی  
سفیرانہ زندگی سے ملاقات پیدا کی۔ اس نے اسے روس بھیج دیا۔ جہاں  
وہ فارسی میں ملازم ہو گیا۔ اور سرکار کی طرف سے سنسکرت کا  
مطالعہ کیا۔ تاہم کہنے کے لئے اسے بہت کچھ دہم دی گئی، لیکن اس کی ہندوستانی  
گریجویشن سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید نہایت ہندوستانی زبان کے اس  
کا علم ہنگامہ اور سنسکرت میں زیادہ ہو، کیونکہ اس نے ہندوستانی گریجویشن  
میں نہ صرف الفاظ کا تلفظ غلط لکھا ہے، بلکہ قواعد کے جہاں کوئی نہیں  
بہت سی مریخ غلطیاں کی ہیں۔

ڈاکٹر جان گلکرسٹ کا نام اردو کے محسنوں میں نہایت ممتاز ہے  
اور ان کے مورخ ان کا ذکر بغیر احسانِ مذکورہ اور شکرِ گزاری کے نہیں  
کر سکتا۔ انہوں نے نہ صرف زبان اور قواعد زبان اور لغت پر احسان  
درجہ کی کتابیں لکھیں۔ بلکہ چند خاص اہل زبان حضرات کو چاہیے کہ  
ان سے ایسی کتابیں لکھوائیں جن میں سے بعض ہمیشہ نہ مٹ رہی ہوں گی۔ ڈاکٹر  
صاحب نے اردو کی خدمت کا کام سنہ ۱۸۷۸ء سے شروع کیا، اور  
فورس دیس کا۔ اور زبان کی تالیف و تصنیف کا مرکز انڈین  
صدی کے ابتدائی دس سال تک رہا، اگرچہ اصل مقصد اس کا یہ تھا کہ  
ایٹ انڈیا کمپنی میں جو انگریز ملازم ہو کر آئے تھے ان کو اردو لکھانے  
کے لئے مناسب کتابیں لکھوائیں جائیں تاکہ وہ اُس سال سے اس ملک  
کا زبان کو جو بڑا بول یا بھی جانتے ہیں۔ یہ سیکھ سکیں۔ لیکن اس پر دس

میں بعض بے مشن کتابیں لکھی گئیں اور آئندہ اس ڈھنگ کی تالیف کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ خیر گلگوست صاحب نے متعدد کتابیں اردو زبان میں اور اس کی لغت اور قواعد پر لکھی ہیں، ان کی کتاب تہ اعداد اردو سنہ ۱۸۰۹ء میں چھپ کر شائع ہوئی، اگرچہ ان کی ہدایک کتابیں جو اس سے چند سال قبل طبع ہوئی تھیں ان میں بھی اردو زبان کے قواعد کا کچھ حصہ شریک تھا۔ سر جان شکسپیر کی اردو گرامر لندن میں اول اول سنہ ۱۸۱۳ء میں شائع ہوئی، دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۸۱۵ء میں تیسرا سنہ ۱۸۲۹ء میں، چوتھا ایڈیشن جس میں دکنی زبان کی مختصری گرامر بھی اضافہ کی ہے۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں اور اس کے بعد ایک ایڈیشن سنہ ۱۸۵۸ء میں شائع ہوا۔

سنہ ۱۸۳۰ء میں اردو سالہ گلگوست کے نام سے ایک کتاب کلکتہ میں شائع ہوئی، اور اس کے کئی ایڈیشن سنہ ۱۸۳۵ء میں اور سنہ ۱۸۴۰ء میں آگرہ میں چھپے، یہ رسالہ دراصل گلگوست کی گرامر کا ملخص ہے۔

ولیم ٹیٹ نے ایک کتاب مقدمہ زبان ہندوستان کے نام سے تالیف کا جو تین حصوں پر منقسم تھا، یعنی گرامر لغت اور سبب زبان ان اول بار کلکتہ میں سنہ ۱۸۳۱ء میں طبع ہوئی، دوسری بار سنہ ۱۸۳۲ء میں اور تیسری بار سنہ ۱۸۳۳ء میں چھپی۔

گلگوست صاحب کے بعد اردو کا دوسرا اردو بین عین فرانسیسی عالم سولورگار نے لکھا، اس نے اصول زبان ہندوستان پر ایک کتاب لکھی جو پیرس میں سنہ ۱۸۴۲ء میں طبع ہوئی، اور صرف اردو زبان پر ایک بڑا مضمون جنرل ہشامک سوسائٹی بابت سنہ ۱۸۴۳ء میں لکھا، اس کے علاوہ موصوف نے تاریخی شواہد اور رتین جلدوں میں بھی جو بہت ہی زیادہ

کار آمد ہے۔

ان کا تعینت سے متعدد درجے والے اردو زبان اور اردو مصنفین پر قیام ان کے سالانہ لکچر اور روز بان کی سالانہ ترقی و اشاعت پر بہت مفید معلومات سے مملو ہیں۔

ایس ڈبلیو بی ٹن نے ہندوستان زبان کے قواعد پر ایک تالیف کی جو لندن میں سنہ ۱۸۸۱ء میں طبع ہوئی۔

اس کے ایک سال بعد یعنی سنہ ۱۸۸۳ء میں مسٹر سٹیفورڈ ارنلڈ کی کتاب بنام جدید خود آموز قواعد زبان ہندوستانی (جو برٹش انڈیا کی ہر ایچ کارآمد ادغام زبان ہے) شائع ہوئی یہ کتاب فارسی اور من حروف میں ہے اور اس کے ساتھ بطور ضمیمے کے لغت مشقی اسباق زبان وانی بھی ارفاد کئے گئے ہیں، لندن میں اول بار سنہ ۱۸۸۱ء میں اردو مدوری بار سنہ ۱۸۸۱ء میں طبع ہوئی۔

سنہ ۱۸۸۱ء میں ایک کتاب انگریزی اور ہندوستانی افغان قواعد پر اور مقدمہ قواعد ہندوستانی برائے اناکار طلبہ در اس میں طبع ہوئی، مؤلف کا نام تحریر نہیں کیا ہے۔

ہندوستانی زبان کے قواعد مشرقی اور وسطی حروف میں مع آسان انتظامات بغرض تکمیل زبان وانی، فارسی، عربی، اور دیوناگری حروف میں مولفہ ایس اڈنا شہباز افغانہ فرزندہ حواشی از مسرحد لکھن فارسیں مملوہ لندن سنہ ۱۸۸۱ء۔

اس سال مسٹر جیمز آربالین ٹانن کا گریمر ہندو میں طبع ہوئی اور غالباً یہی کتاب بعد ترمیم و اضافہ سنہ ۱۸۸۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۸۷۵ء میں ہندوستانی زبان کی ایک گریمر لندن میں طبع ہوئی  
 اس کے مؤلف دیونند جی اسہال تھے، اس میں کچھ انتخابات اور رد و ادب  
 کے بھی شریک۔ یہی اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۷۵ء میں شائع ہوا۔  
 جرمنی کے ایک عالم جے ویت گرپر افریخ نے بھی ہندوستانی زبان کے  
 قواعد پر ایک کتاب لکھی تھی جرمن میں ۱۸۷۵ء میں طبع ہوئی۔  
 سر موہن داس نے سنسکرت اور اردو زبان کی جرمنیت کا یہ وہ  
 کتاب تعریف نہیں۔ ایک زمانہ اس سے واقف ہے، صاحب برصورت نے  
 ہندوستانی زبان کی ابتدائی کتاب لکھی اور اس میں علاوہ دوسرے کے  
 استعمال کے الفاظ و درات، قصص کے پیرویوں کے لئے صرف دھڑکے  
 قواعد بھی درج کئے اس کے سوا ہندوستانی گریمر صرفہ کا ثن مانتا ہوں  
 لندن ۱۸۷۶ء کو مرتب کیا جو ۱۸۷۶ء میں شائع ہوئی۔  
 سنہ ۱۸۷۷ء میں سرببان ڈوسن نے اردو زبان کی ایک گریمر  
 تالیف کی۔

سرببان پیٹ کی قواعد اردو لندن میں سنہ ۱۸۷۷ء میں طبع  
 ہوئی یہ کتاب درحقیقت اچھی لکھی گئی ہے۔  
 کسی یردین صاحب نے دکنی گریمر پر ایک رسالہ لکھا تھا لیکن  
 اس پر سوئٹ کا نام نہیں، یہ رسالہ سنہ ۱۸۷۷ء میں سارے میں طبع ہوا۔  
 پارس صاحب کی ہندوستانی، فارسی، عربی گریمر ۱۸۷۸ء میں  
 بہنام لندن میں طبع ہوئی۔

سنہ ۱۸۷۸ء میں سرببان پیٹ کی گریمر نے زبان ہندوستان  
 کی گریمر لکھی۔ ان صاحب کا تعلق سرو جتے سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۸۷ء میں پروفیسر فان کیونے ہندوستان زبان کے قواعد مرتب کئے، یہ کتاب نیپولی میں طبع ہوئی۔

اسی سال سٹریچے دن سن نے بھی اردو گرامر تالیف کی۔ جرمن عالم اے سی سول نے ایک کتاب اردو زبان کے قواعد تالیف کی جس کا نام اس نے ہندوستان گرامر قیاسی و عملی رکھا یہ کتاب ۱۸۹۱ء میں بمقام سپریم کورٹ میں طبع ہوئی، ۱۸۹۲ء میں خنز کی گرامر پرنسٹن میں طبع ہوئی۔

یہ فہرست صرف اردو صرف و نحو کی ایسی کتابوں کی ہے جو اہل بلوچ نے تالیف کی ہیں، لغت و ادب و غیرہ پر جو کتابیں ان لوگوں نے لکھی ہیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، کیوں کہ یہاں ان کا ذکر غارت از بحث ہے اس لیے میرے اس بیان کی تصدیق ہوئی کہ اردو زبان کی صرف و نحو پر پہلے اہل بلوچوں نے توجہ کی۔

اہل ہند میں سب سے اول اس مضمون پر اردو کے مشہور شاعر میر انشا، انشا خان انشا و دیوی نے قلم اٹھایا، ان کی کتاب دریا سے لطافت ۱۲۱۳ھ ۱۸۹۹ء میں بعد از اب معاملات علی خان بہادر لکھی گئی۔ اس میں علامہ قواعد صرف و نحو کے مورد توجہ کے موارد مختلف قوسوں کی بونسیاں اور گفتگو میں اور طرح طرح کی نظم و نثر میں شریک ہے بعض عبارات و الفاظ کی تحقیق بھی خوب ہے، باوجودیکہ اس کتاب کو تالیف ہونے سے مدت گزر چکی ہے۔ لیکن اس وقت بھی وہ بے مثل اور قابل قدر کتاب ہے، اردو زبان کے ادب میں ہمیشہ وقعت کا نظر سے دیکھی جائیگی۔ یہ کتاب اول اول مرشد آباد میں ۱۸۲۵ء میں طبع ہوئی۔

غائبانہ فرین کتاب - پڑھ کر میرت ہوئی کہ مر سید احمد خان مرحوم  
 نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا، اس کا ایک قلمی نسخہ  
 اسلامیہ ہائی اسکول اٹارہ کی حالی لا بریری میں موجود ہے، کاتب نے کتابت  
 کے آخر میں مشعلہ تیرہ مطابق سن ۱۲۸۴ھ تحریر کیا ہے، اگرچہ یہ کتابت  
 ہے لیکن یہ تالیف میں اس کے نگہ نگار ہو گا۔ اس میں صرف دفعہ کے معمول  
 قواعد ہیں، زیادہ تر ممدو سے بحث کی گئی ہے، اگرچہ یہ کتاب کچھ ایسی  
 قابل غاۃ نہیں لیکن اس سے بہت بحث کی گئی ہے، اگرچہ اس کتاب سے  
 اس بات کا پتہ پڑتا ہے کہ مرحوم کو اردو زبان سے کس قدر دلچسپی تھی۔  
 اس کے بعد مولوی یار علی دہلوی نے ایک ابتدائی رسالہ صرف و نحو  
 اردو پر لکھا جو دہلی میں سن ۱۲۵۴ھ میں طبع ہوا، اس کتاب کا نام "فیض کا  
 چشم" ہے، غالباً یہ تاریخی نام ہے، اور اس سے سنہ تالیف سنہ ۱۲۸۹ھ پوری  
 نکلتا ہے۔

مولوی امام بخش صاحب مہبان دہلوی فارسی کے مشہور مفتی اور  
 ادیب گزرے ہیں۔ اور دہلی کاٹا میں پروفیسر بھی تھے۔ انہوں نے بھی اردو صرف  
 و نحو پر ایک کتاب تالیف کی تھی جو دہلی میں سنہ ۱۲۵۴ھ میں طبع ہوئی یہ  
 کتاب بھی اچھی ہے اس کے آخر میں بہت سیب حروف ابجد کے کمالات  
 کہیں کہیں مزب الامثال بھی درج ہیں۔

ان کے علاوہ ہیں اس زمانہ میں در ایک کتابیں اور بھی لکھی گئیں  
 مثلاً ایک صاحب مرزا محمد صالح نے ایک گزیر ہندوستان، فارسی، عربی زبان  
 کی لکھی، اور اس میں فارسی لغت کا بھی ایک حصہ اضافہ کیا اور ایک یورپین  
 صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا، جو اصل کے ساتھ تھا یہ کتاب بہت نام لگتا

۱۹۳۷ء میں طبع ہوئی۔ یا ایک دوسری کتاب بھی محمد ابراہیم صاحب  
مقبہ نے تحفہ الفنون کے نام سے تالیف کی جو میں میں ۱۹۳۲ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی  
یہ کتاب الفنون صاحب غور و جہد کے نام سے مرموم کی گئی تھی۔ لیکن یہ کتابیں کچھ  
زیادہ قارئین کا تعلق بل ذکر نہیں ہیں۔

زمانہ حال میں متعدد کتابیں اس بحث پر مددگار کے طلبہ و فیروہ کے لئے  
پنجاب و ممالک متحدہ اگرچہ اور حد میں تالیف ہوئی ہیں۔ جن میں کم و بیش دہائی صرف  
دخو کا تعلق کیا گیا ہے۔ البتہ مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو دو مختصر رسالے  
طلباء و مدارس کے لئے لکھے ہیں۔ ان میں انہوں نے تعلیم سے الگ ہو کر حدت سے  
کام لیا ہے۔ لیکن یہ رسالے بہت مختصر ہیں، بعد صرف ابتدائی مدارس کے طالب  
علموں کے لئے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

میں اس سے قبل اس امر کا اعتراف کر چکا ہوں کہ ایک زندہ زبان کے  
لئے قواعد کی چنداں ضرورت نہیں اور میں نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ قواعد اور ہنر  
کسی زبان کا صرف و نحو اس وقت تکھی گئی جبکہ کسی غیر قوم کو اس زبان کا تحقیق  
یا اس کے سیکھنے کی ضرورت واقع ہوئی، اور صرف و نحو کی ابتدا یا اس کے تعلق  
بعد ہمیشہ غیر قوم والوں کی طرف سے ہوئی، کیونکہ اہل زبان اس سے  
مستقل ہوتے ہیں، یہی حال اردو زبان کا ہوا۔ اس کی صرف و نحو اور لغت  
کی طرف اول اول اہل یورپ نے یہ ضرورت توجہ کی، اس کے بعد جب اہل  
ملک نے یہ دیکھا کہ ان لوگوں کو اس پر پڑھنے کا شوق ہے، تو ان کی دیکھی  
یا ان کے فائدے کی فرض سے خود بھی کتابیں لکھنی شروع کیں  
بعد ازاں جب یہ زبان سادہ جس میں جس پر چھائی جاتے گئی، تو صرف طلباء کے  
لئے لکھی، جانے لگیں چنانچہ آج کل جس قدر کتابیں لکھی گئیں ان کی اصل غرض

یہی تھی۔ لیکن سوانے اس کے اب ایک ضرورت اور داعی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ اردو زبان اب ملک کی عام اور مقبول زبان ہو گئی ہے، اور ملک میں اکثر بگ بول جاتی ہے، اور ہر جگہ بگھی جاتی ہے، ملک کی دوسری زبانیں فارسی و خاص خصوص میں حدود اور مخصوص ہیں۔ نیز اس زبان کو کچھ ایسے مقامات کے لوگ بھی پڑھتے ہیں، اور سیکھتے ہیں، مگر یہ مادری زبان نہیں، اس لئے یہ ضرورت واقع ہوئی کہ اس زبان کے قواعد و ضبط نگہ جائیں اور مستند کتابیں لغت پر لکھی جائیں۔ تاکہ زبان بگڑنے سے محفوظ رہے۔ میں نے اس خیال کو مد نظر رکھا ہے اور صرف طبائے مدارس کی ضرورت کا لحاظ نہیں کیا ہے، بلکہ زیادہ تر یہ کتاب ان حضرات کے لئے ہے، جو زبان کو نظر تحقیق سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہمارے ہاں اب تک جو کتابیں قواعد کی رائے ہیں ان میں عربی صرف دغو کا تتبع کیا گیا ہے۔ اور فالح ہندی زبان ہے، اور اس کا اصول آبادی السنہ میں ہے، بخلاف اس کے عربی زبان کا تعلق سامی السنہ سے ہے لہذا اردو زبان کی صرف و نحو لکھنے میں عربی زبان کا تتبع کسی طرح جائز نہیں۔ زبانوں کی خصوصیات بالکل الگ ہیں جو غور کرنے سے صاف معلوم ہو جائے گا اس طرح اگرچہ اردو ہندی شراوہ ہے اور اس کی بنیاد قدیم علی زبان پر ہے۔ افعال جو زبان کا بہت بڑا جز ہیں، نیز ضماں اور اکثر حروف سب کے سب ہندی ہیں اسناد و صفات عربی، فارسی کے داخل ہو گئے ہیں دور چند گشت کے معاد جو عربی فارسی الفاظ سے بن گئے ہیں۔ مثلاً بخشنا، بدلتا، قہر لانا، تجویز کرنا، وغیرہ کسی شمار میں نہیں، بلکہ بعض تقاریرت بزم خود انہیں فصیح بھی تسلیم نہیں کرتے، تاہم اردو زبان کی صرف و نحو میں سنسکرت کے قواعد کا تتبع بھی نہیں کیا جاسکتا اس کے متعلق چند مولیٰ مولیٰ باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔

(۱۱) ہر اسم پر سنکرت میں تین جھکے کئے ہیں۔ مادہ حرف بعد مادہ اور حرف آخر، موجودہ ہندی یا اردو میں حرف آخر اثر کر رہا ہے۔

(۱۲) سنکرت میں اسم کے مختلف حالتیں، نا علی، مفعول، اضافی (ظہر) حرف آخر کے تغیر سے بنتی ہیں، جو اکثر قدیم زبانوں میں پایا جاتا ہے، اردو ہندی اردو میں الگ محروف بڑھانے سے بنتی ہیں، اور تمام جدید زبانوں کا سیلان اس طرف ہے،

(۱۳) سنکرت اور پراکرت میں جنس کی اور : یہ ہے، یعنی نہ، مادہ اور ہے جان موجودہ ہندی اردو میں حرف دو ہیں۔

(۱۴) سنکرت کا فعل بہت دقیق اور پیچیدہ ہے، اور ایک زمانے سے اس میں اصلاح ہوتے ہوئے موجودہ ہندی میں آکر صاف اور سادہ ہوا ہے، تثنیز کا صیغہ سنکرت میں ہے۔ ہندی میں نہیں۔

ہندی کا میں ہر فعل کی چھ صورتیں، تیرہ قسمیں اور نو جنسی حالتیں ہیں، یعنی کل صیغے سات سودو ہوتے ہیں، اور یہ سب ایک ہی لفظ کے ہیر پھیر سے ملتے ہیں، موجودہ زبان میں یہ بھی آسان ہے کہ کثر افعال امدادی انفصال کی اعانت سے بنائے جاتے ہیں، اور بہت سے معاد فارسی اور عربی اسماء و صفات کے آگے ہندی معاد مثلاً دنیا کرنا وغیرہ بڑھا کر بنائے جاتے ہیں،

ایسی صورت میں اردو کی صرف دو نحو میں عربی یا سنکرت کا تتبع کرنا ایسی گنگا بہا نا ہے، البتہ اصطلاحات عربی سے لاگنی ہیں، کیونکہ وہ زمانہ رزاز سے مانغا ہیں۔ اور اس لئے اس سے گریز نہیں۔ اردو زبان میں تقریباً کل علمی اصطلاحات عربی سے لاگنی ہیں، جیسے انگریزی زبان میں

لا یعنی اور نہ تانی سے تاہم یہ خیال رکھا گیا ہے کہ ثقتیں اور علوم میں اصطلاحات نہ آنے پائیں۔

میں اس موقع پر اردو ہندی کے جھگڑے میں پڑتا نہیں چاہتا کیونکہ یہ بے شک میرے خیال میں بالکل بے سود ہے۔ ادل تو اس لئے کہ صرف دخیل میں اس جٹ کا گوٹا موقع نہیں خصوصاً اس خیال سے کہ اس امر میں تقریباً دو نواں ایک ہیں۔ اور سوائے ہندی اختلافات کے کوئی زیادہ فرق نہیں۔ دوسرے جو شخص ملک کی مختلف زبانوں کی تاریخ فور سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ ذریعین نے محض سخن پردہ اور ہندوئی سے کام لیا ہے۔ دراصل جھگڑے کی کوئی بات نہیں۔ قدرتی اثرات اور رجحانات کا سدکنا اپنے ہاتھوں سے اپنی ترقی کو روکنا ہے۔

بات یہ ہے کہ جیسے آریہ لوگ اس ملک میں داخل ہوئے تو انہوں نے یہاں ایک دوسری قوم کو آباد دیکھا، جن کی زبان ان کی زبان سے مختلف تھی۔ ملک کی اس قوم ان قوی آریہ لوگوں کے حصول کی تاب نہ لاسکی۔ اس لئے کچھ تو ان میں سے شمالی پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے اور بہت ت جہول اور اسلی ہند کے پہاڑوں اور جنگلوں میں جا بسے۔ لیکن پھر بھی بہت سے ایسے تھے جنہیں اپنے وطن عزیز کی بدال گواری نے وطن اتر چھوڑ دیا۔ دوسروں کے ہاتھوں میں تھا۔ اور اس لئے نئے عہد آوریوں کی غلامی میں بھر گئے۔ ابھی عورت میں ظاہر ہے کہ مغلوب و پائمال کی زبان کیا باقی رہ سکتی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کی زبان نے آریہوں کی زبان یعنی سنسکرت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کیا، اور اس لئے کہنا غلط نہ ہوگا کہ قدیم ہندی بولیاں جو براہ کت و عوام کی بولی کے نام سے مشہور

ہیں اس اثر کا نتیجہ تھیں۔ اور انہیں پراکرت پوربوں سے ہندوستان کی  
موجہ آر مادی زبانیں پیدا ہوئیں۔ ان کا قلعی سنسکرت سے ایسا ہی  
ہے جیسے یورپ کی موجودہ زبانیں السنہ کو لاطینی سے، انڈونیشیائی زبانوں کی تعداد  
عورتاں کی زبانوں سے، یعنی پنجابی، ہندی، گجراتی، مرہٹی، سندھی، اڑیا  
اور بنگالی۔

ان سب میں ہندی، لحاظ قدامت و اہمیت کے سب سے زیادہ  
قابلِ ملاحظہ۔ لیکن ابتداء ہی سے اس پر عزیزوں کی نظریں پڑی ضرور ہوئیں  
سلطان جو شمال کی طرف سے اس ملک میں آنے شروع ہو گئے، اس کو اپنی  
زبان سے جتنے کلمے بغیر نہ رہ سکے، اور جو اثر بارہویں صدی سے بڑھنا  
تھا وہ آخر ایک نیکو جھٹک میں ظہور پذیر ہوا۔ اور یہی اردو لٹری زبان  
کی اصل ہے۔ یہ دراصل کسی پراکرت یا ہندی کی بگڑی ہوئی صورت نہیں، بلکہ  
ہندی کی آخری اور شانستہ صورت ہے۔ اور اس وقت ہندوستان کی عام  
ملکی زبان مانا جاتی ہے، یہ نہ کسی خاص شخص یا فرقہ کی ایجاد ہے، اور نہ کسی  
خاص مصلحت اور منشا سے بنائی گئی ہے، بلکہ جس طرح اس ملک کی معاشرت  
و سیاست میں دتنا و تنا مختلف قدموں سے اسباب سے تغیرات پیدا ہونے  
اور آج انہیں اثرات کی وجہ سے جدید حالت نظر آتا ہے، اسی طرح زبان  
میں۔

بھی قدموں کے اثرات اور رجحانات اور مختلف واقعات سے تغیرات و تبدیلیاں  
آئے، اور اس وقت جو خاص مصلحت کی وجہ سے پرانی شے کو نئی بن کر  
جو کچھ ہوتے ہیں صرف ایک دھوکہ ہے، اب اتنی مدت کے بعد ان باتوں پر  
محکمہ کرنا گویا صوفیوں کے واقعات کو جھٹلانا اور قدرتی اثرات اور رجحانات

کو اٹھائے ماحول ہے۔ دنیا میں کوئی چیز ایک حالت پر نہیں رہتی، اور جب ہم ہی ایک حالت پر رہ رہے تو ہماری زبان کیوں رہنے لگی، اور کچھ نہیں تو اگر صرف اس زبان کے الفاظ ہی کو سرسری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ دنیا کا کتنی تو سوں نے بغیر کسی خاص ارادے کے محض قدرتی اثرات کی وجہ سے اس کے بنانے میں حصہ لیا ہے، تو کیا ایک ایسی یادگار کو بگاڑنے کی کوشش کرنا ایک نہایت دردناک فعل نہ ہو گا؟ خصوصاً ایسے جہد میں جب کہ زمانہ قدیم کے ایک ایک پتھر اور اینٹ کو سنت سنت کر رکھا جائے اس نہایت مختصر ذمے سے میرا مقصد یہ تھا کہ اردو کی صرف و نحو کو سنسکرت زبان کے قواعد سے اسی قدر مغایرت ہے جتنی

عربی زبان کی صرف و نحو سے میرا خیال یہ ہے کہ کسی زبان کے قواعد طبعی دقت اس کی خصوصیات کو بھی نظر انداز نہ کیا جانا چاہئے اور بعض کسی زبان تعلیق میں اس پر زبردستی قواعد اور اصول کے نام ایسا برجھ ڈالا جائے جس کی وہ تکمیل نہ ہو سکے۔ میں نے حتی الامکان اسی اصول کو مدنظر رکھا ہے، اور اس امر کی کوشش کی ہے کہ ہر زبان کا رجحان یہ اور اس کا ساتھ دیا جائے، لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے، بہر حال مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا بھی یقین ہے کہ کتاب اہتمام سے خالی نہیں۔ اور اس لئے میں ہر ایک مشورے اور اختلاف کو نہایت شکر و احسان کے ساتھ سننے اور ان غلطیوں کی اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں

عبدالحق

۲۵

قواعد اردو

نہاں کیا ہے؟ زمان ایک انسانی ذہنی ہے۔ اس کے درخ ہیں، ایک طرف تو یہ عمل اس شخص کی طرف سے ہے جو اپنے دل کی بات دوسرے کو سمجھاتا چاہتا ہے۔ دوسری طرف اس شخص کی جانب سے ہے جو دوسرے کے دل کی بات سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ وہ شخص ہیں جن میں ایک دوسرے دلا دسرا بننے والا، اگر ہم زمان کی فطرت یا زمان کے اس حصے کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتے ہیں جس کا بیان زمان کے قواعد میں ہوتا ہے تو ہمیں یہ وہ شخص حالہ ان کا بھی فہم کرنا چاہئے!

ہم نے جو وہ شخصوں یعنی فاعل (بہنے والا) اور مفعول (سننے والا) کا ذکر کیا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ زبان کی اس قدر صورت و بات جیت سے جو بولے اور سننے میں آتی ہے، اس کے بعد دوسرا اور پہلا شکل کا ہے جو تحریر میں اور پہلے معنی میں آتی ہیں، جو بول سننے اور بولنے میں آتے ہیں ان کہ ان اشکال پر جو لکھنے اور پڑھنے میں استعمال ہوتے ہیں، تقدم اور توقيت حاصل ہے کیونکہ تحریر کا فن صد ہجری ہزار سال کے بعد ایجاد ہوا ہے، ایجاد کے بعد بھی زمانہ دراز تک تحریر خاص طریقے میں محدود ہی اعداد بھی جبکہ دنیا میں روزانہ بے شمار کتابیں، اخبار اور رسالے شائع ہوتے ہیں، لکھنے والوں کے مقابلے میں بولنے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ اگر ہم اپنے خیالات

سب سے مقدم بولنے اور سننے کے عمل کو نہیں رکھیں گے۔ اور اس حقیقت کو بھلا دیں گے کہ تحریر تقریر کی قائم مقام ہے۔ اس امر کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو سکتے کہ زبان کیا ہے، اور اس کا تشوہدنا کیوں کر ہوئی تقریر کا لفظ ہمارا اور لفظ ہوتا ہے۔ یہ سب تک کو ان میں اپنے دماغی عمل سے مدح نہ پھونکنے یہ مردہ رہیں گے۔

تقریر میں لفظ ایک ہی صورت اور ایک ہی حالت میں رہتا ہے لیکن بول چال میں لہجہ اور موقع کے لحاظ سے ایک لفظ کی کئی صورتیں ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: "یہ" کا لفظ

ہے۔ یہ لکھتے ہیں ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا، اور ایک ہی لفظ ہے لیکن کہنے میں لہجہ اور موقع کی مناسبت سے وہ لفظ ہیں جیسے ان دونوں جملوں میں "یہ کون شخص ہے؟" اس کی میز کھینچنے سے یہ بڑا سا پتہ نکلا۔

اس لئے زندہ زبان کے قواعد نویس کو سب سے اول بول چال کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور اس سے قاعدے بنانے کا نہیں قواعد میں اول درجہ انداز کا ہے۔ اور اس کے بعد حروف کا پہلے بول چال ہے۔ اور بعد میں تقریر اس سوال کے لحاظ سے ہیں قواعد بول چال کے کم سے کم چار حصے ہیں: شروع کرانی چاہئے۔ کیوں کہ اس سے ایک شخص دوسرے شخص کے دل کی بات سمجھتا ہے کوئی شخص کتنی ہی کم سے کم بات کرتا ہے۔ تو وہی وہ جملے سے کم نہ ہوگی یعنی اتنی بات کہ جس سے دوسرا آدمی اس کا مطلب سمجھ جائے جملے سے الگ خالی لفظ کوئی خاص معنی نہیں رکھتا۔ اس کا صحیح مفہوم اس وقت معلوم ہوگا، جب وہ کسی بات (یا جملے) میں آئے گا۔ ورنہ ایک لفظ کئی معنوں کے لئے آ سکتا ہے، لیکن قواعد نویسوں نے آسانی کے خیال سے جملے کے

ٹکڑے کر لئے ہیں، پہلے ان سے بحث کرتے ہیں۔ بعد میں جملوں سے، اس کے  
 انہوں نے تین حصے کئے ہیں، ۱۔  
 پہلا حصہ۔ سادہ آوازیں۔ اور ان کی تحریری نقل یا علامتیں جن  
 کا نام ہجا ہے،

دوسرا حصہ۔ ۱۔ ایک سے زیادہ ملی ہوئی آوازیں جن کی تحریری علامتیں  
 الفاظ کہلاتی ہیں، ان کی تقسیم اور ایک دوسرے کے ساتھ آنے سے  
 مد ان میں تغیر و تبدل پیدا ہوتا ہے یا ان میں کچھ اضافے سے جو نئی صورت  
 پیدا ہوتی ہے۔ یعنی الفاظ کی تقسیم گوون اور اشتقاق سے بحث ہوتی  
 ہے، اس کا نام صرف ہے۔

تیسرا حصہ۔ بات چیت یا جملے میں لفظوں کا ایک دوسرے سے اور  
 جملوں کا باہمی تعلق، اسے نحو کہتے ہیں۔

جس طرح ہر نئے کلام ہر ارد باطن ہوتا ہے اسی طرح الفاظ کا بھی  
 ظاہر و باطن ہوتا ہے، ظاہر وہ ہے جس کا تعلق صرف ہے۔ یعنی اس میں  
 صرف صورت کی تبدیلی وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے، اور لفظ کا باطن اس کا  
 مفہوم اور معنی ہیں، اس کی بحث نحو میں ہوتی ہے، اس میں زیادہ تر بحث  
 لفظ کے باطن یعنی اس کے معنی کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ ۲۔

# فصل اول

## ہجا

سادہ آوازوں کو تحریری علامات میں لانے کا نام حرف ہے۔  
ہجا میں حرف کی آواز اور ان کی حرکات و سکنات سے بحث  
کی جاتی ہے، حرف کے مجموعہ کو ابجد کہتے ہیں۔

(ابجد کا لفظ ابتدائی حرف اب ح د سے بنا ہے)  
چونکہ اردو زبان ہندی، فارسی اور عربی سے مل کر بنی ہے لہذا اس  
میں ان سب زبانوں کے حروف موجود ہیں۔

خاص عربی حرف یہ ہیں :-

ث۔ ح۔ ذ۔ ص۔ ط۔ ظ۔ ع۔ ق۔

یہ حروف قدیم فارسی اور ہندی یا سنسکرت میں نہیں پائے جاتے  
لیکن ذ قدیم فارسی میں بھی پائی جاتی ہے، ا و ا ب بھی بعض فارسی الفاظ  
ذ سے لکھے جاتے ہیں۔

ٹ۔ ژ۔ خاص ہندی ہیں، عربی فارسی میں نہیں آتے

ز۔ ف۔ غ۔ غ کی آوازیں ہندی میں نہیں، عربی، فارسی دونوں

میں ہیں۔



میں ملنے سے زبان، تالو، ہونٹ، دانت اور غلامنے دہن کی مدد سے آواز میں مختلف قسم کی تہ یلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اردو، فارسی، عربی، حروف پر اگر نظر ڈالی جائے تو وہ دیکھنے میں مختلف آوازوں کی علامتیں ہیں، لیکن یہاں حروف کے ناموں سے کون سا آواز پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خاصے الفاظ ہیں، مثلاً الف عین جیم وغیرہ حروف نہیں۔ بلکہ پورے لفظ ہیں، ان سے پہلے آوازوں کا کچھ بھی خیال پیدا نہیں ہوتا، بلکہ ایک ایک حرف کی کئی آوازوں سے مرکب ہے، اس کی وجہ بلاشبہ یہ ہے کہ اس زمانے کی بادگار میں جہاں کس قسم کی تحریر ایجاد نہیں ہوئی تھی وہاں اس جگہ افعال کرتے ہیں بلکہ لوگ اپنے خیالات تصویریں بنا بنا کر ظاہر کرتے تھے اول اول تو جس شے کا بیان کرنا مقصود ہوتا تھا اس کی پوری تصویر بنا دیتے تھے، مثلاً گائے یا گورت کا بنانا مقصود ہے تو وہی گائے یا گورت کی تصویر کھینچ دیتے تھے۔

دوسرے دور میں یہ اصلاح ہوئی کہ شے سے اس کا فعل ظاہر کرنے لگے آنکھ سے نظر یا ڈانٹا ٹکوں سے بشار مراد لینے لگے۔

تیسرے دور میں یہ بھاک شے سے اس کی ستار خاصا نفس یا ظاہری علامت سے اصل شے مراد لی جانے لگی، مثلاً لومڑی کی تصویر سے مکالمی یا تحت سے سلطنت مقصود ہوتی تھی۔

چوتھے دور میں ایک شے کے اظہار میں یہ ترکیب کرنے لگے کہ اس شے کے بولنے میں جو آواز پیدا ہوتی ہیں، ان میں سے ہر ایک سے جو مفہوم پیدا ہوتا اس کی ایک ایک تصویر بنا دیتے تھے، مثلاً کے لئے فرض کیجئے کہ تحریر میں کوئی ظاہر کرنا مقصود ہے تو ہاتھ کی تصویر بنائیں گے کیونکہ کہہ کے معنی ہاتھ کے ہیں، اس کے بعد نال کی۔

بساناں یہ ہوا کہ یہ تصویر ہما مختلف اصوات کی قائم مقام ہو گئیں اور انہیں تصویروں کی یاد گار یہ حرف ہیں، جو اب بھی کسی تدریس سے مشابہ ہیں، مثلاً الف کے معنی بیل کے سر کے ہیں، چونکہ ا کی آواز اس لفظ کے آغاز میں تھی، تو اس آواز کے ظاہر کرنے کے لئے گلے کا سر بنادیتے تھے، د پ کی الف کا تحریر میں اب بھی اصل سے خفیف سی مشابہت باقی ہے، بعد ازاں خود یہ لفظ بجائے الف کی پہلی آواز کے تحریر میں ایک حرف قرار پایا، یہی وجہ ہے کہ فارسی، عربی، عبرانی زبانوں کے حرف در حقیقت الفاظ ہیں، یا ہر حرف کئی آوازوں کا مجموعہ ہے، اس میں وہ اصلاً میں عمل میں آئیں، تصویر رفت رفتہ مختصر صوت میں وہ گئی، نام اس کا اگرچہ قریب قریب رہا، مگر وہ مختصر صوت اب نام کی بجائے نہیں بلکہ اس نام میں جو آواز پہلے نکلتی ہے اس کی بجائے ہے، مثلاً الف کو لیجئے گلے کا سر مختصر ہو کر (۲) رہ گئی ہے، اور الف کے بولنے میں جو سب سے پہلے سادہ آواز نکلتی ہے، اس کی جگہ استعمال ہوتی ہے۔

اسی طرح بے۔ در حقیقت بیت ہے جس کی ابتداں شکل ایک متطیل مکان کی سی تھی، اور اس کے نیچے نقطہ ایک شخص تھا جو مکان کے دروازہ کے سامنے بیٹھا تھا، اب رفتہ رفتہ اس کی شکل ایک پڑی لکیر ہو گئی اور وہ آدمی نقطہ رہ گیا۔

ج جس یعنی ادھٹ ہے، اگر کوئی شخص ادھٹ پہ سوار ہو اور اس کی ہچکچاہٹ سے کچھ تو اس کے سر اور گردن کی شکل بعینہ ج کی سی ہو جائیگی  
پ (خس) جہاں میں منہ کے معنی مکہ ہے۔

د (جہاں دالت) وندازہ

(۸) - دریچہ

ع (ر عین) کے معنی آنکھ کے ہیں چنانچہ (ع) کا سرا بالکل آنکھ کے مشابہ ہے۔

ن (نون) پھلی۔ مشابہت ظاہر ہے۔

ک (کاف) تحصیل (اگر تحصیل پھیلائی جائے تو انگلیاں انگلیٹھے کے ساتھ مل کر بالکل (کاف) کی صورت بن جاتی ہیں  
م (میم) پانی کی لہر، صورت سے ظاہر ہے۔

س (سین) میں دانت کو کہتے ہیں۔ (س) کا دندانہ بالکل دانت کے مشابہ ہے۔

و (واو) کے معنی آنکھ سے ہیں جس کی صورت واؤ سے ملتی ہے۔

غرض اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے حروف دراصل الفاظ میں جو دیا دوسے زائد آوازوں سے مرکب ہیں، اور ہر ایک یہ لحاظ اپنی اولیادہ آواز کے ایک علامت مقرر کر لیا گیا ہے مثلاً الف میں تین آوازیں ا۔ ل۔ ف کی ہیں۔ مگر اب اس کے بولنے میں جو آواز ملتی ہے اس کی بجائے مقرر کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے حروف کے متعلق قیاس کر لیا جائے۔

ابتداء میں اس سادہ آواز کے لئے اس طے کی تصویر کھینچ دی جاتی تھی، مگر اب ایک چھوٹی سی علامت جو کسی قدر اصل کے مشابہ ہے بھالے اس آواز کے متعلق ہے، اور نام ان کے قریب دی میں جو اصل شمار کے تھے بھی درج ہے کہ ہمارے حروف بھی بولنے میں درحقیقت الفاظ ہیں۔

اردو حرف (تجی) ملا کر بچاس ہیں اور ان میں ہر حرف کی آواز کے املا کرنے کی گنتا نش ہے۔ اور اس خیال سے اردو ابجد کو دنیا کا بہت سی

زبانوں پر ایک طرح کا تفوق حاصل ہے۔ مگر دنیا کی کوئی ایجاد کامل نہیں ہے۔ ایک نہ ایک نقص ضرور رہ جاتا ہے، یا تو کل سادہ آوازوں کے ادا کرنے کے لئے کافی حروف نہیں ہوتے یا ایک ہی آواز کے لئے کئی کئی حروف ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اردو زبان بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ آخری نقص اردو زبان میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ لفظ کو علامہ ہندی فارسی کے عربی سے بھی تعلق ہے، اس لئے کثرت سے اس کے الفاظ بھی عام موجود ہیں اور اس کی وجہ سے لامحالہ اس کے تمام حروف بھی اردو ابجد میں آگئے، درہدیٰ الفاظ کی صحت تحریر میں قائم نہ رہتی چنانچہ ز۔ ذ۔ ض۔ ظ۔ ہا۔ الگ حروف ہیں، جن کی آوازیں قریب قریب کساں معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح سی، ش، اور ت، ط۔ اور ج، د کو عرب کا باشندہ یا وہ شخص جو تلفظ کی صحت کا خاص طور پر خیال رکھتا ہے، ان حروف کے تلفظ میں فرق کر سکتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے اس کا امتیاز دشوار ہے اور لہذا چال میں عام طور پر ان حروف کے تلفظ میں کچھ زیادہ فرق نہیں پایا جاتا۔



## اعراب دریا حرکات و سکنات

سادہ آوازوں کو ہم بلا تکلف ہونٹ اور زبان کی امداد سے ظاہر کرکے کہہ لیتے ہیں۔ اور اس طرح فرائض سے بالین کہتے چلے جاتے ہیں جیسے کسی نے کل کوک وکی زبانہ لب کی ذرا سی جنبش سے آواز کے مختلف صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، آواز کا پھیلنا، تند ہونا، بڑھنا، گھٹنا، گھومنا، گول ہو جانا سب سادہ و مختصر ہے، ان تمام آوازوں کو صفائی کے ساتھ غریبہ میں لانا بنیاد شکل ہے اگرچہ بیت کو شش کی گئی لیکن اب تک پوری کامیابی نہیں ہوئی بعض بنیادیں شفا سکنات، انگریزی و غیرہ میں سادہ آوازوں کے مرکب کہنے لگتے جو جنبش لب و زبان کو ہوتی ہے اس کے لئے بعض حروف مناسب قرار دیئے جہاں اور جہاں زیادہ سے زیادہ حروف کا لانا منظور ہوتا ہے۔ جہاں ان میں سے ہر لحاظ آواز کے ایک سے تک حرف ضرور آتا ہے۔ اس لئے اس قسم کی زبان میں حرف کی دو قسمیں کی گئی ہیں، ایک وہ حرف جو دوسرے حرف کو ظاہر آواز قائم کرنے کے لئے آتے ہیں جنہیں حرف میں حرف علت کہتے ہیں، اور دوسرے جو غیر حرف کے آپس میں مل کر آواز پیدا نہیں کر سکتے، وہ حرف صیغہ کہلاتے ہیں۔

اردو میں مثل عربی کے حروف دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک شخص علامت رکھتا ہے اور دوسرے اصل حرف، اسی اعرابی علامات میں درحقیقت انہیں

حرف کی مختصر صورتیں ہیں۔ تفصیل یہ ہے:-

زبر (جسے عربی میں فتح کہتے ہیں) جس کے معنی کھلنے کے ہیں، (یعنی اکواز کھل کر نکلتی ہے) زبر کے معنی اوپر کے ہیں، چوں کہ یہ علامت حروف کے اوپر آتی ہے، اس لئے زبر کہتے ہیں، اس آواز کو مہیا کرنے سے لفظ کی آواز پیدا ہوتی ہے، یا یوں کہنا چاہئے کہ الف کی خفیف آواز زبر ہے، جیسے مراد و مار۔

زیر (جسے عربی میں کسر کہتے ہیں) جس کے معنی توڑنے کے ہیں، کیوں کہ اس کے آنے سے آواز میں ایک قسم کی شکن پیدا ہو جاتی ہے، زبر کے معنی نیچے کے ہیں، کیونکہ یہ حرف کے نیچے لگایا جاتا ہے، اس کی آواز خفیف کی سی ہوتی ہے، لیکن دوسرے حرف کے ساتھ آنے میں دو قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں، ایک نسیلہ ہارپک اور طوطی اور دوسری کسی قدر واضح اور کھلی ہوئی جیسے (بیر پھل کا نام) امہ نیر (بہادر) ایہاں کی دو حالتیں ہیں۔ پہلی حالت میں پائے خفی (گھول) ہے اور دوسری حالت میں درپائے جلی (معروف) پائے معروف گولہائی، نکلی جاتی ہے، اور پائے گھول لہی پڑی ہوئی (سے) پائے گھول اور پائے معروف جب کسی لفظ کے نیچے میں آتے ہیں، تو ان کی صورت ایک سی ہوتی ہے، اس لئے امتیاز کے لئے پائے معروف کے نیچے زیر دے دیتے ہیں اور پائے گھول خالی رہتی ہے۔

---

۱۔ پائے گھول اور داد گھول کی آواز عربی میں نہیں آتی اس لئے عربوں نے اس کا نام گھول (یعنی نامعلوم) یا گبی رکھا ہے، لیکن اردو میں یہ آواز گھول یا نامعلوم نہیں ہے اس لئے یہ نام مضمون نہیں معلوم ہوا، مگر اس قدر مضمون سے مستقل اور مشہور ہیں، دوسرے نام اگر رکھے جائیں تو ان کا رد ان پانچ شکل ہے

پیش کیجئے وہاں میں ضمہ کہتے ہیں جس کے معنی طائفے کے ہیں پیش کے معنی  
 سامنے پا آگے کے ہیں، یہ حرف کے اد پر آتا ہے، اور خفیف واؤ کی آواز دیتا  
 ہے، ی کی طرح واؤ کی بھی دو آوازیں ہیں، ایک لمبی اور دوسری  
 چھوٹی، اور دوسری کھلی اور ہلکی پہلی کو واؤ معروف اور دوسری کو بھول  
 کہتے ہیں جیسے دو درود، واؤ معروف پہ اٹھا پیش لگتے ہیں، اور واؤ بھول خال  
 ہوتا ہے۔

۱۲۔ ی حرف یکساں بھی ہوتے ہیں، الف جب لفظ کے شروع میں آتا  
 ہے تو ہمیشہ حرف یکساں ہوتا ہے، واؤ جب لفظ کے شروع میں یا در میان میں  
 آئے اور متحرک ہو جیسے وعدہ ہو تو حرف یکساں ہوگا، ی کی بھی یہی حالت ہے  
 جیسے یقین کے شروع میں یا میر کے در میان میں یعنی جب اعراب کا اور آواز کے  
 خفیف سے بڑھانے یا گھٹانے کا کام دیتے ہیں، تو حرف غلط ہوتے ہیں،  
 در نہ معمولی حرف کی طرح حرف یکساں۔

یوں ذب الف کے ساتھ زب ی کے ساتھ اور واؤ پیش کے ساتھ  
 آتی ہے، اور یہ لحاظ آواز کے ان کا جھڑ جی رہے لیکن بعض اوقات ایسا نہیں  
 ہوتا بلکہ مختلف حرکتیں جمع ہو جاتی ہیں مثلاً ذب اور واؤ ایک جگہ آجاتے ہیں  
 جیسے قوم میں ایسا حالت میں یہ مختلف حرکتیں ایک ہی آواز دیتی ہیں۔

---

سلسلہ مولوں نظام الدین حسن صاحب نے اسے "ایل، ایل، الی، الی" بل مرحوم اس علامہ  
 (د) کو لفظ منہ کا خفیف بتاتے ہیں، اس طور پر کہ م و دونوں حذف کر دیتے  
 ہیں، میرے خیال میں یہ (د) ہے، چوں کہ پیش واؤ کی مختصر آواز کے لئے  
 آتا ہے، اس لئے یہ صورت قرار دی گئی۔

ایسے داؤ پر ۸ یہ علامت لکھی جائے یہ بجا فالتی کی بھی ہے جیسے خبر  
میں کا ہی داؤ یا نئے کو یا قبل فتح کہتے ہیں یہ یعنی ہی یا داؤ جس کے پہلے زیر  
ہے یا ما قبل فتح جب آخر میں آئے تو اولیٰ لکھی جائے جیسے شے تے ۔

جب کوئی حرف ہکر آواز نہ دیتا ہے تو بجائے دوبارہ لکھنے کے صرف ایک  
ہی بار لکھتے ہیں، مثلاً مدت کو آواز کے لحاظ سے بجائے مدت لکھنے کے دہر  
تشدید لکھ دیتے ہیں اور اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے جس حرف پر  
تشدید ہوتی ہے اس پر علامت تشدید کے زیر، زیر، پیش میں کوئی علامت  
ضرور ہوتی ہے، تاکہ پڑھنے میں زبان سے وہی آواز نکال جائے لیکن جب  
تشدید یا داؤ پہ ہوتی ہے تو لفظ کے پہلے جز کی حرکت کو گھمانا پڑتا ہے ورنہ  
لفظ صحیح اور نہیں جوتا، مثلاً نیر، اگر معمولی طور پر دونوں جزائی کے ساتھ  
الگ الگ پڑے جائیں (نیر) تو لفظ صحیح نہ ہو گا، اسی طرح ذاب و نیزہ  
الفاظ ایسے۔

جرم یا سکون (۸) سکون کے معنی فنا موشی کے ہیں جس پر یہ علامت  
ہوتی ہے یہ لکھتے ہیں اسے کوئی حرکت نہیں دیتے جب کسی حرف پر کوئی زیر،  
زیر، پیش نہ ہو، تو اچھے حرف کو ساکن کہتے ہیں، اردو میں ہر لفظ کا آخری  
حرف ساکن ہوتا ہے۔

معد (۹) الف جب کچھ کر بڑھتے یا پڑھتے ہیں تو اس وقت اس پر  
یہ علامت لگا دیتے ہیں، جیسے آہا یہ الف کو الف معدہ کہتے ہیں اردو کے  
معنی لہا کرنے یا کھینچنے کے ہیں۔

ہمزہ (۱۰) اسے غلطی سے حرف میں شامل کر لیا گیا ہے یہ درحقیقت  
ی، اور داؤ کے ساتھ دہی کام دیتا ہے جو معد الف کے ساتھ یعنی جہاں کی

آواز کھینچ کر نکالنی پڑے اور قریب (دڑی) کے چاہاں واڈ کی آواز معمولی سے بڑھ کر نکالی جائے۔ وہاں بطور علامت کے اسے لکھ دیتے ہیں یہ ہمیشہ کی یاد داڈ کے ساتھ آتا ہے جیسے کئی تین کھاڈل، الف مسدودہ شروع میں آتا ہے، اور بعض بی الفاظ میں درمیان میں بھی) لیکن ہمزہ بندی الفاظ میں ی یاد داڈ کے شروع میں آتا ہے، بعض جگہ یہ ی کا قائم مقام ہوتا ہے جیسے پائیال، کبھی علی۔

مخفف الف کی آواز دیتا ہے جیسے جنت۔ ایک ی پر جو آخر میں آتی ہے، لکھا درست نہیں جیسے رای، وائے، میں ا میں ی کی آواز کافی ہے، لیکن آئے، جائے، آئیے، جائے میں ہمزہ کا کف لازم ہے۔ کیونکہ اس قسم کے الفاظ میں بغیر کے تحریر میں صحیح تلفظ ادا نہیں ہوتا تنوین (ث) (۲) اس کے معنی نون کی آواز پیدا کرنے کے ہیں یہ صرف عربی آواز کے آخر میں آتی ہے، جب یہ علامت کسی حرف پر ہوتی ہے تو اس کے آخر میں نون کی آواز نکلتی ہے، جیسے نوراً، اتفاقاً۔ نسا بعد نسا جب نون کے ساتھ ذر کے آواز نکالنی مقصود ہوتی ہے تو وہ زیر لکھتے ہیں اور زیر کا آواز لکھنے کے لئے دو زیر اور پیش کے لئے دو پیش اور در میں زیادہ حرز بہ ہیں کی تنوین آتی ہے۔

زیر کی تنوین میں لفظ کے آخر میں الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں جیسے اتفاقاً، دنقلاً۔

اگر لفظ کے آخر میں پہلے الف ہو تو اس کے بعد بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں۔

جیسے ابتداء

نوٹ:- ان علامات کو اگر اب اس لئے کہتے ہیں کہ اہل عرب کی ایجاد

کچھ جانتے ہیں، اراپ سے یہ مطلب ہے کہ کسی پران میں سے کسی علامت کا لگانا انہیں حرکات بھی کہتے ہیں کیونکہ ان علامات سے آواز میں حرکت پیدا ہوتی ہے، چونکہ جزم سے سکون پیدا ہوتا ہے اس لئے پورا نام حرکات و سکنات ہے اراپ کا لفظ مختصر ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے جس حرف پر کوئی حرکت ہوتی ہے، اسے متحرک کہتے ہیں۔

۱۔ فارسی میں چند لفظ ایسے ہیں کہ ان میں داؤ ساکت ہوتی ہے یعنی تلفظ میں ظاہر نہیں کی جاتی، اسے داؤ معدوم کہتے ہیں، مگر یہ داؤ ہمیشہ رخ کے بعد آتی ہے، ایسے لفظ بہت کم ہیں، اردو یہ ہیں، خود خوش خوبے، خوش، خود خوردن (ادراس سے جو لفظ بنے ہیں) خواندن (ادراس سے جو لفظ بنے ہیں) لیکن خواب، خواہش، خواستن (ادراس سے جو لفظ نکلتے ہیں) خواہر خواجہ خوارزم (نام ملک) میں داؤ کی نصف آواز ظاہر ہوتی ہے، اس قسم کی داؤ کے بعد الف آتا، اگر بی بعض لفظ ایسے ہیں جن میں نہ پورا داؤ کا تلفظ ادا ہوتا ہے نہ پیش کا ان کی حالت بہت کچھ ان کے مشابہ ہوتی ہے لہذا ان کے صحیح تلفظ کے لئے اسی قسم کی داؤ کا استعمال مناسب ہوگا۔ اس قسم کی داؤ کے نیچے ایک چھوٹا سا خط کھینچ دیا جاتا ہے تاکہ امتیاز ہو سکے۔

۲۔ اردو میں بعض الفاظ ایسے ہیں جہاں داؤ بجائے پیش کے استعمال کی جاتی تھی۔ لیکن اب وہ متروک ہوتی جاتی ہے، مثلاً ادس (بجائے اس) پور پنہا (بجائے پنہنا) پورانا (بجائے پرانا) چورانا (بجائے چرانا) نکلتے تھے، اراپ بھی بعض لوگ لکھ جاتے ہیں۔

۳۔ (رن) کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک توجیب اس کی آواز پھڑکا ادا ہو۔

جیسے ہان گمان در صیان میں، دوسرے جب پورے طور پر ادا نہ ہو بلکہ کسی قدر ناک میں گنگنی سی آواز نکلے۔ ایسی حالت میں اسے نون فتنہ کہتے ہیں جیسے سماں کنواں، سانپ، اینٹ، ہنسنا وغیرہ میں۔ نون فتنہ جب آخر میں آتا ہے اس میں نقطہ نہیں دیتے، لیکن جب پہلے میں آتا ہے تو اس پر اٹا جزم لگانا چاہیئے۔ (۷)

۴۔ نون فتنہ کا استعمال زبان میں تمام طور پر ہے، اور یہ اکثر حروف کے ساتھ آتا ہے، جب پہلے میں آتا ہے تو اپنے پہلے حرف سے ملا کر ایک آواز پیدا کرتا ہے کہ، بھو، بھو، وغیرہ کی طرح ایک آواز معلوم ہوتی ہے، جیسے ہنسنا، کنوڑ وغیرہ

۵۔ بعض الفاظ میں ی بھی اپنے پہلے حرف کے ساتھ اس طرح ملا کر بڑی بات ہے کہ وہ دونوں ایک آواز معلوم ہوتے ہیں، جیسے کیا، کیا، کیاری، پیاری در صیان، چید نی، گیارہ، اس کا نام ہم نے پائے محدود رکھا ہے امتیاز کے لئے ایسی کے اوپر یہ (۷) نشان لگا دیتے ہیں۔

(۶) الف محدودہ تو وہ ہے جس کی آواز کھینچ کر نکالی جاتی ہے، جیسے آم میں۔ الف مقصورہ وہ ہے جس کی آواز ساوی ہوتی ہے، اور کھینچنا نہیں پڑتا جیسے (اب) میں، بعض عربی الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں الف ی کی صورت میں کئی جات تھیں، جیسے عقبنی اور دلوئی میں۔

۷۔ بعض فارسی حروف کے آخر میں ہ لگی ہوتی ہے، یہ اصل لفظ کا جز نہیں ہوتی، بلکہ زائد ہوتی ہے اس کا تلفظ زبر کا سا ہوتا ہے، گویا یہ اعراب

کا کام دیتی ہے، جیسے ہفتہ، روزہ ایسی ہ کو پائے مخفی کہتے ہیں۔

۸۔ ۶ بی زبان کے ایسے لفظ جن میں دوسرا حرف ح ساکن ہے اور اس کے پہلے حرف پر زبر ہو تو اردو بول چال میں زبر نہیں بولا جاتا، بلکہ اس کی آواز زبر اور زیر کے مابین ہوتا ہے جیسے احمد، محبوب، لکھنؤ اور شکر وغیرہ میں۔

۹۔ ۶ بی میں امتیاز خصوصیت کے لئے اسماء پر (ال) لگا دیتے ہیں بعض حرف ایسے ہیں کہ اگر ان کے پہلے ال آتا ہے تو تلفظ میں ..... ظاہر نہیں کیا جاتا اور لفظ کا ادل مشدد پڑھا جاتا ہے جن حروف کے شروع میں ال نہیں پڑھا جاتا، انہیں حرف شمی کہتے ہیں، یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ جب شمش کا پہلا ل لگایا جاتا ہے تو لام کی آواز تلفظ میں ظاہر نہیں کی جاتی، الشمس، جن حروف میں ل کی آواز تلفظ میں ظاہر کی جاتی ہے، انہیں حروف قمری کہتے ہیں، کیونکہ قمر پر جب ال لگائیں گے تو ل کی آواز ظاہر کی جائے گی (ال قمر) اس کا استعمال صرف عربی الفاظ کے ساتھ ہی ہوتا ہے چوں کہ اردو میں ایسے الفاظ اکثر آتے ہیں لہذا اس کی تصریح یہاں کر دی جاتی ہے۔

## حروف قمری

(جیسے الامان، سباش الاول، بے فیح البیان، ج، عبد الجلیل، ع  
عبد الحمی، غ، مراۃ الخیال، ع، نور العین، غ، اسد اللغات، ف  
سریع الفہم، ق، صادق القول، ک، بالکل، ل، اللواء، م، بیت المسار  
کتاب الواعظ، کا، نور البوس، ی، الیوم۔)

# شمسی حروف

و۔ مظهر الدین۔ یوم الدین ذر صاحب الذکر۔ ی۔ یار دن الہ شید،  
 ز۔ خلیفۃ الزمان، س۔ ظل السلطان۔ ش۔ الشمس، ص۔ الصبر  
 ض۔ الضالین۔ ط۔ جبل الطارق، ظ۔ الظاہر۔ ن۔ نور النورین  
 الزوم۔

۱۰۔ حروف سے جب الفاظ بنائے جاتے ہیں تو حروف ک تین صورتیں ہوتے  
 ہیں، ایک شروع میں، دوسری بیچ میں، تیسری آخر میں، بعض حروف ک تین  
 سے بھی زیادہ صورتیں ہوتے ہیں، مثلاً میم لفظ کے شروع میں، بیچے میں، اور  
 بیچ میں دو حالتیں ہیں، محمد، قرآن آخر میں، یہ میم میں، بعض حروف شروع  
 میں مل کر نہیں آتے یہ حروف ۱۰۔ د۔ ذ۔ ز۔ ن۔ و۔ ہیں۔ جب کسی لفظ میں  
 ان حروف کے بعد کوئی دوسرا حرف آتا ہو تو الگ پڑھنا پڑے گا، جیسے سورج  
 ایال، نذر، وغیرہ۔ جب ان حروف میں سے چند حروف مل کر لفظ بنتے ہیں تو  
 سب الگ الگ لکھے جائیں گے، جیسے ورد، دود وغیرہ  
 ۱۱۔ اردو قریر میں (شعر) فارسی کہا یہ عجیب بات ہے کہ الفاظ میں

حروف پورے نہیں لکھے جاتے بلکہ ہر حرف کے لئے صرف چھوٹا سا نشان بنا دیتے ہیں۔ اس طور پر الفاظ نہایت مختصر ہو جاتے ہیں، اختلاف دوسری بزرگ زبانوں کے لکھنے میں بہت طویل ہو جاتا ہے، امدت بھی زیادہ صرف ہوتا ہے۔ یہ طرز تحریر بہ نہایت شالیتہ اور ہندوب ہے۔ مختصر نویسی جس کا ادراج پورپ میں اب تھوڑے زمانے سے ہوا ہے وہ ہمارے یہاں صد ہا سال سے موجود ہے، ایک مشتاق لکھنے والا مصرع کی تحریر کو خوب قلم بند کر سکتا ہے، یہ خوب درحقیقت لائق تداود دوسری زبانوں کے لئے قابل رشک ہے۔

---

# فصل دوم

## حرف

حرف میں الفاظ سے بحث ہوتی ہے، الفاظ گفتگو میں آتے ہیں، اور اس کی نقل نکلنے میں کی جاتی ہے، لفظ جملے کا کم از کم جز ہوتا ہے، ہر لفظ کے کچھ نہ کچھ معنی ہوتے ہیں، جس کے اصل اور صحیح معنی بول چال یا جملے میں آنے سے معلوم ہوتے ہیں، بعض لفظ بے معنی یا اہل غی میں ہوتے ہیں، لیکن ان کا تعلق قواعد سے نہیں ہے، قواعد میں صرف ہا معنی الفاظ سے بحث کی جاتی ہے، لفظ کی کیفیتیں اور صورتیں مختلف ہوتی ہیں، کہیں اس کی حالت اور صورت کچھ ہوتی ہے اور کہیں کچھ، ہم بول چال یا لکھنے میں لفظ استعمال کرتے ہیں تو وہ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور بتاتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ وہ کیا کہیں بتاتے ہیں اور انکی کیا صورت اور حالت ہے اور اس لحاظ سے کہ ہمیں کیا کیا بتاتے ہیں اسکی وہ قسمیں ہیں، اول مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی رکھتے ہوں۔

دوم غیر مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی نہ رکھتے ہوں، جب تک کہ کسی دوسرے لفظ کے ساتھ مل کر نہ آئیں۔ مستقل الفاظ کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) اسم وہ لفظ ہے جو کسی جان دار شے یا کیفیت کا نام ہو۔

(۲) صفت وہ لفظ ہے جس سے کسی اسم کی کیفیت یا حالت معلوم ہو

- (۳۴) متبرکہ لفظ ہے جو بجائے اسم کے استعمال ہوتا ہے،  
 (۳۵) فعل جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے۔  
 (۳۶) تیز جو فعل یا صفت یا دسری تیز کے معنی میں کہ یا بٹھی پیدا کرے  
 یا اس کی کیفیت یا حالت بتائے،  
 غیر مستقل الفاظ کو حرف کہتے ہیں جن کی چار قسمیں ہیں (۱) ربط  
 (۲) عطف (۳) تخصیص (۴) مجانبہ :-
-

# ۱۔ اسم

اسم وہ لفظ ہے جو کسی کا نام ہو،  
اسم کا دو قسمیں ہیں۔

(۱) خاص (۲) عام  
خاص کسی خاص شخص یا شے یا مقام کا نام ہے، مثلاً ملاذ الدین کلکتہ  
گنگا۔

عام وہ اسم ہے جو ایکے قسم کے تمام افراد کے لئے فرداً فرداً استعمال  
ہو کے جیسے آدمی، گھوڑا، درخت، کتاب،  
اسم خاص

اشخاص کے اسم خاص میں کئی قسم کے جوتے ہیں، مثلاً۔

(۱) خطاب، نام جو بادشاہ یا سرکار دربار سے اعلیٰ درجی طور پر ملتا ہے،  
جیسے اقبال الدولہ، عساکر الملک۔

(۲) لقب ایک وصفی نام جو کسی خصوصیت یا وصف کی وجہ سے پڑ گیا۔  
جو جیسے مرزا نوشہ لقب ہے اسد اللہ خاں غالب کا، یا کلیم اللہ  
لقب ہے حضرت موسیٰ کا۔

(۳) عرف وہ نام ہے جو محبت یا حقارت کی وجہ سے پڑ جائے یا اسلم نام  
کا اختصار لوگوں کی زبان زد رہتا ہے، جیسے پنو، کلن، غرور۔

اچھے میاں۔

(۴) تخلص ایک مختصر نام جو شاعر نظم میں بجائے اصلی نام کے داخل کر دیتے ہیں، مثلاً غالب تخلص ہے مرزا اسد اللہ خاں کا، عاتق تخلص ہے، مولانا الطاف حسین کا۔

اس کے علاوہ مالک، دریاؤں اور پہاڑوں کے دیگر جغرافیائی اسماء اور علوم و فنون و امراض وغیرہ کے نام سب اسم فاعل ہوں گے۔  
بعض اوقات اسم فاعل اسم کی صفت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، جیسے رستم۔ عاتق وغیرہ۔ مثلاً یوں کہیں کہ وہ شخص اپنے دلت کا عاتق ہے، یا وہ رستم ہند ہے، یا فلاں شخص قیس یا فریاد ہے، یا وہ سعدی یا کالی داس ہے، ایسے موقعوں پر رستم سے بڑا پہلوان، عاتق سے بڑا سختی قیس، و فریاد سے بڑے عاشق سعدی اور کالی داس سے بڑے شاعر مراد ہیں، اردو میں اسم عام کی تین قسمیں ہیں،

(۱) عام نام (۲) اسم کیفیت (۳) اسم جمع۔

## اسم کیفیت

وہ ہے جس سے کسی شے یا شخص کی کوئی حالت یا کیفیت معلوم ہوتی ہو جیسے سختی، روشنی، صحت، جلن۔

اسمائے کیفیت دو چیزیں ظاہر کرتے ہیں۔

اول حالت جیسے صحت، غنیمت، رقتاب، سچ، جھوٹ۔

دوم وصف۔ کیفیت، غنا، درد، خوشی، مطالعہ۔

اسمائے کیفیت کیوں کہ بنتے ہیں۔

- (۱) بعض فعل سے بنے ہیں، مثلاً، چال، چین، گجراہٹ، لین دین۔
- (۲) بعض صفت سے بنے ہیں، مثلاً، نرمی، خوشی، کھٹائی، دیوانہ پن۔
- (۳) بعض اسم سے جیسے دوست سے دوستی، لڑکے سے لڑکھن۔
- (۴) اکثر عربی ہندی فارسی کے الفاظ اسائے کیفیت کا کام دیتے ہیں، جیسے صحت، حسن، حرکت، بل، کوشش، جوش۔
- (۵) ایک لفظ کا تکرار یا دو لفظوں کے ملنے سے جیسے، ہک، ہک، مہمان ہیں۔ جان پہچان، خوشگلو۔

## اسم جمع

بعض اسم الیے ہوتے ہیں کہ صورت میں تو واحد معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت کئی اسموں کا مجموعہ ہوتے ہیں، جیسے فوج، انجمن، قطار، جھنڈا، اس قسم کے اسم کو جمع کہتے ہیں اور

# لوازم اسم

ہر اسم میں خواہ وہ کسی قسم کا ہو، چند خصوصیات کا پایا جانا لازم ہے مثلاً وہ واحد ہو گا یا جمع، مذکر ہو گا، یا مؤنث۔ وہ خود کسی کام کا کرنے والا ہو گا، یا دوسرے کے کام کا اثر اس پر ہو گا چونکہ یہ باتیں ہر اسم میں لازمی طور سے پائی جاتی ہیں، ہم نے اس لئے ان کا نام لوازم اسم رکھا ہے۔ یہ تین ہیں،

(۱) جنس (۲) تعداد (۳) حالت۔

## (۱) جنس

جنس سے مراد اسماء کا مذکر و مؤنث سے ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں، ایک حقیقی دوسری غیر حقیقی (یا مصنوعی) حقیقی دنیا میں جنس کی طرف دو ہی قسمیں ہیں، یعنی نر (مذکر) مادہ (مؤنث) یہ تقسیم جانداروں کے لحاظ سے کی گئی ہے، اور ان میں تذکیر و تانیث کی تیز کچھ مشکل نہیں ہے، جان چیزوں میں تذکیر و تانیث کو لانا ہرگز نہیں ان میں نر و مادہ میں سے کسی کا اطلاق نہیں ہو سکتا، یہ تو حقیقی دنیا کا حال ہے، لیکن زبان کی دنیا اس سے الگ ہے۔ کسی میں جنس کا تین قسمیں ہیں کسی میں دو اور بعض ایسی خوش قسمت ہیں کہ ان میں سرے سے یہ جھگڑا ہی نہیں۔

یعنی مذکر مونث اور تیسری قسم بے جان اشیاء کی ساری زبانوں میں صرف دو ہیں مذکر اور مونث۔ جانداروں میں قدرتِ طبعی کے نزدیک نر اور مادہ کا امتیاز ہے، اس قسم کو حقیقی کہا گیا ہے لیکن جن زبانوں میں تیسری قسم نہیں ہے وہاں تمام بے جان اشیاء حتیٰ کہ خیالات کے ساتھ بھی تذکیر و تانیث کا طرز لگایا ہے چونکہ قدرت کے خلاف ہے اس لئے اس کا نام غیر حقیقی یا معنوی رکھا گیا ہے اور تذکیر و تانیث کے لحاظ سے دوسری قسم میں ہے۔

سنسکرت میں جنس کی تینوں صورتیں ہیں، یعنی مذکر اور مونث اور تیسری وہ صورت جو کہ نہ مذکر ہے نہ مونث اس طرح پاکرت میں بھی تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں، لیکن جدید زبانوں میں جو زیادہ تر پاکرت سے پیدا ہوئی ہیں صرف گجراتی اور مرہٹی ایسی زبانیں ہیں جن میں جنس کی تین صورتیں ہیں مذکر، پنجابی، ہندی، اور اردو میں صرف دو ہیں یعنی مذکر اور مونث پنجابی اور اردو کی عام بول چال میں جنس کا کوئی لحاظ نہیں ہے، سوائے ان الفاظ کے جو کہ ٹیٹ سنسکرت کے داخل کر دیئے گئے ہیں، اور جن کی جنس یہی باقی ہے۔ جو سنسکرت میں تھی۔ لیکن ان تینوں زبانوں یعنی سندھی، پنجابی، ہندی یا اردو میں سندھی ایسی زبان ہے جس کے تمام اسماء کا جو آخر حرف علت ہوتا ہے اور اس لئے جنس کی تیسرا ساں ہے، لیکن باقی تین زبانوں میں یہ امتیاز ہی آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

لیکن ان سب زبانوں میں بڑی بھاری بھر کم، قوی اور عظیم الشان اشیاء مذکر ہیں اور چھوٹی، کم زور اور ہلکی بھلی چیزیں مونث یہاں تک کہ جب اصل لفظ مذکر ہے اور اس کی چھوٹی کمزور یا ہلکی صورت بیان کرنی مقصود ہوتی ہے

تو سنسکرت ہندوستان کی قدیم علمی زبان تھی، اور بہ اکثریت عوام کی بول چال۔

تو اسے مونث بنایا جاتا ہے۔ اور اسی طرح جب اصل لفظ مونث ہے اور اسے بڑی، بھاری پھر کم صورت میں لانا مقصود ہوتا ہے تو اسے مذکر بنا لیتے ہیں۔ مثلاً سنکرت میں اصل لفظ رشم، لکھا اس سے ہندی رشا بنا، یہ دونوں مذکر ہیں، اس کی چھوٹی اور کمزور صورت رشی ہے، سنکرت گوڑا لکھا ہندی میں گول یا گوبنا، یہ دونوں مذکر ہیں، اس کی چھوٹی اور کمزور صورت گولی بنائی گئی ہے جو مونث ہے، اس طرح پگ سے پگڑی بنی جو مونث ہے، اس سے پگڑ بنا جو مذکر ہے، اور بڑی پگڑی کے معنوں میں آتا ہے۔

یہ آخری (معروف) عام طور پر تانیث کی علامت ہے اور آخری الف علامت تذکیر یہاں تک کہ بنگالی اور اڑیا میں جہاں تک تذکیر تانیث کا چندان لحاظ نہیں ہے، تصغیر و تکبیر کا اختیار انہیں علامتوں سے کیا جاتا ہے اگرچہ یہ ایک عام قاعدہ ہے، لیکن زبان میں ایسے الفاظ بہت کم ہیں، جن کے آخر میں ی معروف یا الف ہو، ایسی صورت میں صرف اہل زبان کی تقلید کرنی پڑتی ہے، اردو زبان میں تذکیر و تانیث کا معاملہ بہت بڑھ چلا ہے اور ایسے قواعد کا وضع کرنا جو سب صورتوں پر عادی ہوں بہت مشکل ہے، اس میں شک نہیں کہ بے جان اشیاء کی جو تذکیر و تانیث قرار دی گئی ہے اور اس میں مزد کسی خیال یا اصول کی پابندی کی گئی ہے، لیکن ہر لفظ کا اصل کاپہ ملانا اور جن اسباب نے اس کی تذکیر و تانیث قرار دینے میں اثر ڈالا ہے، اس پر غور کرنا آسان کام نہیں ہے، ایسی صورت میں ہم صرف اس قدر کر سکتے ہیں کہ تذکیر و تانیث کے امتیاز کے مختلف قواعد کسی قدر تفصیل سے لکھ دیں تاکہ ان کی شناخت میں کچھ بہولت ہو، زیادہ تر دقت اسی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے کہ ہندی کے الفاظ سنکرت اور پراکرت سے آئے ہیں لیکن ان میں بہت کچھ

تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔ خصوصاً لفظ کا آخری حرف یا تو گر گیا ہے یا بدل گیا ہے۔ حالانکہ تذکیر و تانیث کا دار و مدار اسی پر ہے۔

### جانداروں کی تذکیر و تانیث

ادد، اود و سری ہندی زبانوں میں جان دار اور بے جان سب ہی میں تذکیر و تانیث کا لحاظ ہوتا ہے، البتہ جانداروں میں یہ آسانی ہے کہ ان کی تذکیر و تانیث کا امتیاز آسان ہے۔ بے جان اشیاء میں چونکہ کوئی بھی علامت تذکیر و تانیث کی نہیں ہوتی، اس لئے دشواری ہوتی ہے اگرچہ جانداروں کے لئے لفظ ہر کسی قاعدے کے ہمان کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ ان کی تذکیر و تانیث قدرتی اور حقیقی ہے، لیکن قواعد میں الفاظ سے بحث ہوتی ہے، علاوہ اس کے جانداروں کی تذکیر و تانیث بھی قطعی قاعدوں کے تحت میں نہیں آتی۔ ان میں بھی مستثنیات ہیں دوسرے مذکور الفاظ جن سے حروف بنائے گئے ہیں، وہ بھی زیادہ تر سہلی ہیں، جن میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے اس لئے ان کے متعلق بھی قاعدوں کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ جن ہندی الفاظ کے آخر میں الف ہو گا، وہ مذکور ہوں گے، جیسے گھوڑا، لاکا۔

اس میں فارسی و عربی کے وہ لفظ بھی آجاتے ہیں جن کے آخر میں، (ا) یا (ہ) ہوتی ہے، جیسے بندہ، خدا، خواجہ، سقاء۔  
لیکن عربی کے بہت سے ایسے لفظ ہیں جن کے آخر میں (ہ) تانیث کی ہوتی ہے، اردو میں مستعمل ہیں، جیسے والدہ، ملکہ، سلطانہ۔

نیز ہندی کے وہ لفظ جن کے آخر میں دیا، تانیث کی علامت ہوتی

ہے، اس قاعدے سے مشتق ہیں جیسے ہڑھیا، چڑیا، بندر یا۔

۲۔ جن ہندی الفاظ کے آخر میں یا نے معروف ہوتا ہے وہ مونث ہوتے ہیں۔ جیسے گھوڑی۔ لڑکی۔

لیکن ایسے پیشہ وردوں کے نام جن کے آخر میں (ی) معروف ہوتا ہے۔ اس سے مشتق ہیں جیسے مالی، موچی، دھوبی، گھوسی، قیل، پجاری، قبولی۔

یادہ الفاظ جن کے آخر میں یا نے نسبتی ہوتا ہے۔ جیسے پنجابی، بنگالی، پساڑی۔

اسی طرح بعض عربی کے الفاظ جیسے قاضی، منشی وغیرہ پر سب اس قاعدے کے تحت میں نہیں آتے۔

۳۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ مذکر کے آخری ۱۱ یا ۱۲ کو ی معروف سے بدل دینے سے مونث بن جاتا ہے، یا جہاں پیشہ وردوں کے نام کے آخر میں ی (معروف) ہوتا ہے، اگر اسے (ن) سے بدل دیا جائے تو وہ مونث ہو جاتا ہے، لیکن جہاں آخر میں الف یا ی نہ ہو تو وہاں شکل بدلتی ہے، اس لئے جس طرح سے زبان تذکرے سے مونث بنے ہیں خواہ آخری حرف کے بدلنے سے یا کسی لفظ کے بڑھانے سے ان میں سے اکثر کو آگے الگ الگ لکھ دیا گیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

۴۔ ان میں تذکرہ تانیث کی دو صورتیں ہیں: اول مذکر اور مونث کے الگ الگ الفاظ ہیں، ایک کو دوسرے سے بظاہر کچھ تعلق نہیں جیسے بیل مذکر لگنے مونث، دوم آخر علامت کے بدلنے یا آخر میں کسی حرف یا حرف کے اضافے سے مونث بنایا جاتا ہے۔ ان کی مثالیں نیچے لکھی جاتی ہیں۔

مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث
باپ	ماں	غلام	بانڈی
سیاں	بی بی	نواب	بیگم
بیل	گائے	خضم یا خاندن	جورد

## ۲۔ مختلف علامات کے ساتھ

(۲) مذکر کے آخر کا الف یا ہ مؤنث میں ی (معروف) سے بدل دی جاتی ہے جیسے:-

لڑکا	لڑکی	کانا	کانی
بیٹا	بیٹی	اندھا	اندھی
بچھڑا	بچھڑی	ٹھوڑا	ٹھوڑی
بکرا	بکری	شاہ زادہ	شاہ زادی
بندہ	بندی (بانڈی)	چونٹا	چونٹی
مرغا	مرغی	بھانجا	بھانجی
بیتجا	بیتجی	چچا	چچی
پھوپھا	پھوپھی	ٹھوڑا	ٹھوڑی
لھلا	لھلی	بھرا	بھری

۱۔ بانڈی کا لفظ صرف غلام عورت کے معنوں میں آتا ہے اور (ہندو) کا لفظ عورتیں بجائے فنیہ متکلم واحد کے بولتی ہیں، جیسے مرد بندہ کا لفظ استعمال کرے ہیں۔

(ب) آخر میں پائے معروف کے بڑھانے سے۔

ہرین	ہرن	برہمنی	ہرین
کبوتری	کبوتر	پٹھان	پٹھان
لوہاری	لوہار	نقیری	نقیر
سناہک	سنار	چماک	چمار
		سمان	سامن

(ج) مذکور کے آخر حرف کو (ن) سے بدل دینے سے یا آخری حرف

کے آگے (ن) بڑھانے سے جیسے :-

نائن	نائن	مراسن	مراسی
جوگن	جنگ	کنہرن	کنہرا
گوالن	گوالا	مٹگن	مٹگی
پارمن	پارسی	فرنگن	فرنگی
گھوسن	گھوسا	بہن	بھان
سپونن	سپولیا	عجن	عاجی
چھوہرن	چوہری	ددہن	دربہا
ہانگن	ناگ	گاردن	گارد

(د) آخر حرف کو صفت کر کے یا بلا صفت (نی) یا (نل) کے اضافے سے

شیر	شیرن	شیرن	شیرن
-----	------	------	------

۱۷۰ حیدر آباد کن میں مستقل ہے، یعنی وہ عورتیں جو بچوں میں مردہا پیوں  
کو کام دیتی ہیں، یعنی نلما قنیاں ۔

بنیا	بنین	استاد	استادہ
ادٹ	ادٹنی	ہاتھی	ہتھی
رائے	رائی (راجہ)	فقیر	فقیرنی
ڈوم	ڈومنی	جھیل	جھیلانی
ڈاکٹر	ڈاکٹرنی	مخل	مخلانی
بھوت	بھوتنی	دہد	دہدانی
جن	جناتنی	بہتر	بہترانی
پندت	پندتانی	شار	شارنی
سور	سورنی	سود	سودنی

نوٹ سے نوٹ اف سونٹ آتا ہے، لیکن عقادت کے موافق پہلے ہیں۔  
 (۱) بعض اوقات اخیر حرف میں کچھ تبدیلی کے بعد یا بغیر تبدیلی کے  
 (۲) اضافہ کرنے سے سونٹ بنتا ہے، جیسے۔  
 کتا کتیا  
 چرچا چرچا  
 بندر بندر  
 گدھا گدھا

۱۔ مذکر کی وال صفت کر دی گئی۔  
 ۲۔ ہاتھی کا الف اد دی، دونوں صفت ہو گئے ہیں، یہ لفظ ہاتھ  
 سے نکلا ہے سونڈ بھائے ہاتھ کے ہی گئی ہے۔  
 ۳۔ یہاں سونٹ دا ص مذکر سے نہیں بلکہ جمع مذکر سے بنا ہے،  
 ۴۔ جان صاحب کا شعر ہے  
 چھوڑے شاعر نے ہوں گے بڑے میری کوئی زبان لا کورزا کو سادوں ساز لیر کو  
 یہ استعمال مزا کا کیا گیا ہے۔

چڑا

چڑیا

۵۔ بعض غیر زبانوں کے مذکورہ مؤنث بعینہ لہود میں مستعمل ہیں مثلاً  
 بیگ مذکور، بیگم مؤنث، خان سے خانم (ترکی) ہے یا زلی کے الفاظ  
 خلا سلطان سے سلطانہ ملک سے ملک و خاتون و آتون بھی ترکی لفظ ہیں جو مؤنث ہیں؛  
 ۶۔ بعض اوقات مذکور اسم خاص سے بھی مؤنث بتائیے جیسا کہ اسیر

کریم	کریمین	اندر	نورن
محمد	محمدی	امای	اماسن
مراد	مرادین	نغیب	نغیبین

بعض اوقات اسمائے خاص میں حرف داؤ کے بھول دسرف ہونے  
 سے مؤنث مذکور کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ داؤ دسرف سے مذکور اور بھول سے  
 مؤنث

مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر	مؤنث	مذکر
بجو	بجو	دامو	دامو	بدلو	بدلو
نجو	نجو	کلو	کلو		

بعض اسمائے خاص عورت مرد کے لئے یکساں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے

گلاب، احمدی وغیرہ

۷۔ عورتا مؤنث مذکور سے بنتا ہے لیکن بعض شکلائے بھی ہیں جو مؤنث سے  
 بنتے ہیں۔ جیسے بینا، عینس سے رتھو، رائڈ سے، بلا، بلی، سسر یا سسر  
 ساس سے۔

۸۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جو صرف مذکور استعمال ہوتے ہیں اور ان کا مؤنث

نہیں آتا اور بعض صرف مونث استعمال ہوتے ہیں اور مذکر ان کا نہیں آتا  
 مثلاً چیل، لیلے، مینا، جیل، فاختہ، لومڑی غیر ذی العقول میں رند  
 کسی ہڑنگی، ڈانن، چڑیل، بیدہ، سوت، سہاگن وغیرہ ذی العقول  
 میں مونث استعمال ہوتے ہیں، طوطا، کوا، اژدہا، تیندال، باز، الو، ہیتا  
 وغیرہ غیر ذی العقول اور بھانڈ، بھڑوا، بھڑا وغیرہ ذی العقول میں مذکر ہیں،  
 ۹۔ چھوٹے چھوٹے جانوروں میں اکثر صرف ایک ہی جنس مستقل ہے، مثلاً  
 مکی (مونث) جینگ (مذکر) پھیل (مونث) اچھوند (مونث) کچھوا  
 (مذکر) بھڑ (مونث)

۱۰۔ اکثر اوقات الفاظ کے ساتھ زائد مادہ کا لفظ لگا کر مذکر اور مونث بنا  
 لیتے ہیں مثلاً مادہ خر، نرگاڑ، یا پتے کا مادہ، مادہ خرگوش وغیرہ  
 ۱۱۔ بعض اوقات مذکر لفظ مونث کے لئے بھی استعمال کر جاتے ہیں مثلاً بیٹی  
 کو ماں پیاد سے کہتی ہے : نہ بیٹا ایسا نہیں کرتے۔

۱۲۔ بعض لفظ مشترک ہیں، دونوں کے لئے آتے ہیں، مثلاً بچے کا لفظ۔ یا  
 گھوڑی کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ اچھا جانور ہے۔

۱۳۔ جن ہندی الفاظ کے آخر میں الف یا ہ ہوتا ہے، مونث میں یائے  
 معرف سے بدل جاتے ہیں، مثلاً لڑکا سے لڑکی، اسی طرح فارسی الفاظ  
 بھی جوار و دو میں عام طور پر استعمال ہونے لگے ہیں اسی قاعدے میں  
 آجاتے ہیں مثلاً شاہزادہ سے شاہزادی، بے چارہ سے بے چاری  
 بندہ سے بندی، حرام زادہ سے حرام زادگی وغیرہ۔

## بے جان کی تذکیر و تانیث

بے جان اسماء کی تذکیر و تانیث قیاسی ہوتی ہے یعنی الفاظ کی تذکیر اور تانیث ایک دوسرے دوسرے دوسرے کو یا ایک نسل سے دوسری نسل کو اور فنا درد ایسا پہنچتی ہے اور جس طرح پہنچتی ہے دیتے ہی بول جاتا ہے اگرچہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ خاص درجہ سے بعض الفاظ میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو گیا ہے جو پہلے مذکور تھے اب مونسٹ ہیں اور جو مونسٹ تھے اب مذکور ہوئے جاتے ہیں لیکن عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ نسل بعد نسل جس طرح یہ الفاظ پہنچتے ہیں دیے ہی بولے جاتے ہیں۔ تاہم جہاں تک ممکن ہو سکا ہے ذیل میں چند قاعدے بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) اکثر اوقات وہ الفاظ (خصوصاً ہندی اور پنجابی) یعنی مخلوط سنسکرت

کے جن کے آخر یا ہ ہوتے ہیں یا فارسی کے وہ لفظ جن کے آخر میں ہ الف کی

آواز دیتی ہے، مذکور ہوتے ہیں مثلاً ڈبا، گھڑا، ڈبڑا، حقہ، پیشہ، ہفتہ

جو ہبادیفرہ لیکن اس میں مستثنیٰ بھی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(الف) تمام ہندی اسمائے تصغیر جن کے آخر یا ہوتا ہے مثلاً چڑیا، ڈبیا

ڈبیا، ٹھلیا وغیرہ۔

(ب) تمام عربی کے سوائے الفاظ جس کے آخر میں ہوتا ہے جیسے ادا،

تفہ، حیا، رضا، خطا وغیرہ۔

(پ) عربی کے بعض اسماء جو علی کے وزن پر ہوتے ہیں جیسے عقبنی۔

(۵) بعض ہندی لفظ جو ت سا یعنی خالص سنسکرت کے ہیں کیونکہ سنسکرت

میں اعلاست تانیث بھی ہے مثلاً پوجا، بیجا، ماتا، پردا، بچوا، بھاگا، ستیلا

گھٹا، گھٹیا، اگھا، مانہ، سھا، جٹا، جھا، گھا، گھٹا۔



تصنیف مؤنث ہے کیوں کہ جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے، ایسے ہی سحر فی لفظ مؤنث جوتے ہیں، لیکن رکب ہونے کی حالت میں معاف یا موصوف کی تذکیر تانیث پر کتاب کی تذکیر تانیث منحصر ہوگی، مثلاً بوستان، گلستان، پریم ساگر، دامن مؤنث ہیں مگر حکایت سوداگر مؤنث اور قصہ حلیمہ دانی مذکر ہے۔

(۱) اسی طرح غمازوں کے نام مؤنث ہوتے جاتے ہیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب عشا۔

(۱۱) ہندی حاصل مصدر یعنی وہ اسمائے کیفیت جو مصدر سے بنائے جاتے ہیں، اور اکثر اسمائے کیفیت جو اسی وزن پر ہوں مؤنث ہوتے ہیں۔  
جیسے۔

پکار۔ پشکار۔ پھنکار، بھنکار۔ پگھلاؤ۔ دھیرہ۔ اتلا، بگاڑ  
مستثنیٰ ہیں۔

پھلن۔ ڈھڑکن، کھرچن، چیخ۔ ٹپ۔ اتارن دھیرہ البتہ ملن  
مستثنیٰ ہے۔

بنادٹ، کھبادٹ، نیلا ہٹ، گھبراہٹ دھیرہ  
ہلک، ردک، چوک، جھلک، چمک، بھڑک، دھیرہ  
لوٹ کھسوٹ، جھوٹ۔

مٹاس کھٹاس، پیاس دھیرہ

ٹھکان، (تکاؤ)، پھپھان، ڈھکان، اٹھان، دھیرہ

البتہ برہماؤ، بچاؤ کے وزن پر جو حاصل مصدر آتے ہیں وہ سب  
مذکر ہوتے ہیں، دباؤ، بچاؤ، یٹاؤ، لگاؤ، اٹکاؤ، لداؤ، بھاؤ دھیرہ  
دوسرے اسمائے کیفیت اور الفاظ جو اس وزن پر آتے ہیں وہ بھی

مذکورہ ہوتے ہیں جیسے: بھاؤ، بھاؤ، الاؤ۔

اسی طرح وہ اسمائے کیفیت جو اسم یا صفت کے آخر میں 'ہن' لگانے سے بنتے ہیں مذکور ہوتے ہیں، مثلاً: بھین، لڑکین، دیوانہ پن وغیرہ۔  
ہندی کے وہ الفاظ جن کے آخر میں بھول، پاؤں (دراؤ بھول) ہوتا ہے انٹر مونٹ ہوتے ہیں جیسے باؤ، چھاؤ، جوکھوں، بھول، سول، سرسول، کھڑاؤ وغیرہ۔

(۱۲) حروف تہجی میں، ب بعد پ پھونکے ہوئے ج جھ جھج جھج خ ذر زڑ زڑ ظ ظہ دی مونٹ ہیں، جیم اور یم مختلف ہیں۔

(۱۳) ہندی مصدر مذکور استعمال ہوتے ہیں جیسے اس کا مناسب کو شاق گذرا لیکن جب مونٹ لفظ سے متعلق ہوتا ہے تو اس کی صورت بھی مونٹ ہو جاتی جیسے طر بات کرنی مجھے مشکل کہی ایسی تو دتھی، اہل کھنڈ ہر حال میں مصدر کو مذکور کہا جوتے ہیں اور کہتے ہیں۔

(۱۴) وہ کچھ اسمائے کیفیت جن کے آخر میں ت ہوتی ہے، مونٹ ہوتے ہیں جیسے ندامت، عنایت، محبت، شفقت، شوکت، رحمت وغیرہ۔

(۱۵) جو وہ الفاظ افعال، انتقال، افعال، استفعال، تفاعل اور تفاعل کے اوزان پر آتے ہیں، وہ مذکور ہوتے ہیں۔

وزن افعال :-

جیسے اکرام، اختلاف، انعام، غیظ، شتا، شتا، افراط، ایذا، امداد، احتاج، اصلاح۔

بر وزن، افعال جیسے اختیار، اعتدال، اضطراب، اقتدار وغیرہ  
باشناسائے اجداد، اختیار، احتیاط، احتیاج، اطلاع، اشتہار

## اصلاح۔

بر وزن، استفعال جیسے استغناء، استثناء، استقلال، استغناء وغیرہ  
باستثنائے استعداء، استعداء، استعداد، استغفار۔

بر وزن الغال جیسے انکسار، انقلاب، انحراف وغیرہ  
بر وزن کفعل۔ جیسے توکل، تکلف، تعصب، تغیر، قبل وغیرہ باستثنائے  
توقع، توجہ، تمنا، ترشح، تفرع، تہجد۔

بر وزن تفاعل جیسے تفاعل، تنازع، تلاطم، وغیرہ باستثنائے تواضع  
بر وزن، تفاعل جیسے تذکرہ، تجرّب، تصفیہ، تخلیہ وغیرہ۔

(۱۶) محو الی الفاعل کے وزن پر آتے ہیں وہ مذکور ہیں جیسے مجادل، مشاہدہ  
معاظہ، مناظرہ وغیرہ۔

لیکن یہی الفاظ یا دوسرے الفاظ جب مفاعلت کے وزن پر آتے ہیں تو  
مؤنث ہوتے ہیں، جیسے مفاعلت، معاضمت، میشارکت وغیرہ۔ یہی حال تفعّل  
اور تفعّف کا بھی تربیت، تقویت وغیرہ مؤنث ہیں، تفعّل کی مثالیں لکھی  
جا چکی ہیں۔

(۱۷) تمام عربی الفاظ تفعیل کے وزن پر مؤنث ہوتے ہیں، جیسے تخریب، تخریر  
وغیرہ باستثنائے تعویذ۔ لیکن یہ تفعیل کے بعد ہائے ہوز آتا ہے تو،  
وہ الفاظ مذکر ہو جاتے ہیں، جیسے تخمینہ، تعلیف وغیرہ

(۱۸) نیز وہ الفاظ عربی و فارسی جن کے آخر میں ہاء اضافی ہوتا ہے  
اکثر مذکر ہوتے ہیں، جیسے فخر، رخصت، رعد، طرہ، شیشہ، آئینہ، پیمانہ  
وغیرہ باستثنائے دفعہ، توبہ۔

(۱۹) عربی لفظ کے ظرف مذکر ہوتے ہیں، جیسے مکس، سکن، مقام، شرق، مغرب

دغیرہ۔ باستثنائے مجلس۔ محفل۔ مسطر۔ مسجد۔ مجال۔ سند۔  
دغیرہ۔

(۲۰) اسمائے الابدوزن مفعول اکثر مؤنث ہوتے ہیں۔ جیسے مقرأض، میزان، وغیرہ  
باستثنائے معیار، مقیاس۔

لیکن بردزن مفعول اکثر مذکر ہوتے ہیں۔ جیسے منبر، معقل، وغیرہ۔ باستثنائے  
مشعل، مگر بردزن مفعول ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں، جیسے منطقہ۔ معقلہ۔  
وغیرہ۔

(۲۱) تمام فارسی حاصل مصدر جن کے آخر میں شش ہے، مؤنث ہوتے  
ہیں۔ جیسے دانش، خواہش، بخشش، وغیرہ جو ش، نوش، فردش، ششک ہیں۔

(۲۲) مرکب الفاظ جو دو لفظوں سے مل کر بنتے ہیں خواہ بلا حرف عطف یا مع  
حرف عطف ان کا تذکیر و تانیث میں بھی اختلاف ہے،

۲۔ جو لفظ دو افعال یا ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنتے ہیں وہ اکثر مؤنث  
ہوتے ہیں، جیسے آمد و رفت، نمود و کوہ، نشست و برخاست، شوش و قطعیہ، پرہ  
تراش فراش، تک و در، آمد و شد، خرید و فروخت، یاد و ہاش۔  
دار و گیر۔ شکست و عینیت، داد و ہش، کم و کاست، باستثنائے  
سوز و گداز، بند و بست، ساز و باز۔

(ب) اگر ان میں ایک مؤنث اور دوسرا مذکر ہے مگر حرف عطف  
یا بلا حرف عطف، تو فعل کی تذکیر و تانیث آخری لفظ کے لحاظ  
سے ہوگی، جیسے آب و ہوا۔ قلم و دوات، آب و غذا۔ آب و گل،  
کشت و خون، تاخت و تاراج۔ حمایت نامہ۔ سالار منزل، خلوت  
فانہ وغیرہ، ہیچ و تابہ سہلٹی ہے، مگر جب دو لفظ مل کر ایک

فام معنوں میں آئیں تو یہ لحاظ نہیں رہتا۔ جیسے گل شکر۔  
 ج۔ جب دونوں جز مذکور ہوں تو مذکور اور دونوں جز مؤنث ہوں  
 تو لفظ مؤنث ہوگا، جیسے آب درنگ، آب دانا، آب رنگ۔ گل قند  
 مذکور استعمال ہوتے ہیں، آب دنا بہ جستجو۔ گفتگو مؤنث ہیں، مگر  
 شیر برنج مستثنیٰ ہے، حالانکہ دونوں جز مذکور ہیں، لیکن پھر بھی مؤنث  
 ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ فرقہ اور کیردون مؤنث ہیں، لہذا  
 شیر برنج بھی ان کا مترادف ہونے کی وجہ سے مؤنث ہی استعمال ہونے  
 لگا۔ نیشکر جس کے دونوں جز مؤنث ہیں مذکور آتا ہے، اس لئے  
 کہ گنے کا مترادف۔ چونکہ گنا مذکور مستقل ہے، اس لئے نیشکر بھی  
 مذکور ہونا چاہئے لگا۔

(۲۳)۔ جن الفاظ کے آخر میں بند، آب (سوانے جہتاب کے جس کے  
 معنی ایک قسم کی اُتش بازی کے ہیں) بان، دان، ستان، سارا راز  
 ہوتا ہے، وہ اکثر مذکور ہوتے ہیں، جیسے سیدہ بند، پاسہان، گلاب  
 چھوان، گلستان، بوستان، باستان، نام کتب حروف  
 کوہبار، لالہ زار وغیرہ۔

(۲۴) جن الفاظ کے آخر گاہ۔ لگا ہوتا ہے، وہ مؤنث ہوتے ہیں،  
 جیسے تعلیم گاہ، ہند گاہ، قیام گاہ وغیرہ۔

(۲۵) بعض الفاظ ایسے ہیں جو بعض معنوں میں مذکور ہیں اور بعض  
 معنوں میں مؤنث ہیں۔

دوپہر۔ جب دن کے فاصلہ وقت کے لئے آتا ہے جبارہ بچے جوتا ہے) تو  
 مؤنث ہے۔ جیسے دوپہر دھل گئی۔

دوپہر :- یہ معنی دو ساعت مذکور ہے جیسے مجھے انتظار کرتے کرتے دوپہر ہو گئے ۔

گزر (مذکور) گزرنے کا حاصل مصدر ہے ۔ جیسے میرا گذر دہاں ہوا ۔  
 گزر (مونث) یہ معنی گزرتا ہوا ہے اس میں میری گزرتا نہیں ہوتا ۔  
 تکرار بحث اور جھگڑے کے معنوں میں مونث جیسے میری اس سے تکرار ہوئی ۔  
 تکرار کسی لفظ کے مکرر آنے کے معنوں میں مذکور ہے جیسے اس لفظ کا تکرار فصیح نہیں ۔

آب پانی کے معنی میں مذکور ۔  
 آب صفائے یا چمک کے معنوں میں مونث جیسے سورتی کی آب ۔  
 مد مدح جہت جیسے دریا کا مد ۔  
 مد جب اس خط کے معنوں میں ہم جو حساب میں کا عرضی پر کھینچا جاتا ہے ، تو مونث ہے ، بعض نے مذکر ہی لکھا ہے ۔  
 مد حساب کے فیصلے کے معنوں میں مونث جیسے روپہ کوئی مد سے دیا جائے ۔

مد الف ممدودہ کا نشان مذکور ہے ،  
 ترک (لڑائی) یہ معنی دست برداری مذکور ہے ،  
 ترک (مونث) صفحہ کے آخر میں آئندہ صفحہ کی عبارت کا پہلا لفظ جو اس عرض سے لکھ دیا جاتا ہے کہ درتوں کے ملنے میں آسان ہو ۔

” ترک ترک اک اک جزو کی دو دوپہر ملتی نہیں “ اسیر

عرض طول کی ضد ، مذکور جیسے اس مکان کا عرض

حرف	بہ معنی التماس، مؤنث، جیسے، میری یہ عرض ہے
کف	جھاگ کے معنوں میں مذکر۔
کف	تکڑے یا، پتھریلی کے معنوں میں مختلف فیہ۔
تاک	تاکنا سے اسم مؤنث ہے۔
تاک	انگور کی پیل کے معنوں میں مذکر۔
آہنگ	نقد کے معنوں میں مذکر۔
آہنگ	آواز کے معنوں میں مؤنث۔
تال	تالاب کے معنوں میں مذکر
تال	وزن موسیقی کے معنوں میں مؤنث۔
نال	بندوق کی نالی مؤنث۔
نال	ناف کے معنوں میں مختلف فیہ
نال	گھاس، خیرہ کی ڈنڈی مؤنث۔
تال	لکڑی یا پتھر کا کنڈا، جو پہلوان اٹھاتے ہیں مذکر۔
بیل	ایک خاص پھل کے معنوں میں مذکر
بیل	باقی سب معنوں میں مؤنث
مغل	بہ معنی مانند، مذکر۔
مغل	کافیات مقدمہ، مؤنث
گلن	بہ معنی ظرف، یعنی طاس، شمع، مذکر
گلن	بہ معنی لگاؤ، مؤنث۔
مغرب	بہ معنی مقام خراب، مذکر۔
مغرب	بہ معنی دقت، خام، مؤنث

(۲۵) عربی الفاظ کی جمع جب عربی قواعد کے تحت آتی ہے تو اس کو تکبیر تانیث میں صرف یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو حالت واحد کہے جمع کی ہوگی۔ مثلاً شے مجلس اور مسجد مؤنث ہیں تو ان کی جمع اشیاء، مجالس ہیں مؤنث ہوگی۔ چند الفاظ البتہ مستثنیٰ ہیں، مثلاً اگرچہ معرفت، حقیقت، حقیقت، مؤنث ہیں مگر ان کی جمع معارف، حقائق، قویٰ اور اشفاق مذکر مستقل ہیں، بعض متاخرین اہل لکھنؤ کا یہ قول ہے کہ ہر لفظ کی عربی جمع مذکر ہی آتی ہے، یہ قاعدہ قریباً اچھا ہے، مگر اس کا کیا علاج ہے کہ اہل زبان اس کو یوں نہیں سمجھتے، اہل دہلی اور بعض اور مقامات کے لوگ بجز بعض مستثنیات کے ہمیشہ مؤنث کی جمع مؤنث اور مذکر کی جمع مذکر ہی استعمال کرتے ہیں، جن حضرات کا یہ قول ہے کہ عربی لفظ کی عربی جمع مذکر ہو لینی چاہیئے، انہیں یہ دھوکا سوجھ بھگ ہو اس لئے کہ بعض الفاظ جو مؤنث ہیں، ان کی جمع بھی اسی وزن پر آتی ہے، جو واحد میں مذکر ہیں، مثلاً حادثہ مذکر ہے، اس کی جمع حوادث ہے، لہذا یہ بھی مذکر ہے، اور مذکر بولاجاتا ہے، چونکہ حقائق بھی اس وزن پر ہے، دھوکہ میں اسے بھی مذکر بولنے لگے۔ لیکن یہ چند الفاظ مستثنیات میں سے ہیں، اس پر سے یہ قیاس قائم نہ کر لینا کہ ہر عربی لفظ کی خواہ مؤنث ہو یا مذکر جمع مذکر ہی ہوگی، یہ سچ نہیں ہے۔ واحد میں جب ہم ایک لفظ کو جو مؤنث غیر حقیقی ہے، مؤنث تسلیم کرتے ہیں تو افعال اور صفات بھی اس کے لئے مثل مؤنث حقیقی کے استعمال کرتے ہیں، اور کوئی فرق اس میں اور مؤنث حقیقی میں نہیں کرتے، تو پھر کوئی وجہ انہیں کہ مؤنث حقیقی کی عربی جمع کو مؤنث ہو لیں، اور مؤنث حقیقی کی جمع کو مذکر جب ایک بار بے جا نشانے مؤنث قرار پائی تو پھر اس میں اور حقیقی مؤنث میں کسی قسم کا فرق اور امتیاز ہائی نہیں دیتا، ہمارے خیال میں حتی الامکان

اس قسم کے الفاظ کی اردو جمع استعمال شکرنا زیادہ صحیح ہے، اگرچہ بعض مواقع پر عربی جمعوں کا استعمال کرنا ناگزیر ہے، ایسی حالت میں بجز چند استثنی الفاظ کے ہی قاعدہ یاد رکھنا چاہئے، کہ مونث کی جمع مونث ہوگی، اور مذکر کی جمع مذکر۔

(۲۶) ایک مسئلہ یہ بھی ہے جو قابل بحث ہے کہ جو نئے لفظ غیر زبانوں سے اردو میں داخل ہو گئے ہیں یا آئندہ داخل ہوں، ان کی تذکیر و تانیث کا کیا قاعدہ ہوگا، ہماری رائے اس کے متعلق یہ ہے کہ ایسے داخل الفاظ کی تذکیر و تانیث کا فیصلہ اسی قسم کے دوسرے الفاظ کے مطابق جو پہلے سے موجود ہیں، کیا جائے یعنی جو نئے الفاظ کے ہم معنی یا قریب المعنی ہیں، یا سہول کے لحاظ سے ایک ہی ذیل میں آتے ہوں، اس پر تیس کر کے انکی تذکیر و تانیث قرار دی جائے، مثلاً ریل کا لفظ ہے، یہ گاڑی کی قسم ہے گاڑی خود مونث ہے اور گاڑی کی اکثر قسمیں مونث ہیں۔ اس لئے لوگ خود بخود اسے ہی مونث کہنے لگے، اسی طریقہ پر اسٹیشن، لال ٹین، ٹین، کوٹ، ٹیبل، بیسپ، دینو کی تذکیر و تانیث قرار پائی۔

لیکن یہ قاعدہ جدید الفاظ کے لئے بھی ایسا ہی عام ہے یہاں تک کہ الفاظ کی یہ جس لفظ کے آخر میں الف ہے، آخری لفظ الف کی آواز دیتا ہے وہ مذکر ہوگا اور جس کے آخر میں ی معدن ہوگا وہ مونث ہوگا۔ جیسے چابی اور یونیورسٹی مونث ہیں اور سایہ (لہنگا) اور کمرہ مذکر ہیں۔

یہ قاعدہ کوئی حد یہ نہیں ہے۔ بلکہ اس پر ہمیشہ سے عمل رہا ہے۔ فارسی کے الفاظ کثرت سے اردو ہندی میں داخل ہوتے ہیں، فارسی زبان میں بے جان چیزوں کی تذکیر و تانیث نہیں ہوتی، مگر جب یہ نئے لفظ زبان میں آئے۔ تو ان کی تذکیر و تانیث ہندی ہم معنی الفاظ کے موافق قرار دی گئی۔

مثلاً شاخ کو ٹونٹ اس لئے کہا گیا ہے کہ ٹہنی یا ڈالی ٹونٹ بولی جاتی ہے۔ سال مذکور ہے اس لئے کہ برس مذکور ہے۔

(۲) چند الفاظ ایسے ہیں جنہیں اہل زبان مذکور ٹونٹ دہنوں طرح سے بولتے ہیں، یا بعض الفاظ ایسے ہیں کہ وہ ایک جگہ ٹونٹ بولے جاتے ہیں اور دوسری جگہ مذکور جیسے :-

سانس	قلم	نکرت	خور	مرز	نقاب
مرقہ	نکرتند	کٹار	دود	ناظر	کک
کیف	جھونک	سیل	سجھ	ہن	گوند
نقاط: حروف تہجی میں میم اور حیم۔ زمار:					
گیند	ملاٹ	شاع			
تامت					

اگر عام طور سے مذکور ہے مگر اہل لکھنؤ میں مختلف ہے۔  
 ملا دہلی اور اہل کے نواح میں ٹونٹ ہے، مگر اہل لکھنؤ میں یہ  
 مختلف ہے۔

۱۔ مختلف ہے

۲۔ اہل دہلی د لکھنؤ دونوں کے ہاں مختلف ہے مذکور ٹونٹ دہنوں  
 طرح استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ مختلف ہے ۴۔ مختلف ہے

۵۔ اہل لکھنؤ مذکور اور اہل دہلی ٹونٹ بولتے ہیں۔

۶۔ اہل لکھنؤ مذکور میں بولتے ہیں۔

۷۔ اہل دہلی ٹونٹ اور اہل لکھنؤ مذکور بولتے ہیں۔

ہینگ (بیاسٹے معروف) دل میں مرنے سے لکھنؤ اور  
 یوپی کے در سے شہر دن میں یہ لفظ زیر سے بولا جا  
 ہے اور مذکور ہے۔



## تعداد و حالت

ام عام یا تو ایک ہوگا۔ یا ایک سے زیادہ۔ اسی کو تعداد کہتے ہیں ایک کو واحد اور ایک سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں۔  
اردو میں بھی دوسری ہندی آریائی زبانوں کی طرح تشبیہ نہیں ہوتا۔  
سنسکرت اور عربی میں ہوتا ہے تثنیہ اسے کہتے ہیں جس میں دو کا ہونا پایا جاتا ہے جیسے عربی میں (والدین، قطین، طرین، دینر) اور سنسکرت میں ہتراؤ۔  
(والدین)

اردو میں سوائے ان الفاظ کے جن کے آخر میں الف یا اس کا کوئی ہم آواز حرف (ح) ہوتا ہے مذکور کی صورت (اعداد جمع میں یکناں ہی) البتہ حرز ربط کے آجانے سے جمع کی صورت میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔  
ورنہ ان صورتوں کے علامہ خاص جمع کی طرف سے جڑ تہہ لیاں ہو جاتی ہیں وہ سونٹ ہی ہوتی ہیں، اذیں کے قاعدوں اور گمانوں میں ان سب تبدیلیوں کی تصریح کی جاتی ہے۔

اس کی ہم نے درجہ بندی کی ہے۔ ایک صورت تو وہ ہے جب اسم فاعل کسی حرف ربط کے آئے۔ دوسری صورت وہ ہے جب اسم کے بعد کشت حرف ربط ہو۔

پہلے ہم ان تبدیلیوں کو بیان کریں گے۔ جب کہ اسم کے ساتھ گول حرف ربط نہیں ہوتا۔

۱۔ جن واحد مذکر الفاظ کے آخر میں آیا ہ ہے، جمع میں آیا ہ ہے، جمع میں آیا ہ ہے۔  
سے بدل جاتی ہے۔ جیسے۔

واحد	جمع	واحد	جمع
لڑکا	لڑکے	پردہ	پردے
لڑکا آیا۔	لڑکے آئے	پردہ اکٹھا	پردے اکٹھے

جن الفاظ کے آخر میں ایسا ہ ہوتی ہے جو الف کی آواز دیتی ہے وہ فارسی یا عربی ہوتے ہیں، جیسے بندہ، دیوانہ، پنجرہ، دانہ، درجہ، جلسہ وغیرہ  
ہندی لفظوں کو الف ہی سے لکھنا چاہئے۔ لیکن رسم الخط کی وجہ سے  
بعض نام ہ ہکے سے لکھے جاتے ہیں، جیسے آگرہ، گلکٹ، وغیرہ۔  
۲۔ بعض واحد مذکر لفظ جن کے آخر میں الف ہوتا ہے، جمع میں سے نہیں  
برہتے۔

اس میں کچھ لفظ تو ایسے ہیں جو فاعل سنکرت ہیں، اور نہیں بدلتے جیسے  
راجا، راجا وغیرہ۔

دبے) رشتہ داروں کے نام، ابا، چچا، تایا، دادا، پھوپھا، پتا۔

دج) فارسی کے اسم فاعل جیسے دانا، بیٹا، آشنا، شناسا۔

دد) عزیزانوں کے بعض اسم جیسے دربار، ہمارا، میرا وغیرہ۔

۳۔ جن واحد مذکر الفاظ کے آخر میں آیا ہ نہیں ہوتی، ان کی واحد اور  
جمع میں ایک ہی صورت رہتی ہے۔ جیسے۔

واحد	جمع	واحد	جمع
جھان آیا	جھان آئے	بیل آیا	بیل آئے
گھر بن گیا	گھر بن گئے	لڈو کھایا	لڈو کھائے۔

۴۔ جن واحد مذکر لفظوں کے آخر میں (اں) الف اور نون فتنہ ہوتا ہے ،  
ان کی جمع میں واحد کا الف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے دھواں  
سے دھوئیں (رداں سے ردئیں)

نوٹ: الفاظ کی جمع مذکور سے مختلف طرح پر بنتی ہے ذیل کے  
بیان سے اس کیفیت معلوم ہوگی۔

۱۔ جن مؤنث واحد الفاظ کے آخر میں ی یا ئے صرف (ہو) ان کی جمع  
کے لئے ی کے بعد (ان) بڑھاتے ہیں جیسے لڑکی سے لڑکیاں گھوڑی  
سے گھوڑیاں، کرسی سے کرسیاں۔

۲۔ جن مؤنث واحد الفاظ کے آخر میں الف ہوتا ہے جمع میں اس کے بعد  
ئیں (ی ل) بڑھاتے ہیں جیسے گھٹائیں، مائیں۔ سہائیں، سنائیں  
ہوائیں۔

۳۔ جن مؤنث واحد الفاظ کے آخر میں یا ہو، ان کی جمع میں حرف (ن) بڑھا  
دے ہیں جیسے گڑیاں، بڑھیاں، چڑیاں، چڑیاں  
اس قسم کے لفظ اکثر اسم تصغیر ہوتے ہیں، جیسے ڈبیا، چوہیلہ  
پڑیا وغیرہ۔

غیر زبانوں کے الفاظ جو یا پر ختم ہوتے ہیں، اس قاعدے کے تحت  
میں نہیں آتے، بلکہ ان کی جمع قاعدے کے مطابق بنتی ہے جیسے ریا۔ حیا  
وغیرہ کی جمع، یائیں، اور حیائیں، اس کا وجہ یہ ہے کہ اردو ہندی لفظوں میں  
یا اضافی ہے جو تصغیر یا صفت بنانے کے لئے لگا یا جاتا ہے غیر زبانوں  
کے الفاظ میں ی اصل لفظ کا جز ہے، اور اس لئے یہ سمجھنا کہ آخر  
میں یا نہیں بلکہ الف ہے۔

۴۔ جن مؤنث واحد الفاظ کے آخر میں ان میں سے کوئی تروف نہیں  
 جو محالہ۔ جن کا ذکر ادرہ کے عین قاعدوں میں ہوا ہے، تو ان کی جمع کے لئے آخر میں ای  
 ن (ا) بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے مالن سے مالنیں، کتاب سے کتابیں۔ گاجر سے  
 گاجریں۔ بیگم سے بیگمیں، بات سے باتیں، جو در سے جودیں۔

۵۔ جن کی جمع بھوئی ہوتی ہیں، ہندی میں بھو (کے آخر کا نون  
 غنہ) حذف اعراب کا کام دیتا ہے، کوئی حرف نہیں ہے اس لئے اس کی جمع اس  
 طرح بنائی گئی ہے، گو یا لفظ کے آخر میں وا ذ ہے ن نہیں۔

۶۔ جن جمع کے لئے جوتہ برطیاں ہوتی ہیں، ان کا ذکر ہو چکا، اب ان  
 تبدیلیوں کو دیکھنا ہے جو حرف ربط کے آنے سے ہوتی ہے ہیں۔

حرف ربط یہ ہیں، نے۔ کا۔ کے۔ کو، پر (پہ) سے ملک

۱۔ جن الفاظ کے آخر میں ای یا ہ ہوتی ہے وہ ان حرف کے  
 آ جانے سے یا نئے بھول سے بدل جاتے ہیں، جیسے لڑکے  
 نے کہا۔

پر دے میں بیٹھے ہیں، قلے کے اندر۔ جسے کے روز

لیکن ذیل کے لفظ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں،

۱۔ وہ ہندی لفظ جو فالص سنسکرت ہیں یا جس میں اصل سے  
 بہت کم تبدیلی ہوئی ہے جیسے۔

راجا، گھٹا، سجا، پوجا۔ لجاگا، بھاٹا، جٹا، چتا، ستیلا، داتا

ملا۔ جاتا۔ ہتا۔ بیوا۔ پردا۔ بھوا۔ دیوہ جیسے راجا  
 نے کہا۔ بھا میں بیٹھے ہیں۔ داتا کی غیر۔

(جے) وہ اسم جو عزیزوں اور رشتہ داروں کے معنوں میں آنے

ہیں۔ جیسے چھا ابا۔ واد۔ نانا ستیا پورا ماتا۔ پتا۔ انا۔ دوا۔  
آیا۔ جیسے ابا نے پرچھا، فالسے پیار کیا۔

(ج) یہ سحرئی لفظ جیسے ریا۔ دبا۔ دعا۔ حیا۔ ہبا۔ قبا  
زا۔ ہوا۔ بلا۔ دوا۔ صفا۔ غذا۔ شہار۔ رجا۔ سزا۔ جزا۔ جفا۔  
وڈا۔ حبلا۔ ادا۔ غلا۔ بقا۔ دینہ جیسے دمانے کچھ اثر نہ  
کیا۔ حیا سے سرخچے کہ سیا، ہوا میں خشک ہے۔

(د) ایسے وہ لفظ جو سحرئی سے زیادہ ہیں اور جن کے آخر میں  
الف ہے، جیسے۔ تناء، انشاء، انتہا۔ انشاء، افتراء، انتفاء، انتہاء، انتہا  
دینہ جیسے بڑی تنائے آیا تھا، انتہاء میں بہت مشکل ہے۔

مہ کا۔ منشاء، ملھا، نادا۔ دینہ جیسے یہ بات میرے منشاء کے  
غلاف ہے۔

مگر ایسے وہ لفظ جو اردو میں گھل مل گئے ہیں، اس سے مستثنیٰ ہیں۔  
ان میں دوسرے لفظوں کی تبدیلی ہوتی ہے، جیسے اس نے استغنیٰ میں  
کوئی وجہ نہیں رکھی۔ میں اس کے تقاضے سے تنگ آگیا  
ہوں۔

(د) اسمائے خاص نیز لقب اور جہنوں کے نام۔ جیسے۔ ملا۔ خلیفہ  
راجا۔ آقا۔ آغا۔ مرزا۔ رانا۔ دینہ جیسے ملا کی درڑ  
مسجد تک راجہ نے سرنا کو بلایا۔

(ک) جفرانی ناموں میں جن کے آخر میں الف یا لا ہوتی ہے تبدیلی  
ہو جاتی ہے۔

جیسے آگرہ۔ کلکتہ۔ سکندریہ۔ مدینہ۔ کونہ۔ دجلہ۔ گولکندہ

پٹنہ - مگرگہ - المادہ دغیرہ جیسے تاج محل آگرہ میں ہے،  
کلکتہ کی آبادی بارہ لاکھ ہے۔

البتہ خالص سنسکرت نام اس سے مستثنیٰ ہیں، جیسے جینا، گنگا  
مخترا، گہا۔ نہ بدا۔ ہالیہ دغیرہ۔ جیسے الہ آباد میں گنگا جینا کا سنگم ہے،  
اسی طرح دوسری زبانوں کے شہروں دریا ڈل اور پہاڑوں کے  
نام بھی مستثنیٰ ہیں، جیسے بلسارا۔ برہما، ایشیا۔ امریکہ پر دیشا،  
منسا، سینا دغیرہ۔

جہاں لفظ کے آخر میں الف یا ہ نہیں ہوتا وہاں کوئی تبدیلی  
نہیں ہوتی۔ جیسے شہر میں تھا، ماں مٹے کہا، لڑکی سے پوچھا، بچھو  
کو مارا دغیرہ۔

۳۔ دھواں، دواں۔ گنواں میں ال، ا، ی ن سے بدل جاتا  
ہے۔ جیسے دھوئیں سے روئیں ہیں۔

۴۔ پانچواں سے پانچویں۔ ساتواں سے ساتویں۔ دسواں سے  
دسویں۔ دغیرہ میں الف یا ن سے بدل جاتا ہے۔

(۴) ایسے عربی الفاظ جن کے آخر میں ع ہوتا ہے، جب ان کے بعد  
صرف ربط آتا ہے تو نوع کے بعد سے بڑھا دیتے ہیں جیسے عمر  
میں قلعے ہیں۔

(۵) جمع کی حالت میں حرف ربط کے آنے سے یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں،  
(۱) مذکر اسما میں جمع کے لئے آخر میں ون۔ بڑھا دیتے ہیں،  
جیسے۔

شہروں میں، راہاڈن مٹے، مانیوں کو

ایسے الفاظ جن کے آخر میں الف یا و ہوتی ہے، جمع کی حالت میں حرف ربط آنے سے جمع کی رسم لگ رہی ہوتی ہے، جیسے لڑکوں نے ہر دوں میں۔

(بے) جمع مؤنث کالافت (ن) یا (ی ن) بھی وہاں سے بدل جاتا ہے، جیسے لڑکیوں نے دھو بنوں کو۔

(ج) جن الفاظ کے آخر میں واؤ ہوتی ہے خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث حرف ربط کے آنے سے ان کی جمع وہ دونوں جگہ ایک ہی ہوتی ہے۔ یعنی آخر میں (ون) بڑھتا ہے یا عسارتا ہے۔ جیسے جو دو دن۔ اور آگندوں۔۔۔۔۔ وغیرہ۔

صرف کی وہ اسم کی ہے ہندوستانی ہیں، جو جمع کی صورت میں یا حرف ربط کے آنے سے پیدا ہوتی ہیں، لیکن لفظ معنی میں اسم کی ہندوستانی ہیں، ہندوستانی کا بیان نحو میں آنا چاہئے۔ مگر صرف میں بھی بعض اوقات اور خاص کر فعل کے بیان میں ان کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے سرسری طور سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے تفصیل بیان نحو میں ہو گا۔

۱۔ خاصا علی حالت۔ یہ اسم کی وہ حالت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کام کا کرنے والا ہے۔ یا وہ کسی خاص حالت میں ہے۔ جیسے احمد گیا۔ رام نے کھانا کھا یا۔ وہ بیمار ہو گیا۔

اس حالت میں اسم کے ساتھ کہیں تے آتا ہے اور کبھی بغیر تے کے استعمال ہوتا ہے۔

مفعولی۔ یہ وہ حالت ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسم پر کام کا اثر واقع ہوا ہے، جیسے میں نے سانپ مارا، یہاں مارنے کا اثر سانپ پر واقع ہے، اس لئے سانپ مفعولی حالت میں ہے، اس لئے احمد کو کتاب دی، یہاں احمد اور کتاب دونوں مفعول حالت میں ہیں، یہاں نے رام سے کہا، یہاں رام مفعولی حالت میں ہے جو اسم مفعولی حالت میں ہو رہا ہے اس کے ساتھ کہیں کو، کہیں سے آتا ہے، اندکھی، ان دونوں حرفت میں سے کوئی بھی نہیں آتا۔

نہائی۔ جس سے کسی کا بلانا ظاہر ہوا ہے یہاں آؤ۔ روکے کیا کرتا ہے۔

نہائی حالت میں اگر واحد مذکر اسم کے آخر میں الف یا ہ ہو تو وہ پائے بھول سے بدل جاتے ہیں، جیسے روکے شور نہ کہو، اور جمع میں آخر کا نون گر جاتا ہے، جیسے روکو شور نہ کہو، روکیو اچپ بیٹھو صاحبو، غور سے سنو۔

لیکن، بیٹا، کا لفظ بعض اوقات نہائی حالت میں بھی بغیر تبدیلی کے ہی استعمال ہوتا ہے، یعنی وہ نون طرح جانتا ہے، جیسے بیٹا! یہ بات اچھی نہیں ہے، بیٹے ایسا نہیں کرتے۔

خبری۔ وہ اسم ہے جو بطور خبر کے واقع ہوتا ہے، جیسے وہ بیمار ہے۔ حسامہ اس شہر کا حاکم ہے، ان جملوں میں بیمار اور حاکم دونوں خبری حالت میں ہیں۔

اضافی۔ جس میں کسی ایک اسم کو دوسرے سے نسبت دی جائے، یعنی ایک اسم کا علاقہ یا تعلق کسی دوسرے اسم سے ظاہر کیا جاتا ہے، جیسے احمد کا گھوڑا یہاں گھوڑے

کا فلق، احمد سے بتایا گیا ہے، اس لئے یہ مضاف ہے اور جس سے نسبت یا علامہ ظاہر کیا جائے۔ اسے مضاف الیہ کہتے ہیں اس جملے میں احمد مضاف الیہ ہے۔

حرف اضافتہ واحد مذکر میں (کا) جمع میں (کے) اور واحد اور جمع مونث میں (کی) آتے ہیں۔

واحد	جمع
مذکر احمد کا گھوڑا	احمد کے گھوڑے
مونث احمد کی بی	احمد کی بییاں

طوریہ جس سے طرہ تالیف، اسلوب، ذریعہ، سبب اور مقابلہ وغیرہ معلوم ہو، جیسے شوق سے پڑھتا ہے، اس نے حکومت مارا وہ بھر سے بڑا ہے، وہ دولت سے بڑھا۔

### اسماء کی تصغیر و تکبیر

تصغیر کے معنی چھوٹا کرنے کے ہیں۔ بعض اوقات الفاظ میں کسی قدر تغیر کے یا بعض حرف کے اضافے سے اسماء کی تصغیر بناتے ہیں۔  
(۱) کبھی تصغیر محبت کے لئے بنائی جاتی ہے، مثلاً بھائی سے بھیا۔ بہن سے بہنا۔

۲۔ کبھی حقارت کے لئے مرد سے مردا۔ جود سے جودا۔  
۳۔ کبھی چٹھائی کے لئے جیسے شیشہ سے شیشی یا ششیا، ارد میں اسماء کی تصغیر کا طریقہ آتا ہے۔

(۱) الفاظ کے آخر میں (۱) (ادا) بڑھا دینے سے جیسے جود سے

جروا۔ مرد سے مردو۔ بھال سے بھتیا۔ لونڈا سے لونڈی۔

(۲) بعض اوقات مذکور کو مونث بنانے سے مثلاً شیشہ سے شیشی  
لڑکرا سے لڑکری۔

(۳) بعض اوقات مختلف علامت ڈا، ڈی، لی، لا، یا۔ وغیرہ بڑھا  
دینے سے اور الفاظ میں کسی قدر تبدیلی کرنے سے جیسے آنکھ سے آنکھری  
گٹھا سے گٹھڑی، مکھ سے مکھڑا۔ پٹنگ سے پٹنگڑی، جھ سے جھوڑا، کوڑیلا  
سے کنڈالا، ناند سے نندلہ، کھاٹ سے کھڑلا، سانپ سے سپولا، یا  
سپولیا۔ لاگ (دکوا) سے لگیلا۔ چور سے چوڑٹا، آدم سے (آنہ)  
انبیا، لونڈا سے لونڈیاں باندی سے بندور۔

بعض اوقات بعض حقارت کے لئے روپیہ کو روپی بولتے ہیں سودا  
نے ایک جگہ شام کو حقارت سے شام لاٹکھا ہے، بعض اوقات اسم فاعل  
کی تصویر (تصویر کے لئے) بنا لیتے ہیں، جیسے لکھنوی سے لکھنوا، کانپوری  
سے کانپور یا، پوری سے پورہ یا۔

نارسی میں چک رہیرہ علامات تغیر ہیں، مثلاً بدھجو، مردکی شیکڑہ  
تغیر کا ضد بکیرہ جس کے معنی ہیں، بڑا کرنا یا بڑھانا بعض اسموں  
کو فطرت کے لئے کسی قدر تغیر سے بڑا کرنا یا بھاری بھرکم کر کے دکھاتے  
ہیں۔ پیسے خدم سے خادم، اگرچہ خادم، جمع ہے، لیکن بعض اوقات کسی  
شخص کو تغیر سے (جو بڑا ہوتا ہے) خادم کہتے ہیں، جیسے بڑا خادم بنا بیٹھا ہے۔

---

لے لونڈا کے معنی لڑکی ہیں "لونڈی" اس صفت کو کہتے ہیں جس کی حیثیت غلام  
کی جوتی ہے۔ انگسار سے عورتیں بجائے واحد متکلم کے بھی استعمال کرتی ہیں،  
جیسے "بندی" کا لفظ۔

اسی طرح پڑی سے پڑ گھڑی سے گھڑ بات سے تنگڑ۔  
 کبھی شہ (شاہ) کا لفظ شروع میں لگا کر بناتے ہیں، جیسے شہتیر  
 شہباز۔ شاہ بلوت۔ شاہراہ۔ شہر۔ شاہکار یہ اصل میں  
 فارسی ترکیب ہے اور اردو میں عام طور پر مردع ہے۔  
 اسی طرح ہند کی الفاظ کے شروع میں "ہا" سنسکرت لفظ  
 بڑھا کر بنا لیتے ہیں، جیسے ہا کاج، ہا راج دیرہ۔

---

## ۲۔ صفت

الفاظ صفت وہ ہیں جو کسی اسم کی حالت یا کیفیت یا کمیت ظاہر کر رہے ہوں۔ صفت ہمیشہ اسم کی حالت کو عدد کر دیتی ہے۔ مثلاً بے کار، لوگ، جاہل، آدمی، شریر، لڑکا۔

اس کی کئی قسمیں ہیں :-

- ۱۔ صفت ذاتی
- ۲۔ صفت نسبتی
- ۳۔ صفت عددی
- ۴۔ صفت مقداری
- ۵۔ صفت ضمیری

### (۱) صفت ذاتی

وہ ہے جس سے کسی چیز کی اندرونی حالت یا خصوصیت ظاہر ہو۔ جیسے ہلکا، ٹھوس، سبز، شریر، ہالاک۔

۱۔ بعض اوقات یہ صفات دوسرے اسماء یا افعال سے بھی بنائی جاتی ہیں۔ مثلاً لڑاگ (لڑنے سے)، ڈھلواں (ڈھال سے)، کھلاڑی (کھیل سے)، بلی (بلی سے)، جوٹ، لانا، دنت، سنوڑ، بھاگوان (بھی)، لانا، ہنسی اور بھاگ سے۔

۲۔ یہ صفت بعض اوقات بلکہ اکثر دو الفاظ سے مرکب ہوتی ہے مثلاً ہنس مکھ، سن چلا، منہ پھٹ دینرہ۔

(۳) بعض فارسی ملاستیں عربی ہندی کے الفاظ کے ساتھ آکر صفت کا کام دیتی ہیں، جیسے سعادت مند، ناخوشگوار بے فکر، بے ہیں۔ بے بس بے ڈھب وغیرہ۔

(۴) فارسی عربی، ذاتی صفات بھی اردو میں کثرت سے مستعمل ہیں جیسے رانا، احمق، بنیا، شریف نفیس، خوب وغیرہ۔

(۵) سے کا حرف مقابلہ کے لئے آتا ہے، جیسے شہد سے بیٹھا۔ (دو دو سے سفید۔ یعنی شہد سے زیادہ بیٹھا، اور دو دو سے بڑھ کر سفید۔ وہ بچہ سے بڑا ہے، یہ کپڑا اس سے اچھا ہے، جماعت میں لڑکا سب سے ہی ہوشیار ہے۔

کہیں (میں) بھی ان معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے سب میں بڑا بھی ہے،

(۶) بعض اوقات، صفات میں زیادتی، زور یا مبالغہ پیدا کرنے کے لئے بعض الفاظ بڑھادیئے جاتے ہیں، وہ لفظ یہ ہیں۔

بہت۔ جیسے بہت اچھا۔ اتھارا بھائی اس لڑکے سے بہت بڑا ہے  
بڑا۔ بڑا گھرا تالاب، بڑا امبا سانپ۔

زیادہ۔ یہ زیادہ اچھا ہے، زیادہ سستا ہے۔

نہایت، نہایت عمدہ، نہایت نفیس، عربی فارسی صفات کے ساتھ آتا ہے۔

کہیں۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے۔

سے۔ بڑے سے بڑا۔ اچھے سے اچھا۔

بعض اوقات (ایک) کا لفظ بھی مبالغہ کے لئے آتا ہے، جیسے وہ،

ایک پھٹا ہوا ہے، ایک بد ذات ہے۔

یہ جو چشم پر آب ہیں دونوں  
ایک فائدہ خراب ہیں دونوں  
لیکن اس کا استعمال ذم کے موقع پر ہوتا ہے۔

کبھی بہت، اور زیادہ مل کر بھی آتے ہیں، جیسے وہ بہت زیادہ  
لاچکی ہے۔

کبھی، بدرجہا، بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے یہ اس سے  
بدرجہا بہتر ہے۔ یہ اس سے ہزار درجہ اچھی ہے۔

اسی طرح اعلیٰ درجہ کا، اول نہر کا، اول درجہ کا، پرلے درجے کا  
پرلے سرے کا۔ کے الفاظ بھی یہی کام دیتے ہیں، جیسے اعلیٰ درجہ کا ماہر  
اول نہر کا چمدا، پرلے درجہ کا بوقوف، پرلے سرے کا احمق۔

اردو میں چند حروف کا علامتیں ہندی کی ایسی ہیں  
منفی صفات ذاتیہ جن کے لگانے سے صفات میں نگیں کے معنی پیدا ہو

جاتے ہیں۔ جیسے۔

ا	جیسے	اُٹل	اسر (نہر بنوالا)
ان	جیسے	انجائ	اُن مل
نہ	جیسے	نر مل	نہا س
بے	جیسے	بے ڈھرک	بے سرا، بے جوڑ
ک	جیسے	کرہ	کڑھب
بن	جیسے	بن سرا	بن جتی (زمین)
ن	جیسے	نذر	نکما، نگوڑا۔

مگر فارسی عربی الفاظ کے ساتھ فارسی عربی کی علامتیں استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً نالائق، ناہینا (فارسی علامت) غیر ممکن (عربی علامت) بے شکوت (فارسی علامت)

## ۲۔ صفات نسبتی

صفات نسبتی وہ ہیں جن میں کسی دوسرے شے سے لگاؤ یا نسبت ظاہر ہو۔ مثلاً ہندی عربی وغیرہ :-

۱۔ عموماً یہ لگاؤ اسماء کے آخر میں پائے معدود کے بڑھانے سے ظاہر ہوتی ہے جیسے فارسی، ترک، ہندوستان، آب، پیمانی وغیرہ۔  
 (۲) جب کسی اسم کے آخر میں (سی) یا (لا یا دا) ہوتا ہے تو اسے (اؤ) سے بدل کر (ی) بڑھاتے ہیں جیسے دہلی سے دہلی، سندھ سے سندھ، موسیٰ سے موسوی، بلوچ سے بلوچی۔

(۳) بعض اوقات (ا) کو حذف کر دیتے ہیں جیسے مکہ سے مکی، دین سے مدنی۔

(۴) بعض اوقات (اند) بڑھانے سے نسبت ظاہر کرتے ہیں جیسے غلامانہ، جالاند، مردانہ (یہ فارسی ترکیب ہے)۔

(۵) ہندی میں بھی چند علامتیں ہیں جن کے اسم کے آخر میں آنے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔

مثلاً (ہندی میں) دو، اور (دل) کا بدل عام طور پر ہوتا ہے جیسے

سہرا، رد پہلا، چیرا، میرا۔

داں، جیسے گہواں

ار۔ جیسے گنوار (گاؤں سے)



۴	سنکرت	چتر	پراکرت	پتاری	ہندی	چار
۵	•	چنیم	•	پانچا	•	پانچ
۶	•	ششت	•	چھا	•	چھ
۷	•	سپتم	•	ستا	•	سات
۸	•	اشٹم	•	اٹھا	•	آٹھ
۹	•	نوم	•	نا	•	نو
۱۰	•	دشتم	•	دسا	•	دس

دس کے آگے کے ہند سے اکائیوں اور دہائیوں کے ملنے سے

پہنچے ہیں اور ان میں جو تبدیلی جوئی ہو وہ ظاہر کی جاتی ہے اور پراکرت (دسا) بدل کر (دھا) ہوا اس کے بعد (دھا) سے (دہا) ہو گیا یہ دہا رہا ہے جو گیارہ وغیرہ میں آتا ہے۔

۱۱۔ سنکرت اکادش (یعنی ایک اور دس) پراکرت بارہا ہندی اگیارہ سے گیارہ۔

(ہندی میں سنکرت لاک گ سے بدل گیا اور اول کا حرف علت گر گیا)

۱۲	سنکرت	دادش	پراکرت دادھا ہندی	بارہ
۱۳	•	تریودش	• تیرھا	تیرہ
۱۴	•	چترودش	• پراکرت چودھا	چودہ
۱۵	•	پنچ دس	• پانادھا	پندرہ

۱۶۔ ش چھ لاسے بدل گیا۔



کی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے ساتواں، پانچواں وغیرہ۔ اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ تعداد معین کے آگے (دراں) لگاتے ہیں لیکن پہلے چار عدد ادبچہ کا ہندسہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ ان کی تعداد ترتیبی یہ ہے۔ پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، چھٹا۔

بعض اوقات اعداد کے آگے (دراں) انہماکیت کے لئے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے پانچوں۔ تینوں۔ پچیسوں جساتے رہے، چاروں سرجوں میں دونوں آگئے۔

دونوں میں لفظ دونوں بھانے دو کے استعمال ہوا ہے اور اس کے آگے دن بڑھا یا گیا ہے۔ بعض اوقات مزید تاکید کے لئے اسے دہرا دیتے ہیں جیسے دونوں کے دونوں پہلے گئے۔ ساتوں کے ساتوں موجود ہیں۔

فارسی میں عدد کے آخر میں (ہم) بڑھا دیتے ہیں جیسے یکم، دوم سوم۔ چہارم وغیرہ۔

تیسری قسم تعداد معین کی تعداد اضافی ہے۔ جس میں کسی عدد کا ایک یا ایک سے زائد بار دہرا نا پایا جاتا ہے اور وہ کئی طرح استعمال ہے۔  
(۱) عدد کے آگے لگنا بڑھا دینے سے جیسے دگنا، ٹکنا وغیرہ۔ لگنا یا گونہ (فارسی) دراصل سنسکرت کے لفظ گوں سے ہے۔ جس کے معنی قسم کے ہیں۔

(۲) چند (فارسی) کے بڑھا دینے سے جیسے دو چند، سہ چند، وہ چند وغیرہ

(۳) ہرا بڑھا دینے سے پہلے ”ہرا، تہرا، چہ ہرا۔“

۴۔ درحقیقت ہرا کا مخفف ہے، جو سنسکرت کے لفظ ارا سے

بننا ہے۔

بعض اوقات تعداد معین کے آگے ایک کا لفظ بڑھا دینے سے تعداد دیگرہ معین ہو جاتی ہے۔ جیسے پچاس ایک آدمی بیٹھے تھے۔ جس کے معنی ہوں گے تھینا یا کم و بیش پچاس اسکا طرح بیس ایک، دو ایک، ایک آدھ دیگرہ۔

دس، بیس، پچاس، سیکڑہ ہزار لاکھ، کروڑ جمع کی حالت میں تعداد غیر معین کے معنوں میں آتے ہیں، اور اس سے کثرت کا اظہار ہوتا ہے جیسے کچھ دسوں کام ہیں، اسرطان میں بیسیوں (یا بیسیوں) کمرے ہیں، ہر روز سیکڑوں آدمی سے ملنا پڑتا ہے، ہزاروں آدمی جمع تھے، لاکھوں روپیہ صرف ہو گا۔

اسی طرح ان کی ناری جمع صدہا، ہزارہا، لکھو کھا، کروڑہا بھی اسی طور سے استعمال ہوتی ہے۔

کسری اعداد بہت بڑے قاعدہ ہیں۔ زیادہ معروف ذیل میں دینے جاتے ہیں۔

پاؤ	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )	پونے	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )
چوتھائی	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )	سوا	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )
تہائی	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )	دیرٹھ	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )
آدھا	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )	دوہائی (دوہائی)	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )
پون	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )	سارٹھ	(۱۰ <sup>۱۰</sup> )

پاؤ اکثر تہا پاؤ سیر دیگرہ کے معنوں میں مستقل ہوتا ہے، و صاحت اور رفع اشتہار کے موقع پر چوتھائی کے لفظ کو ترجیح دی جاتی ہے پونے کے معنی ہیں کہ اس عدد یا مقدار میں سے ایک چوتھائی کم، یہ اعداد نیز مقدار اور پیمائش کے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ سوا کا بھی یہی

استعمال ہے، جب کسی اسم کے ساتھ آتا ہے تو یہ معنی میں کہ وہ عدد یا مقدار اور ایک چوتھائی جیسے۔ سو اور سو سو، ڈیڑھ بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس عدد اور مقدار کا ایک اور آدھا گنا جیسے ڈیڑھ سیر۔ ڈیڑھ گز۔ ڈیڑھ سو۔ اڑھائی کے معنی ہیں دو اور آدھا، لیکن جب کسی عدد یا اسم کے ساتھ آتا ہے تو اس عدد یا مقدار کا دو اور آدھا گنا ظاہر کرتا ہے جیسے اڑھائی سیر۔ اڑھائی سو۔ ساڑھے کئی تنہا استعمال نہیں ہوتا، جب یہ کسی عدد یا اسم کے ساتھ آتا ہے تو وہ عدد یا مقدار اور ایک نصف زیادہ بناتا ہے جیسے، ساڑھے چار سیر۔ یعنی چار سیر اور آدھا سیر۔ ایک عدد کے بعد کے ساتھ نہیں آتا۔ ایسے موقع پر ڈیڑھ اور اڑھائی کے لفظ استعمال کئے جاتے ہیں، 'پونے' کے معنی میں۔ ایک چوتھائی کم۔ جیسے پونے چار یعنی ایک چوتھائی کم چار پونے۔ جب تنہا بغیر دوسرے عدد کے آتا ہے تو پونے کی جگہ کچا جاتا ہے، جیسے پونے دو، پونے گز، پونے سو۔

## صفت مقداری

اعداد جس طرح گنتی کے لئے بطور صفت کے استعمال ہوتے ہیں، اسی طرح وہ مقداری یعنی وزن یا ناپ کے لئے بھی استعمال کئے جاتے ہیں، جیسے چار سیر گھی، چار گز کپڑا

بعض اور الفاظ میں شمار اور مقدار کے لئے استعمال ہوتے ہیں لیکن اعداد کی طرح وہ کسی معین مقدار یا مقدار کو نہیں بتاتے، جیسے کتنے آٹا بیٹھے ہیں۔ (تقدار) پانی کتنا چڑھا یا (مقدار) مینا کھاتا کھاؤ گے (مقدار) اتنا پانی ست پیو (مقدار) اتنے آدمی ہوں نہیں سہا گئے (مقدار) علاوہ اتنا، جتنا، کتنا، کے یہ اور بھی کہیں کہیں مقداری صفت کے

معنوں میں آتے ہیں، جیسے یہ دھیر گتا بدوں کا پڑا ہے۔ برسات کا وہ زور ہے کہ فدا کی پناہ۔

## صفت ضمیری

وہ ضمیریں جو صفت کا کام دیتی ہیں، وہ یہ ہیں،

وہ، یہ، کون، جو، کیا۔

مثالیں:۔ وہ عورت آئی تھی، یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا، کون شخص ایسا کہتا ہے، جو کام تم سے نہیں ہو سکتا اسے ہاتھ کیوں لگاتے ہو، کیا ہنر گرہ پڑی۔

یہ ایسا فاعل جب تنہا آتے ہیں تو ضمیر ہیں، اور جب کسی اسم کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو صفات ہیں۔

صفت کی تذکیر و جمع اردو میں انہیں صفات میں تذکیر و تانیث کا واحد تانیث اور جمع کا استیزار ہوتا ہے جن کے ذرا بعد کے آخر میں الف یا جوائف کی آواز دیتی ہے، ہوتی ہے اسی طرح جمع و صفات کے آخر کا الف مذکر کی علامت اور پانے معروف تانیث کے کی حالت میں واحد کا آخر الف پانے بھول سے بدل جاتا ہے مرنش میں واحد اور جمع کی صورت یکساں رہتی ہے۔

مذکر      اچھا مرد      اچھے مرد  
مونث      اچھی عورت      اچھی عورتیں۔

وہ فارسی اور عربی الفاظ جو کثرت استعمال سے اردو میں گھل مل گئے ہیں، اس قاعدے کے تحت میں آجاتے ہیں۔

جیسے

سادہ سے ساری، تازہ سے تازی، دیوانہ سے دیوان، ہراسے

جِدِی۔ لیکن ٹمردہ سے ٹمردی فصیح نہیں سمجھا جاتا۔  
 جن صفات کے آخر میں الف ہا ہ یا ی معروف نہیں ہوتی ان کی  
 صورت واحد اور جمع، تذکیر و تانیث میں ایک ہی رہتی ہے۔ اور کسی قسم  
 کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

مذکر	واحد	جمع
گرم کھانا	گرم کھانے	
مونث	گرم روٹی	گرم روٹیاں

صفات سردی (یا ترتیب) میں مذکر کا (ف) مونث میں  
 ی (معروف) اور دونوں سے بدل جاتا ہے۔ لیکن مذکر کے بعد حرف  
 ربط آتا ہے، تو الف یا ئے بھول سے بدل جاتا ہے۔

میں حرف ربط کے بعد بھی وہی حالت رہی ہے۔

## مثالیں

مونث	پانچویں	دیئے معروف (عوبت)
	پانچویں	دیائے معروف (عوبت لے)
مذکر	پانچواں مرد	

پانچویں (یا ئے بھول) مرد نے

اردو میں اکثر صفاتی لفظ ایسے ہیں جو تہا پہلے ناظم عام کے استعمال  
 ہوتے ہیں۔ اور ان کی جمع بھی اسماء کی طرح آتی ہے۔ اچھا آدمی (صفت)

چاہئے اچھوں کو بتنا چاہئے (اسم) یہ بگانی لڑکا بہت ذہین ہے۔  
(صفت)

بگانی بہت ذہین ہوتے ہیں (اسم)  
بعض اوقات صفات کی تصریح  
صفات کی تصریح :- آتی ہے  
میسے۔ بیسے۔ لبر۔ سونے سے سٹلا۔ چھوٹے سے چھٹکا۔

---

## ۱۲۔ ضمیر

وہ الفاظ جو بجائے اسم کے استعمال کئے جاتے ہیں ضمیر کہلاتے ہیں۔  
جیسے۔ وہ نہیں آیا۔ میں آئے نہیں جاؤنگا۔ اس میں (وہ) اور (میں) ضمیر ہیں۔ ضمیر سے فائدہ یہ ہے کہ بار بار انہیں اس بار کو جو گزر چکے ہیں دہراتا نہیں پڑتا اور زبان میں الفاظ کے دہرانے سے جو بد نمائی پیدا ہو جاتی ہے، وہ نہیں ہونے پاتی۔

## ضمیر کی قسمیں

- (۱) شخصی (۲) موصولہ (۳) استہساویہ (۴) اشارہ (۵) تکیہ۔  
(۱) ضمیر شخصی وہ ہے جو اشخاص کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔

ایک وہ جملہ بات کرتا ہے، اسے متکلم کہتے ہیں۔  
دوسرا وہ جس سے بات کی جاتی ہے، اسے مخاطب کہتے ہیں۔  
تیسرا وہ جس کی نسبت ذکر کیا جاتا ہے اسے غائب کہتے ہیں۔  
ضائر کی حالتیں دو ہی ہوتی ہیں جو اسم کی ہیں۔ سوائے حالت خبری کے! ہر ایک کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

## ضائر متکلم

واحد	جمع
میں	ہم
مجھے یا مجھ کو	ہیں یا ہم کو
فاعلی حالت	
مفعول حالتہ	

اضافی حالت میرا ضمائر مخاطب ہمارا

واحد	جمع
تو	تم
تجھے یا تجھ کو	تہیں یا تم کو
نیرا	تہارا

ضمائر غائب

واحد	جمع
وہ	وہ
اسے یا اس کو	ان کو یا انہیں
اس کا	ان کا

اردو ضمائر میں تکرار تائید کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ضمائر غائب میں واحد اور جمع دونوں کے لئے وہ آتا ہے اور اس میں اشخاص اور اشیاء کا امتیاز نہیں ہوتا۔ پہلی اردو میں واحد کے لئے وہ اور جمع کے لئے وہے استعمال ہوتا تھا۔

(تو) بے تکلفی اور محبت کے لئے آتا ہے۔ جیسے ماں بچے سے۔ گڑ اچیلے سے باتیں کرتا ہے۔ یا مخاطب کی کم حیثیتی کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے آقا نوکر سے باتیں کرتے وقت استعمال کرتا ہے، بعض اوقات بہت بے تکلف درست بھی تو کہہ کر باتیں کرتے ہیں۔

نظم میں اکثر مخاطب کے لئے (تو) لکھتے ہیں یہاں تک کہ بڑے بڑے لوگوں اور بادشاہوں کو میں اسی طرح خطاب کیا جاتا ہے۔

بعد شاہان سلف کے تجھ یوں ہے تغزیں (ذوق)  
 جیسے قرآن پس توریت و زبور و انجیل  
 دعا پر کروں نسیم اب یہ قصیدہ  
 کہاں تک کہوں تو چنیں ہے چناں ہے (میر)

دعا مانگتے وقت خدا سے بھی (تو) سے خطاب کیا جاتا ہے۔ دوسرے  
 مواقع پر داد و مخاطب کے لئے۔ تم ہی استعمال کرتے ہیں، لیکن اصل  
 بات یہ ہے کہ سوائے بے تکلفی کے موقع کے تم بھی اکثر نوکروں اور چھوٹے  
 لوگوں سے خطاب کرتے وقت بولا جاتا ہے، درندہ اکثر اور مروتا واحد  
 مخاطب اور جمع مخاطب دونوں کے لئے (آپ) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔  
 آپ تعظیماً داد و مخاطب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ لوگ طرح  
 طرح کی ایذائیں پہنچاتے تھے، مگر آپ کو کبھی طال نہ ہوتا، یا جب کوئی شخص  
 کسی کو دوسرے سے ملاتا ہے، تو تعظیماً کہتا ہے کہ آپ غلام شہر کے رئیس  
 ہیں، آپ شاہ بھی ہیں و غیرہ وغیرہ

(ہم) ضمیر منکلم جمع میں استعمال ہوتا ہے، لیکن بڑے لوگ بھائے واحد  
 منکلم کے بھی استعمال کرتے ہیں، جیسے ہم نے جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کیوں  
 نہیں کی گئی۔ نظم میں یہ تخصیص نہیں، وہاں اکثر واحد منکلم کے لئے ہی آتا ہے۔ جیسے  
 ہم بھی تسلیم کی خود ایں گے

بے نیانسی تیری عسادت ہی تھی

ایک ہم ہیں کہ دیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

ایک وہ ہیں جنہیں تصور بسنا آتی ہے

کبھی منکلم عمومیت کے خیال سے (ہم)، استعمال کرتا ہے جیسے ایک لفظ

ہیں یہ سب کچھ بھوڑنا پڑے گا ترقی کیسی ہماری حالت ہی اس قابل نہیں ہے۔  
 کبھی مشکلم اپنے لئے (ہم) کا استعمال کرتا ہے، جیسے یہ چند روزہ محبت ہی  
 غنیمت ہے، ورنہ پھر ہم کہاں تم کہاں، ہماری قسمت ہی بری ہے، جو کام کیا بھڑکیا  
 وہ بڑے ضدی ہیں کسی کو کیوں مانتے تھے۔ آخر ہمیں کو دینا پڑا۔

بعض اوقات اس کا استعمال مبہم ہوتا ہے، اور یہ صحیح طور پر نہیں معلوم  
 ہوتا کہ مشکلم کے ساتھ اور کون شریک ہیں۔ مثلاً کوئی کلمہ اس کے ساتھ کون دے گا  
 اس کے جواب میں دوسرا شخص کہے: ہم سب تمہارا ساتھ دیں گے۔ اگرچہ  
 کہنے والا دھڑکے ہوئے دوسرے کو بھی شریک کر لیتا ہے۔

بعض اوقات اس کے ساتھ دوسرے الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے،  
 جیسے ہم رعایا نے سرکار، ہم شرکائے مجلس۔

کبھی کبھی محض انکار کی غرض سے جب کہ اپنی شخصیت کا اظہار سننے  
 والوں کے سامنے مناسب خیال نہیں کیا جاتا، گویا مشکلم اپنی رائے یا فعل کو ہی  
 دوسروں کی آڑ میں چھپا لیتا ہے، جیسے ہماری رائے میں تعلیم کی اصلاح میں  
 بنایت سرگرمی سے کوشش کرنی چاہئے۔

اس کا استعمال زیادہ تر اخباروں کے ایڈیٹر کرتے ہیں جو گویا اہل ملک  
 کے نائب ہیں۔

بعض اوقات یار اور یاروں کا لفظ داؤد مشکلم کے لئے استعمال ہوتا  
 ہے، جیسے یار تو گوشہ تہائی میں رہتے ہیں کہیں آئیں نہ جائیں، یاروں سے  
 بچ کر کہاں جائیے گا۔ یاروں کا لفظ داؤد مشکلم اور جمع مشکلم دونوں کے لئے  
 آتا ہے، مگر عموماً بے تکلفی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے، یہ استعمال  
 کسی قدر عامیانا نہ سمجھا جاتا ہے۔

کیا مد نظر تم کہ ہے یاروں سے تو کچھ  
گرمہ سے نہیں کہتے اخلاصوں سے تو کچھ

(ذوق)

جب کسی جملے میں کوئی اسم یا ضمیر فاعلی حالت میں ہو، اردو ہی مفعول بھی واقع ہو تو بجائے ضمیر مفعولی کے آپ کو۔ اپنے تئیں۔ یا اپنے آپ کو استعمال کرتے ہیں، جیسے احمد آپ کو درکھیچتا ہے۔ یا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے۔ یا اپنے آپ کو ناقص خیال کرتا ہے۔

اسی طرح جب کوئی اسم یا ضمیر مفعولے میں فاعل ہے اور اس کی اضافی حالت لانی منظور ہو تو بجائے اصل ضمیر اضافی کے اپنا، اپنی، یا اپنے۔ حسب موقع استعمال ہوں گے۔ جیسے احمد اپنی حرکت سے باز نہیں آتا۔ تم اپنا کام کرو مجھے اپنے کام سے فرصت نہیں، وہ خود تو چلے گئے مگر اپنا کام پھر پر چھوڑ گئے یہ اسی حالت میں ہے جب کہ فاعل ایک ہو، اگر فاعل الگ الگ ہوں تو اپنے کے ضمیر نہیں آئے گا۔ بلکہ جس ضمیر کا موقع ہو گا اسی کی اضافی حالت لکھی جائے گی جیسے وہ تو چلے گئے مگر ان کا کام مجھ پر آ پڑا یہاں چلے گئے، کا فاعل وہ ہے اور آپ آ پڑا کا فاعل ان کا کام ہے جیسے تم تو چلے گئے، مگر تمہارا کام انہوں نے مجھے سونپ دیا۔ یہاں چلے گئے، کا فاعل تم ہے مگر سونپ دیا کا فاعل انہوں نے اپنا، اپنی، اور اپنے مضاف کے لحاظ سے حسب ترتیب ماضی، حال، مستقبل اور جمع ماضی اور جمع مذکر کے لگاتے ہیں۔ اگر حرف ربط میں سے کوئی مضاف کے بعد آ جاتا ہے تو (اپنا، اپنی، اپنی) ہر حالت میں، جیسے وہ اپنے کام سے غافل ہے وہ اپنے بوش میں نہیں۔

در اصل ایسے فقروں میں اصل ضمیر میں اپنا، اپنے، اپنی سے

بدل گئی ہیں، مثلاً مجھ اپنے کاموں سے فرصت نہیں۔ اصل میں تھا۔ مجھے میرے کاموں سے فرصت نہیں۔

آپ اور اپنا دوسرے فرائض کے ساتھ تاکید کے لئے بھی آتے ہیں مثلاً حالت غافل میں۔ میں آپ گیا تھا۔ وہ آپ آئے تھے۔ ہم آپ آئے تھے۔ تم آپ آئے تھے۔ حالت انسان میں جیسے میرا اپنا کام تھا۔ یہ ان کا اپنا باغ ہے۔

میرا اپنا خدا کا ہے (غالب)  
اور کے میں دین سے کیا کام

نارسی کا لفظ خود بھی جس کے معنی آپ اپنے آپ کے ہیں انہیں معنوں میں آتا ہے۔ جیسے انہوں نے خود فرمایا، خود بعض حالتوں میں زیادہ فیض ہے۔ اور خصوصاً حالت مغفول میں جیسے میں نے خود اسے دیا۔ یہاں خود کے استعمال سے ابہام پایا جاتا ہے کہ خود کا تعلق میں سے ہے یا۔ (اسے بے چاہذا۔ اس کے رنج کرنے کے لئے ایسے موقعوں پر استعمال کی یہ صورت ہونی چاہئے کہ جس لفظ سے اس کا تعلق ہوا اسکے اول استعمال کیا جائے مثلاً اگر میں خود کا تعلق میں سے ظاہر کرنا مقصود ہو تو یوں کہا جائے خود میں نے اسے دیا: مگر حالت اضافی یہ خود کا استعمال فیض نہیں ہے ایسے مواقع پر اپنا زیادہ فیض ہے مثلاً خود کا کام خود کرنا چاہئے: کی بجائے اپنا کام آپ کرنا چاہئے۔ زیادہ فیض ہے۔

## ۲۔ ضمیر موصولہ

وہ ہے جو کسی اسم کے پہلے آتی ہے، مگر اس کے ساتھ ہمیشہ ایک جملہ ہوتا ہے جس میں اس کے اسم کا بیان ہوتا ہے جیسے وہ

کتاب جو کل چوری گئی تھی مل گئی ہے، آپ کے دوست جو چچک رہے ہیں، مجھے  
لے گئے، پہلے میں جو کتاب لے گئے اور دوسرے میں (جو) دوست کے  
لے اور ساتھ کے جملوں میں دونوں اسوں کا بیان ہے،  
ضمیر موصولہ صرف (جو) ہے، جس کی مختلف حالتیں یہ ہیں،

واحد	جمع
فاعل حالت جس نے	جنہوں نے
مفعول حالت جس کو یا چھ	جن کو یا جنہیں
امثالی حالت (مذکورہ جیسا)	جن کا۔
(مونث) جس کی	جن کی

جن کو جنہیں، جنہوں نے، جن کا اگر چہ جمع ہیں مگر تعین واحد کے لئے  
آتے ہیں۔ جس اسم کے لئے یہ ضمیر آتا ہے۔ اسے مرجع جمع ہی کہتے  
ہیں۔

ضمیر موصولہ پرچہ ایک جملے کے ساتھ آتا ہے اور دوسرا جملہ اس  
کے جواب میں جو، مثلاً وہ کتاب جو کل خریدی تھی، دوسرا وہ کتاب  
باقی رہی۔ اس میں جو، ضمیر موصولہ ہے۔

(جر) حالت فاعل میں واحد اور جمع دونوں میں یکساں استعمال  
ہوتا ہے مگر فاعل کے ساتھ جب ہو، ہو تو واحد میں (جو) بدل کر (جس)  
اور جمع میں (جنہوں) ہو جاتا ہے۔ مثلاً جس نے ایسا کیا برا کیا۔ وہ لوگ  
جنہوں نے قصور کیا تھا معاف کر دیے گئے۔

کبھی (جر) کے جواب میں فقرہ ثانیاں میں (سو) آتا ہے جیسے جو ہو  
سو ہو جو چڑھے گا سو گرے گا۔

(جون) بھی ہندی میں منیر موصول ہے۔ مگر اردو میں (سا) کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ جیسے ان میں سے جون سا چاہو لے لو۔ جمع (جول سے) اور واحد جمع موند میں (جون سے) استعمال ہوتا ہے۔

کبھی (کہ) بطور منیر موصول کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے

میں کہ آشوب جہاں سے تھا ستھوید بہت (آزار)  
اس کو سمجھا غنیمت دل غم دیدہ بہت

جو، جس اور جن بہ تکرار بھی آتے ہیں۔ اور واحد یا جمع کی حالت میں ان کا اطلاق فرزند فرزا ہوتا ہے، مثنوی پسند ہو لے لو، جن جن کھپاس گیا  
اپنی سنی ہی جواب دیا۔

### ضمائر استفہامیہ

جو سوال پر پوچھنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ ہیں۔ کون اور کیا، کون، جاندار  
مے لئے آتا ہے، کیا ہے جان کے لئے۔

جیسے کہ  
کون کہتا ہے کیا ہا ہنٹ  
دکون کی مختلف حالتیں ہیں۔

جمع

واحد

فاعل حالت۔ کون بہ دے کے ساتھ (کون دے کے ساتھ)  
مفعول حالت۔ کے یا کس کو کس سے، کن کو یا کہیں کہیں لگتی ہے۔  
بھائی حالت۔ کس کا کن کا

جیسے کون کہتا ہے، کس نے کہا، کس نے پاس کس کو دیا، کن اب صورت نما  
میں منیر کے ساتھ نہیں آتا ہے۔ بلکہ ہم کے ساتھ آتا ہے جیسے کن لوگوں نے کہا

کس کس کن کن۔ اور کیا کپڑے استعمال ہوتے ہیں، جیسے کس کس کو  
روڑوں۔ کن کن سے کہوں، کیا کیا کروں؟

کون کون میں پوچھتے ہیں، جیسے وہاں کون کون کھتے۔  
ان فقرہوں میں فعل کئی اشخاص یا اشیاء پر نرداف قرار دیا جاتا ہے۔  
اور جمع کا ہونا ہوتا ہے۔

کون سا، کون سی، کون سے میں بھالے منیر ستمی ہے، کون ادا کون  
سا میں فرق اتنا ہے، (کون سے) میں ذرا خصوصیت پائی ہوتی ہے اور یہ  
اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ کئی چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب  
مقصود ہو۔ مثلاً ان میں سے کون سا چاہئے۔ یہاں کون نہیں کہیں گے (سا)  
کے ساتھ، کون، اشخاص اور اشیاء دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔  
ضمیر اشارہ کا جو بطور اشارہ کے استعمال ہوتا ہے، وہ، بعد کے  
ضمیر اشارہ اور یہ "قریب کے لئے مناثر اشارہ اور غائر غائب  
شخصی ایک ہی ہیں، لیکن جب بطور اشارہ استعمال ہوتی ہیں، تو انہیں۔  
مناثر اشارہ کہتے ہیں، جیسے وہ لوگ یا یہ حرف ربط کے آئے سے وہ اس  
سے اور یہ اس سے بدل جاتا ہے، اور جمع میں ان اداں ہو جاتا ہے۔

دین اور فقیر تھے کبھی کچھ چیزیں۔

اب دوسرا کیا ہے اس میں اور اس میں

وہ ہیں جو فی زمین اشخاص یا اشیاء کے لئے آئیں  
غائر غائب کی مناثر تکبیر وہیں، کون، اور کچھ

کون۔ اشخاص کے لئے اور کچھ اشیاء کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے  
کون ہے؟ کون نہیں برکت، کچھ ہے یا نہیں؟ کچھ نہ کہو، کچھ تو ہے جن

کی پردہ داری ہے۔؟

حرف ربط کے آنے سے کوئی، کی صورت، کسی ہو جاتی ہے، جیسے،  
کسی کے پاس نہیں، کسی کی جان گئی آپ کی ادھر رہی۔

جب یہ منائر تکرار کے ساتھ کوئی کوئی اور کچھ کچھ استعمال ہوتی ہیں تو  
اس میں خاص ندر پایا جاتا ہے، مگر معنی قلت کے آتے ہیں، جیسے اب بھی  
کوئی کوئی نظر پڑ جاتا ہے، اگرچہ نایاب ہے، مگر کسی کے پاس اب بھی مل  
جاتی ہے۔ ابھی کچھ کچھ دروہاتی ہے، نفل کے ساتھ بھی بہ تکرار آتا ہے، جیسے  
ہو رہے گا، کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔ کوئی نہ کوئی ملے گا۔

۷۱ کے الفاظ، بعض اہم یعنی ابھی ضمیر تنکیر کا کام دیتے ہیں، بعض کا  
یہ خیال ہے، بعض نہ کہتے ہیں، بعض، تکرار کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے بعض بعض  
ایسے بھی ہوتے ہیں، اسی طرح، غلام کل، اور میں بطور ضمیر تنکیر کے استعمال  
لہوتے ہیں۔

منائر تنکیر کا دوسرے نماز کے ساتھ مل کر مرکب بھی آتا ہے جیسے جو  
کوئی جو کچھ جس کسی، ہر کوئی، جیسے جس کسی سے کہتا ہوں، وہ اٹھا بھی کو  
قائل کرتا ہے، جو کچھ کہو بجا ہے، ہر کوئی ہی کہتا ہے، جو کچھ ہے غنیمت ہے،  
اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔

یہ وہ صفات ہیں، جن میں کہ بدیش ضمیر کی خاصیت بھی پائی  
**صفات ضمیر کی** جاتی ہے، یہ الفاظ تیناں میں داخل ہیں یا صفات  
ہوتے ہیں لہذا ضمیر اسم کے ساتھ آنے سے صفات ہو جاتے ہیں، اہم ضمیر اسم  
کے ضمیر ان میں سے ایک تودہ ہیں جو ضمیر کا مادوں کے آگے دہانتا، اور  
ایسا، بڑھا کر بنائے گئے ہیں، اور باقی وہ سرے الفاظ ہیں۔ ضمیر کا ماضی

ہندہ میں پانچ ہیں۔

(۱) یاد (یا) ای (آ) ۱۲ (۱۳) اور (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸)  
 (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸)  
 ان صفات کے دو قسمیں ہیں۔ ایک صفات ذاتی و دوسری صفات ..

مقداری

صفات ذاتی	صفات مقداری
ایا	اتنا (اُنّا)
دیا	اتنا (اُتّا)
میا	جتنا (جُتّا)
کیا	کتنا (کُتّا)

ان کے علاوہ دوسرے الفاظ یہ ہیں، ایک، دوسرا، دونوں، ہر، بعض، یعنی، نیز، سب، ہر، ظان، غلاتا، کئی، کے، چند، کل ..

ایک : صفت عددی ہے جب منیر ہوتا ہے تو اس کے جواب میں دوسرا آتا ہے، جیسے ایک یہ کہتا ہے، دوسرا یہ کہتا ہے، کبھی جواب میں دوسرے کے بھلئے، (ایک) ہی استعمال ہوتا ہے، جیسے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے، کبھی ایک اور دوسرا مل کر آتے ہیں اور اپنا تعلق باہمی بھی ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے ایک دوسرے سے محبت کر دے۔

ہر۔ کبھی اکیلا اور بطور اسم کے استعمال نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ (ایک) یا (کوئی) کے ساتھ مل کر آتا ہے، ہر ایک۔ ہر کوئی ایسی حالت میں اسے منیر کہہ سکتے ہیں۔

اور جیسے جیسے اور سے کیا مطلب۔ اس کی جمع بھی آتی ہے۔ جیسے  
 جیسے اردن سے کیا غرضی۔

بہت سے کی ایک اور صورت، بہتر ہے جس سے کثرت ظاہر  
 ہوتی ہے، اور اکثر تیز فعل واقع ہوتا ہے، اس کے علاوہ بہت سا بھی  
 مستقل ہے۔ بہت سے بہتر ہے، بطور ضمیر کے استعمال ہوتے ہیں جیسے  
 بہتر پیدا کئے رکھتے ہیں بہت سے یہ کہتے ہیں یعنی، اور کے، بطور ضمیر کے بھی آتے ہیں کئی کے  
 ساتھ ایک بھی ملکر آتا ہے جیسے کئی ایک اور اسی طرح کتنے ایک بھی مستقل ہے مثلاً کے  
 چائیں، کئی ایسا ہیں جو اسے نہیں ملتے کئی ایک کیلئے ہے بعض کو کہتے ہیں سب چلے گئے وغیرہ،  
 اور د کی تمام ضمیریں ہندی میں جو شکرت اور

**ضامن کے ماحول پر اکرت سے** ماخوذ ہیں، ان کی اصل کا پتہ لگانا  
 دیکھی سے خالی نہ ہو گا۔ لہذا مختصر طور پر یہاں بحث کی جاتی ہے۔

میں، سنکرت میں ضمیر واحد مشکلم، سیاہ، پر اکرت میں ہے،  
 اور در افعال متعدی میں جوہ میں، کے ساتھ نے استعمال ہوتا ہے وہ زائد  
 ہے، چنانچہ اردانکی، قدیم بسیواثری اور دیگر پرانی ہندی اور دکنی  
 میں، میں، بغیر نے کے استعمال ہوتا ہے، پنجابی میں بھی، میں ہے، سرہٹی  
 میں (دی) آتا ہے۔

قد سنکرت کے واحد صورت فاعل قوم، سے ہے  
 ہندی کی بعض زبانوں مثلاً اردواثری اور قدیم بسیواثری  
 نیز پرانی اردو میں توں اور تین استعمال ہوتا ہے۔

بھ اور تھ پر اکرت کی اضافی حالت بھ اور بھ سے پیدا ہونے  
 ہیں جو بجائے ہم اور توہ کے ہیں۔ ہا اور توہ عام کا پر اکرت ہیں

استعمال ہوتا تھا۔ پراکرت صورت بھٹا اور بھٹا کے آگے (ہی) کا اضافہ،  
کرنے سے بھٹا ہی ہوا اور اس سے بھٹے بھٹے بنے۔

میرا، تیرا اسی طرح بنے کہ تدریم افعالی صورت بھا کے ان بھگتے عرف  
امانت کیرا یا کیرد بجائے کیرا کو (سنسکرت کرتا) بڑھا دیا گیا تو ادر  
نویسوں نے عوام کی پراکرت کی صورت افعالی بھا کیرد بتائی ہے جن  
سے میرا بنا ہے۔ چنانچہ ماڑ داڑی اور بیو داڑی میں بھا نزد، ہا نلو متعل  
ہے یہاں کہتے کا لاف، اڑ گیا، اس کے بعد میرد یا میرالعد تیرا بن گیا۔  
(ہم) پراکرت کی جی تکم حالت فاعلی ہے۔ (اچھے) سے ہنسے۔  
یہ صمدت ماڑ داڑی زبان میں اب تک قائم ہے۔ بنگالی، اوری  
گجراتی اسے، سرہنی، اہم، مفعول حالت، ہیں بلو اسی سے بنے ہیں کیوں  
کہ اس کی پراکرت صورت۔ ہا نہیں ہے، ادا اسی طرح نہیں تھا نہیں  
سے بن گیا ہے۔ ہمارا ہمارا کی اصل یہ ہے کہ اہما، ادا ہتا کے آگے پراکرت  
علامت، کرا کا، بڑھا دی گئی ہے اس سے اہا کرا کو اور ہتا کی کو  
بنا، اس سے برج کا ہمارو اور ہمارو ہوا، اور اس سے ہندی  
ہمارا ہمارا۔

(یہ) سنسکرت کے لفظ ایش سے نکلا ہے، ہندی کی مختلف شاخوں  
میں یہ لفظ ذرا ذرا سے فرق سے موجود ہے مثلاً یاہ، یہ۔ یہو، اید  
ہے، لیکن یہ سب صورتیں ایش سے نکلی ہیں، اور ان سب میں وہ موجود  
ہے۔ لیکن ایک دوسری صورت یو اور یا ہے جو پردہ میں متعل ہے  
یہ غالباً پراکرت "ا مو" سے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جس طرح  
اشادہ قریب کے صورتیں ایش۔ اور اہما سے نکلی ہیں۔

اسی طرح اشارۃ بعیدہ و اشارۃ اراہ سے نکلا ہوگا پرانی  
رکن اردو میں یہ کہے لئے "اے" بھی استعمال ہوا ہے۔

جو، سوا اور کون سنکرت کے ضائر بہرہ بہرہ اور کہہ سے نکلے ہیں  
کون کے تعلق۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ سنکرت کی مفعول حالت سے کم  
بنا ہے اسی طرح جول پر قیاس کرنا چاہئے۔

سنکرت کی (اعداد) ضانی حالت یسٹا تھی، پراکرت جہاں  
کا زبرا، یا جہاں (جیم) لازیرا ہونہ آخری حرف علت گر گیا۔ اور جس کی  
صورت قائم ہو گئی۔

سنکرت، کا کوئی پراکرت میں، کوئی، ہوا اور اسی سے ہندی  
کوئی نکلا۔ کایا کی تمام ضائر تکیروں و ضائر مستقارہ۔ کا اصل مادہ ہے، کسی،  
بھی اسی مادہ سے نکلا ہے، سنکرت میں اضمافی حالت کیساں تھی،  
اس سے کسی، بنا۔

کیا، ہندی (کاہ) یا (کبا) اس کی اصل جی، کی، معلوم ہوتا

ہے۔

سنکرت کے کشتیت سے کچھ اور اس سے کچھ بنا۔

آپ (یعنی خود) کی اصل سنکرت کا لفظ اتن ہے،

آپ نے اور اپنا پراکرت کی صورت آتمکا سے ماخوذ ہے۔

آپس کی نسبت یہ خیال ہے کہ وہ پراکرت کی صورت اضمافی

آپا سے بنا ہے۔

آپ (تفہیم) بھی اتن سے ماخوذ ہے جو بعض ہندی لہجوں میں

آپن اور آپو ہوا اور وہاں سے آپ بنا۔

# فعل

فعل وہ ہے کہ جس سے کسی شے کا ہونا یا کرنا ظاہر ہوتا ہے جیسے  
 تاشا شروع ہوا۔ اس نے خط لکھا۔ ریل چلی۔  
 فعل کی بھانڈا مفعول کے تین قسمیں ہیں۔

- ۱۔ لازم
- ۲۔ متعدی
- ۳۔ ناقص۔

فعل لازم وہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا پایا جادے۔ مگر اس کا  
 اثر صرف کام کرنے والے یعنی فاعل تک رہے اور بس جیسے احمد آیا جیسا  
 بولا۔

فعل متعدی وہ ہے جس کا اثر فاعل سے گذر کر مفعول تک پہنچے  
 (مفعول یعنی جس پر فعل واقع ہو) جیسے احمد نے خط لکھا یہاں لکھا فعل  
 ہے احمد اس کا فاعل اور خط (جس پر لکھنے کا فعل ہوا ہے) مفعول ہے۔  
 فعل ناقص وہ ہے جو کسی پر اثر نہ ڈالے بلکہ کسی اثر کو ثابت کرے  
 جیسے احمد بیمار ہے، اس جملہ میں فعل کا کرنا نہیں بلکہ ہونا پایا جاتا ہے احمد  
 جو یہاں فاعل ہے کام کرنے والا نہیں بلکہ فعل کا پہلے والا ہے اور بیمار اس کی  
 حالت کا خبر دیتا ہے۔

افعال ناقص اکثر یہ آتے ہیں، ہونا، پینا، نکلنا، رہنا، پڑنا، نکلنا، نظر  
 آنا دکھائی دینا۔ ان میں ہونا تو ہمیشہ فعل ناقص کے طور پر استعمال ہوتا ہے

لیکن باقی افعال کبھی لازم ہوتے ہیں اور کبھی ناقص، علامہ ان کے جو جاتا بن جاتا۔ معلوم ہوتا ہے افعال ناقص کا کام دیتے ہیں جیسے وہ سکار معلوم ہوتا ہے، وہ پاگل ہو گیا ہے۔

## مثالیں

وہ چالاک ہے۔ احمد بے خبر تھا۔ (ہونا فعل ناقص) ( )

وہ عالمی رہا۔	ناقص	وہ شہر میں رہتا ہے	لزم
وہ بڑا بے وقوف نکلا	ایضاً	وہ درد اڑے سے نکلا	ایضاً
وہ امیر بن گیا۔	ایضاً	میں ڈاکٹر بنوں گا۔	ایضاً
وہ بیمار نظر آتا ہے	ایضاً	مجھ کو کچھ نظر نہیں آتا	ایضاً
وہ ہشیار دکھائی دیتا ہے	ایضاً	وہ مجمع میں کہیں دکھائی دیتا ہے	ایضاً
وہ بھلا لگتا ہے	ایضاً	تو رہا تھا۔	ایضاً
وہ بیمار پڑا ہے۔	ایضاً	اس کے اینٹ لگی	ایضاً
	ایضاً	میں وہاں پڑا رہا	ایضاً

ان کے علاوہ چند افعال ایسے بھی پائے جاتے ہیں، جو بھورت کو لازم ہیں لیکن معنائ ان کا میلان بھول کی طرف ہوتا ہے، فعل کی یہ سب سے سادہ اور ابتدائی قسم ہے، جیسے: پٹنا، کھٹنا، بھٹنا، بکنا، کھٹنا، کٹنا، دھیرہ دھیرہ، شقا درد اڑہ کھلا، مال بکا، احمد پڑا، اس میں کسی قدر بھول کی شان پائی جاتی ہے جس کا ذکر آئے گا، یہ افعال درحقیقت بے تو مستعدی ہیں، لازم، مگر کماصل کا فعل ثابت نہیں۔

## لوازم فعل

افعال میں علامہ جنس و تعداد کے تین چیزیں اور بھی پائی جاتی ہیں۔

۱۔ طور ۲۔ صورت ۳۔ زمانہ  
 طور فعل۔ وہ حالت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام خود  
 فاعل سے صادر ہوا۔ یا کام کا اثر کسی پر واقع ہوا۔ یہ فعل کے طور میں۔  
 جب فاعل کے کام کا اثر کسی دوسری شے یا شخص پر واقع ہو تو اسے  
 معروف کہتے ہیں جیسے احمد نے نوکر کو مارا۔ یہاں فاعل کے کام کا اثر لوگ  
 پر واقع ہوتا ہے مگر جب صرف وہ شے یا شخص معلوم ہو جس پر واقع  
 ہوا ہے اور فاعل معلوم نہ ہو تو اسے مجهول کہتے ہیں جیسے اسے خط سنایا گیا  
 یہاں سنانے والا یعنی فاعل نامعلوم ہے، اس لئے اسے مجهول کہتے ہیں،  
 مجهول کے معنی نامعلوم کے ہیں۔

ہر فعل کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے  
 کہ فعل (کام) کس (خندگ سے ہوا) ●  
 فعل کی پانچ صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ خبری ۲۔ شرطی ۳۔ احتمالی  
 ۴۔ امری ۵۔ مصدری

۱۔ خبری صورت وہ ہے جو کسی واقعے کی خبر دے۔ یا کسی امر کے متعلق  
 استفسار کرے جیسے حامد گر پڑا۔ آپ ہاں نہیں گئے؟  
 ۲۔ شرطی صورت۔ فعل کی وہ صورت ہے جس میں شرط یا تنہائی  
 جیسے خواہ حرف شرط ہو یا نہ ہو، جیسے وہ آتے تو میں بھی چلتا، اس میں  
 بعض اوقات توقع اور خواہش کا بھی اظہار ہوتا ہے جیسے وہ آتا تو  
 خوب ہوتا۔ یہ ممکن چھے مل جاتا تو اچھا ہوتا۔

۳۔ احتمالی صورت جس میں احتمال یا شک پایا جائے جیسے اسی نے

کھا ہوگا، ممکن ہے کہ وہ نہ گیا ہو، شاید وہ آجائے۔

۴۔ اری صورت جس میں مکمل تھا پائی جاسکے جیسے ہائی لافٹ شریف لائیے۔

۵۔ مصدر ق صورت۔ جس میں کام کا ہونا بلا تعین وقت کے ہو، اس کے آخر میں ہمیشہ (نا) ہوتا ہے۔ جیسے جونا، کرنا، کھانا، حقیقت میں ایک قسم کا فعل اسم ہے جو تجریدی طور پر فعل کے کام یا مال کو بتاتا ہے اور زمانہ اور تعداد سے بری ہوتا ہے۔

زمانہ فعل کے لئے زمانے کا ہونا ضروری ہے۔ زمانے تین ہیں۔ گزشتہ جسے ماضی کہتے ہیں۔ موجودہ۔ جسے حال کہتے ہیں، اور آئندہ جس کا نام مستقبل ہے ہر فعل یا کام کا تعلق بلحاظ زمانے کے ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ ضرور ہوگا، مادہ۔ مصدر کی علامت (نا) گرا دیتے سے فعل کا مادہ رہ جاتا ہے اور اس سے اکثر باقاعدہ افعال بنتے ہیں، مثلاً ملنا کا مادہ مل ہے اور چلنا کا چل ہندی فعل کا مادہ صحت میں امر مخاطب کے مشابہ ہوتا ہے عالیہ ناتمام و ناتمام فعل کے مادے سے عالیہ ناتمام و تمام بنتے ہیں۔

۱۔ عالیہ ناتمام، مادے کے آخر میں تا بڑھانے سے بنتا ہے،

۲۔ عالیہ تمام مادے کے آخر میں (ا) بڑھانے سے بنتا ہے۔

ذیل کی مثالوں سے پوری کیفیت معلوم ہوگی۔

مصدر	مادہ	عالیہ ناتمام	عالیہ تمام
ملنا	مل	ملتا	رہتا
ڈرنا	ڈر	ڈرتا	ڈرا
کھلنا	کھل	کھلتا	کھلا

لیکن جہاں مادے کے آخر میں (ی) یا (د) ہوگا، وہاں (یا) بڑھانا

پڑے گا جیسے کھائے کھایا۔ پلے سے پیا، کھو سے کھوایا۔  
 یہ بھی خیال رہے کہ جب آخر میں (ی) اس حرف ہے تو حالیہ تمام کے  
 اول اس کی صورت حرف ذیر کی رہ جاتی ہے۔ جیسے پلے سے پیا۔  
 موش اور جمع کی صورت میں تہدلی عام قاعدے کے مطابق  
 ہوتی ہے۔ جیسے۔

مذکر واحد۔	مذکر جمع	مؤنث واحد	مؤنث جمع
لاتا	لاتے	لاتی	لاتیں
لایا	لائے	لائی	لائیں۔

سہ حرفی مادوں میں دوسرے حرف کی حرکت ساکن ہو جاتی ہے، جیسے  
 نکل سے نکلا، پھسل سے پھسلا وغیرہ۔

البتہ چھ مفصلہ ذیل معادریں حالیہ خلاف مادہ افعال آتا ہے  
 جوتا سے ہوا، مرنا سے مرا۔ کرنا سے کھا۔ دنیا سے دیا۔ لینا سے لیا۔  
 مانا سے گیا۔

تیسری صورت حالیہ معطوفہ کی ہے، جو مادے کے آخر کے 'یا  
 لگانے سے بنتا ہے، جیسے کھا کر۔ مل کے، سن کے۔

جب حالیہ کے ساتھ (ہوا) آتا ہے تو صفت کے معنی دیتا  
 ہے جیسے کھویا ہوا، روتا ہوا، دھیرہ۔ بعض اوقات ہوا کے بغیر بھی  
 صفت کا فائدہ دیتا جیسے کھلا مکان چلتا ہوتا، روتا صورت۔  
 افعال کے مختلف سیغوں کے بنانے کا طریقہ۔

افعال کے مختلف صیغے تین طرح سے بنتے ہیں، اول مادہ سے  
 دوم حالیہ تمام اور اسمدادی افعال کے ذریعہ سے سوم حالیہ

نا تمام اور امدادی افعال کی مدد سے  
 ہر کام کی تین حیثیتیں ہوتی ہیں، (۱) کام جو ختم ہو چکا ہے (۲) جو شروع  
 ہو چکا ہے، اور ختم نہیں ہوا، (۳) جو ابھی شروع نہیں ہوا۔  
 افعال کے تمام صیغے ان تین شقوں میں آجاتے ہیں مابہم زمانے  
 کے لحاظ سے مختلف افعال کے بنانے کا ذکر کرتے ہیں، لیکن اس سے  
 قبل فعل (ہونا) کی گردان مکہ دینی مناسب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ  
 ماضی اور حال کے اکثر صیغے اس فعل کی مدد سے بنتے ہیں۔

## ماضی

جمع  
 وہ تھے  
 تم تھے  
 ہم تھے

## حال

جمع  
 وہ ہیں  
 تم ہو  
 ہم ہیں

## امر

جمع  
 تم ہو

واحد  
 وہ تھا  
 تو تھا  
 میں تھا

واحد  
 وہ ہے  
 تو ہے  
 میں ہوں

واحد  
 توجہ

ہو جئے، ہو جئے گا۔

ہوں

## مستقبل

جمع

وہ ہوں گے

تم ہو گے،

ہم ہوں گے،

واحد

وہ ہو گا

تو ہو گا۔

میں ہو گا۔

(در اصل ہونا لائق ان صیغوں سے کچھ نہیں، کیونکہ ہونا سنسکرت کے فعل (ہو) سے نکلا ہے، حالانکہ حال کے صیغے سنسکرت کے مادے (اس) سے اور ماضی کے صیغے (سہا) سے نکلے ہیں لیکن اب ہندی اور اردو میں یہ تمام صیغے ہونا ہی کے تحت میں لکھے جاتے ہیں۔

## ماضی

افعال ماضی کے اقسام یہ ہیں: ماضی مطلق، ناقص، تمام، تمام شرطی، تنہا، احتمالی۔

ماضی مطلق وہ ہے جس سے بعض ایک فعل کے گزشتہ زمانے میں واقع ہونے کی خبر ملے اور بس۔ جیسے احمد گیا، موہن بھاگا۔

ماضی مطلق اس طرح بنتی ہے کہ مادہ فعل کے آخر (ا) بڑھایا جاتا ہے جیسے بھاگ سے بھاگا لیکن اگر مادہ فعل کے آخر میں (الف) یا (واو) ہو تو بھاسے، الف مکے (ہا)، پڑھا دیتے ہیں۔ مثلاً رو سے روہا، کھا سے کھیا لے اور دے میں، الف، کے افسانے سے دل، اور (و) کا تلفظ زیر سے کیا جاتا ہے۔ جیسے بیا، دیا۔

جائے گیا۔ کرے کیا۔ اور مرے سوا، بے قاعدہ ہیں، لیکن سوا اب نہیں  
 بولنے اس کے بجائے سوا آتا ہے، سوا صرف مرکبات میں صفت کے  
 لئے استعمال ہوتا ہے جیسے ادہ سوا۔ مونی مئی۔

ماضی نامتام یہ ظاہر کرتی ہے کہ گزشتہ زمانے میں کام جاری تھا جیسے  
 وہ کھا رہا تھا، یا کھاتا تھا، آخری حالت سے بعض اوقات عادت ظاہر  
 ہوتی ہے جیسے جب کبھی وہ آتا تھا تو ان سے ملنے ضرور جاتا تھا، اس کے  
 ظاہر کرنے کی دو اور صورتیں بھی ہیں۔ جیسے کھا یا کرتا تھا کھاتا رہتا تھا اس  
 کے علاوہ ماضی نامتام ایک اور طرح بھی ظاہر کی جاتی ہے۔ مثلاً کہتا رہا۔  
 کھاتا رہا، نکلتا رہا، اکثر یہ صورت فعل کے متواتر جاری رہنے کو ظاہر کرتی ہے یا کسی  
 ایسی حالت کو بتاتی ہے، جب کہ وہ کام برابر ہو رہے ہوں، مثلاً میں ہر چند منٹ  
 کرتا رہا، بکتا رہا، بارش ہوتی رہی اور وہ نہاتا رہا، سوائے ان صورتوں کے  
 ماضی نامتام کے ظاہر کرنے کی ایک اور صورت بھی ہے، جیسے پکارا کیا، بکا  
 کیا، سنا کیا۔ معنی اس کی حالت بھی گزشتہ صورت کی کی ہے۔

بعض اوقات آخری علامت حذف ہو جاتی ہے، اس میں لڑائی  
 کی کیا بات تھی ادہ اپنا کام کرتا تم اپنا کام کرتے دینی کہتے رہتے ایسی  
 عادت تھی کہ پیسے کھانا کھاتا پھر پڑھنے جاتا دیکھ کھاتا تھا اور جاتا تھا  
 جب کبھی وہ آتے ہزاروں باتیں سنا جاتے داتے تھے اور سنا جاتے تھے؟  
 ماضی تمام (بعید) جس سے فعل کا زمانہ گزشتہ میں ختم ہو جاتا  
 پایا جاتا ہے حالیہ تمام کے بعد تھا، بڑھانے سے بنی ہے جیسے دلی گیا  
 تھا، اس کی دوسری صورت چکا تھا، بڑھانے سے بھی پیدا ہوتی ہے اس  
 میں زیادہ زور ہوتا ہے اور اکثر اس وقت استعمال ہوتی ہے جبکہ اس سے میسر

ایک اور کام ہو چکا ہو، جیسے وہ میرے پاس آنے سے پہلے نکل چکا تھا، میں جا کر کیا کرتا، اس کا کام پہلے ہی ہو چکا تھا۔

ماضی احتمالی (یا شکہ) جس میں احتمال یا شک پایا جائے۔  
حالیہ تمام کے بعد یا ہو گا، بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آیا ہو، لایا ہو، آیا ہو گا، لایا ہو گا، آیا ہو، میں احتمال کا پہلو زیادہ ہے اور آیا ہو گا میں کم جیسے وہ حاضر آیا ہو گا، ممکن ہے وہ آیا ہو۔

ماضی شرطیہ (یا تمنائی) جس میں شرط یا تمنا پائی جائے۔  
مادہ فعل کے بعد رنا، بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آتا، جاتا، کرتا، اگر وہ آ جاتا تو اچھا ہی ہوتا، بعض اوقات ماضی شرطیہ سے بھی احتمال کے معنی پیدا ہوتے ہیں، جیسے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ من بلائے آ جاتا، میرا خیال ہے کہ وہ آ جاتا۔

دوسری صورت اس کی حالیہ تمام کے بعد، جوتا، بڑھانے سے بنتی ہے جیسے گرا جوتا، کھایا جوتا، پہلی صورت میں فعل کے وقوع سے تعلق نہیں بلکہ ایک فرضی صورت ہے۔ دوسری صورت میں شرط فعل کے وقوع کے ساتھ ہر کھیں یہ زمانہ گزشتہ میں بعض وقوع فعل کو ظاہر کرتی ہے، شرط یا تمنا کا کوئی لگاؤ نہیں جوتا، جیسے، تمہیں کیا وہ اپنا کام کرتا یا نہ کرتا، اول میں تمہارے پاس آتا، پھر دہان جاتا یہ کیوں کر ممکن تھا۔

### فعل حال

فعل حال سے زمانہ موجودہ کا اظہار ہوتا ہے  
اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ سب سے اول وہ سادہ اور قدیم حال مطلق ہے جس کی صورت سے

اب تک اس کی اصل ظاہر ہے، مگر موجودہ حالت میں وہ صاف صاف نہانہ حال کھپھڑ نہیں کرتا، بلکہ زماذ حال کے ساتھ اس میں کئی قسم کے معانی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اردو قواعد نویسوں نے مضارع کے نام سے اسے ایک الگ فعل قرار دیا ہے۔ اور ماضی۔ حال اور مستقبل تینوں میں سے کسی ایک زمانہ کے اندر ہو، بعض انگریز قواعد نویسوں نے اسے مستقبل کے لئے رکھا ہے، لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے، درحقیقت یہ حال ہے اور اب بھی اس میں حال کے معنی پائے جاتے ہیں، اس لئے ہم نے اسے حال ہی کے تحت میں رکھا ہے اگرچہ نام اس کا مضارع ہی مناسب ہوگا۔

مادہ فعل کے آخر یا سنے بھول بڑھانے سے مضارع بنتا ہے جیسے "لا" سے "لائے"۔ جمع غائب میں "لائیں"، مخاطب میں "لاؤ اور لائیں"، متکلم میں "لاؤں اور لائیں"۔

مضارع کی موجودہ صورت سے بھی قدیم حال مطلق تھا، مثلاً جانے ہے و کچھ عرصہ پہلے بطور حال مطلق کے استعمال ہوتا تھا، اور اب بھی کہیں، کہیں بول چال میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی سے موجودہ حال مطلق "جاتا ہے" بنا ہے۔ یعنی اس کے تغیرات کی صورت یہ ہوئی۔ جادے، جادے رہے، جاسے ہے۔ جادت، اور حیات ہے اور جاتا ہے۔ موجودہ فیض حال مطلق ہے، باقی صورتیں ملک کے مختلف حصوں میں مستعمل ہیں مگر فیض نہیں سمجھی جاتیں، لیکن موجودہ حال مطلق انہیں سے ورثہ شراک بن گیا ہے۔ زبان میں افعال اور دیگر اجزاء کلام کے متعلق وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، لیکن پھر بعض قدیم صورتیں باقی رہ جاتی ہیں اور وہ خاص خاص حالتوں میں استعمال ہونے لگتی ہیں یہی حالت مضارع کی بعد اصل ماضیت پر غور نہ کرنے سے

دھولہ ہو جانا ہے۔

۲۔ امر یہ دوسری سادہ صورت حال کی ہے۔ امر کے معنی حکم کے ہیں یہ عموماً حکم اور التجا کے لئے آتا ہے۔ جیسے جاؤ، چلو، دور رہو، تشریف رکھیے۔ اس کا فاعل اکثر مخذوف ہوتا ہے، اس لئے کہ مخاطب کے سامنے موجود ہے، علامت مصدر گزارینے کے بعد ہاتی امر رہ جاتا ہے، جیسے کھانے سے کھا۔ آنے سے آ، لیکن بہ نظر ادب و اخلاق واحد کے لئے جمع بولتے ہیں، جیسے دیکھو، افعال میں بھی ہوتا ہے، جمع مخاطب امر میں واحد کے بعد واؤ یا ئے بڑھا دیتے ہیں اگر ئے، میٹھو، میٹھئے، واحد سوائے بے تکلفی، بچوں یا نوکروں کو خطاب کرنے یا نظم میں خدا کو خطاب کرنے کے دگرے مواقع پر استعمال نہیں ہوتا، آخری صورت صرف آپ کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، جیسے میٹھئے آپ ابھی نہ چلیئے۔ مخاطب کے لئے امر غائب جمع صیغہ تعظیماً استعمال کرتے ہیں جیسے آپ تشریف رکھیں، آپ وہاں نہ جائیں، کبھی اور زیادہ تعظیم کے لئے امر کے بعد (ی) اور ہمزہ بڑھا دیتے ہیں، جیسے میٹھئے، کھائیے وغیرہ، یہ دونوں صورتیں آپ کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں، جس سادہ امر کے آخر میں، یا، ہوتی ہے تو وہاں امر تعظیمی کے لئے قبل دی، اور ہمزہ کے ج بڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ تین دیا، اور ہمزہ کے ایک جگہ جمع ہونے سے تلفظ میں بہت دقت ہوتی ہے، مثلاً کیجئے، پیجئے، دیکھئے، چونکہ یا اور جا کا اکثر بدل ہوتا ہے اس لئے سہولت کے خیال سے ج کا استعمال ہوا ہے۔ اس صورت میں امر کے آخر کی پائے محمول بھی معروف ہو جاتی ہے۔ جیسے دینا اور لینا کی دے، دیکھئے، لیکن میں، کیجئے کر سے نہیں بنا بلکہ کیا سے بنایا گیا ہے۔ کبھی اس تعظیفی صورت کے آخر میں مزید تعظیم کے لئے گا بھی بڑھا دیتے

ہیں۔ جیسے گئے گا، فرمائے گا، کیجئے گا، یہ درحقیقت مستقبل کی صورت ہے۔  
 کبھی امر مخاطب کی جمع علامت آخر واؤ کے پہلے ایک ای، بڑھا دیتے  
 ہیں، جیسے رہو سے رہیو، بچو سے بچیو، یہ صورت تو اور تم کے ساتھ استعمال  
 ہوتی ہے، آپ کے ساتھ نہیں آتی، جیسے یہاں آئیو۔ عموماً یہ صورت دعا کے لئے  
 استعمال ہوتی ہے، خلا تم کو زندہ و سلامت رکھیو۔ صد و بست سال کی عمر دیو،  
 مشرکوں پر لعنت ہو جو اب یہ صورت بہت کم استعمال ہوتی ہے۔  
 کبھی لیجئے اور دیکھئے (بغیر) بھی مخاطب کے لئے استعمال ہوتے  
 ہیں، جیسے۔ آتا ہو تو ہا تھ سے نہ دیکھئے  
 جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجئے

لیکن اب اس کا استعمال نہیں ہوتا۔

۳۔ حال مطلق جس سے زمانہ محال عام طور پر بلا کسی تخصیص کے ظاہر  
 ہوتا ہے، کھاتا ہے، یہ ناتمام کے آگے واحد غائب ہیں اور مخاطب  
 میں دے، جمع مخاطب میں رہو، اور واحد متکلم میں رہوں، بڑھانے سے  
 بنتا ہے۔ جمع غائب اور جمع متکلم کی ایک صورت ہے، وہ آتے ہیں، آئے  
 ہے، جائے ہے، اب مشرک سمجھاتا ہے، اگرچہ بول چال میں اب بھی  
 کہیں کہیں مستعمل ہے۔

۴۔ حال ناتمام جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام جاری ہے اور  
 ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ جیسے وہ آ رہا ہے، وہ کھا رہا ہے، میں پڑھ  
 رہا ہوں۔

مادہ فعل کے آگے رہا ہے، رہے ہیں، رہا ہوں، بڑھانے  
 سے بنتا ہے۔

حال تمام ایک دوسری طرح سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے مٹانے جاتا ہے، ایک کو ایک کھانے جاتا ہے، اس میں کسی قدر زیادہ زور اور فعل کا پے در پے یا متواتر ہونا پایا جاتا ہے۔

۵۔ حال تمام جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کام ابھی ابھی ختم ہوا ہے، جیسے وہ آیا ہے، پیغام لایا ہے، غالبہ تمام کے بعد ہے، ہیں، ہوں بڑھانے سے بنتا ہے۔

کبھی مادہ فعل کے بعد چکا ہے، چکا ہوں، چکے ہیں، بڑھانے سے حال تمام ظاہر ہوتا ہے، جیسے وہ کھا چکا ہے، میں کھا چکا ہوں، اس صورت میں مزید تاکید افتتام فعل کو پائے جاتی ہے۔

۶۔ حال احتمالی جس سے زمانہ حال کے کسی فعل میں احتمال پایا جاتا ہے جیسے وہ آتا ہو، یا وہ آرہا ہو، آتا ہو سے ظاہر ہوتا ہے کہ کام قریب مانے میں واقع ہوا ہوگا، اگرچہ احتمال ہے اور آرہا ہو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنے کا فعل جاری ہے۔ یعنی ظن غالب ہے، کہ وہ چل دیا ہے، یا حالت رقتاد میں ہے، اور آنے کی امید ہے، یہی معنی آتا ہوگا، اور آرہا ہوگا سے بھی پیدا ہوتے ہیں، اور دونوں جائز ہیں،

د بعض اوقات گا۔ "کے اٹھانے سے ماضی احتمال کے معنی بھی ظاہر ہوتے ہیں جیسے آیا ہوگا، لایا ہوگا، کرتا ہوگا سے حادث پائی جاتی ہے مثلاً ہم کسی سے سوال کریں کہ تم نے کبھی اسے ایسا کرتے دیکھا وہ جواب میں کہے میں نہیں جانتا کرتا ہوگا، مستقبل

۱۔ مستقبل مطلق جس سے محض زمانہ آئندہ پایا جائے۔

مخارج کے بعد گا۔ (یا گے یا گا) بڑھادینے سے بنتا ہے جیسے کھانے  
 گا۔ مگر مصدر ہونا سے ہو گا، مستقبل ہے، پرانی اردو میں ہونے کا استعمال ہوتا  
 تھا۔ مگر اب -ترک ہے، ہے گا۔ اب بھی بول چال میں مستعمل ہے، اور حال  
 یعنی (ہے) کے معنوں میں آتا ہے، مگر غیر فصیح ہے۔ اسی طرح ہو گا، بعض اوقات  
 مال کے معنی دیتا ہے، جیسے تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی بیوقوف ہو گا۔  
 (یعنی ہے)

۲۔ مستقبل مدای جس میں آئندہ زمانے میں کام کا جاری رہنا پایا جائے  
 جیسے کرتا رہے گا۔ چلتا رہے گا۔

جو اس شور سے تیر روتا رہے گا۔

تو ہسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا۔

حالیہ ناتمام کے بعد رہے گا، بڑھانے سے بن جاتا ہے۔

مگر جاتا رہے گا۔ مستقبل مطلق ہے۔ جیسے اس کام جاتا رہے گا۔

یعنی ہاتھ سے نکل جائیگا، یا بگڑ جائیگا، اس کا مصدر جاتا رہنا، خالص ہونا، مصدر مرکب ہے۔

د رہے گا۔ اسے ایک قسم کا استغنا بھی ظاہر ہوتا ہے جیسے آپ جالیے

وہ آتا رہے گا۔

کہیں ماضی میں مستقبل کے معنی دیتا ہے، جیسے اگر وہ آگیا تو ضرور جاؤں

گا۔ وہ آیا اور میں چلا۔ (یہاں دونوں ماضیاں مستقبل کے معنی میں ہیں)۔

کہیں حال میں مستقبل کے معنی دیتا ہے، جیسے میں کل صبح جاتا ہوں

اگرچہ زیادہ فصیح نہیں ہے، مصدر کے بعد والا کالفاظ بھی استقبال کے

معنی دیتا ہے۔ اور مصدر ہونا کے حال کے ساتھ اکثر استعمال ہوتا ہے

جیسے :-

میں کتابہ نکلنے والا ہوں، وہ اب جانے والا ہے، اس کے قریب کا آئندہ  
زمانہ ظاہر ہوتا ہے۔

بعض اوقات علامت مستقل گر جاتی ہے، جیسے ایسا کبھی ہوا  
اور نہ ہو (یعنی نہ ہو گا)

”گاہ علامت مستقبل بعد پیدائش ہے، پراگرت اور قدیم ہندی  
میں اس کا کہیں پتہ نہیں، قدیم ہندی میں زمانہ مستقبل کو سفارے کے  
ذریعہ سے ظاہر کرتے تھے، لیکن رفتہ رفتہ یہ طریقہ ناکان سمجھا گیا اور زیادہ  
تر استعارے کے مستقبل کے لئے ایک الگ علامت قائم کی گئی۔

”گاہ دراصل سنسکرت کے مصدر گم (یعنی جانا) کے عاید تمام  
بہول گتھو اور پراگرت کو سے ماخوذ ہے، ہندی میں بھی مصدر جانا کا  
ماضی گیا ہے، زمانہ وسطی کے شعراء نے گیا کا اختصار ”گا“ کر دیا، جو مذکور میں  
استعمال ہوا۔ اور ”گاتی“ اس کی تانیث ہونے بعد میں ”گی“ رہ گئی۔

مصدر کے بعد کا، کے، کی، لانے سے بھی مستقبل مطلق کے معنی پیدا  
ہوتے ہیں، لیکن یہ ہمیشہ نفی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اور تاکید کی  
معنی دیتا ہے، جیسے وہ نہیں آنے کا، میں نہیں چلنے کا۔

### فعل کی گردان

فعل کی گردان میں تین باتوں کا لحاظ ہوتا ہے جن میں، اقوال اور حالت  
جنس و تعداد

جنس کے معنی تذکیر و تانیث، اقوال کے معنی واحد اور جمع کے ہیں۔  
اور درمیان فعل مذکور سوئٹ کی صورت میں فرق ہوتا ہے، واحد مذکر غائب  
میں الف اور سوئٹ میں یائے معروف جیسے آیا اور آئی، کھا، اور کھائی

اور آئی، بدگادر ہوگی، جمع مذکر غائب میں پائے بھول، سوئٹ میں اس کے آگے حرف ن بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے، آئے، اور آئیں۔ جن افعال میں اصل فعل کے بعد کوئی دوسرا فعل یا علامت لگائی جاتی ہے، ان کی گردن میں ذرا اختلاف ہے مثلاً ماضی بعید و تمام، و فعل حال مطلق و تمام میں بحالت مذکور اصل اور علامت دونوں کو بدلتا پڑے گا، جیسے آئے تھے، آیا ہے آئے ہیں، آتا ہے، آتے ہیں، تو آتا ہے، تم آتے ہو۔ مگر بحالت سوئٹ حرف اسنادی فعل کو بدلتا پڑے، جیسے آئی تھی، آئی تھیں، آئی ہے، آئی ہیں آئی تو آئی ہے، تم آئی ہو۔

مگر فعل مستقبل میں یہ حالت مذکور ہو تو یہی صورت قائم رہے گی۔ یعنی اصل اور علامت دونوں بدل جائیں گی، لیکن سوئٹ کی صورت میں اصل فعل تو حسب معمول بدل جائے گا، لیکن علامت سوئٹ ایک ہی رہے گی، جیسے آئے گی، آئیں گی، آؤ گی، دیڑھ

حال امر میں سوئٹ اور مذکر کی کوئی تیز نہیں جیسے چل اور چلو مذکر و سوئٹ دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے و تمام افعال کے جمع حکم میں تذکر و تانیث کے صیغے یکساں آتے ہیں غالباً اس کا وجہ یہ ہے بالمشافہ باتیں کہنے میں تذکر و تانیث کا امتیاز فضول ہے، لیکن جہاں صورتوں وغیرہ کا لفظ یا اور کوئی قرینہ موجود ہو تو فرق کر دیا جاتا ہے، جیسے ہم سب عورتیں ہائیں گی، یہ سب ہیلیاں یا بنیں جائیں گی۔

## حالت

فعل کی تین حالتیں ہیں، غائب، واحد اور متکلم اور ان میں سے ہر ایک کی بہ لحاظ تعدد اور حالتیں ہیں اس لئے کل چھ صورتیں اور پھر

بہ لفظ جنس کے ان پچھ کی دودھ حالتیں ہیں۔ اس لئے ہر فعل کی بارہ  
حالتیں ہوں گی ان میں سے ہر ایک کو صیغہ کہتے ہیں۔

## گردان افعال

۱۔ ماضی مطلق

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	
غائب	غائب	حاضر	حاضر	مستکم	مستکم	
دہ لایا	دہ لائے	تو لایا	تم لائے	ہیں لایا	ہم لائے	مذکر
دہ لائی	دہ لائیں	تو لائی	تم لائیں	ہیں لائی	ہم لائیں	مؤنث

## ۲۔ ماضی تمام (بعید)

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	
غائب	غائب	حاضر	حاضر	مستکم	مستکم	
دہ لایا	دہ لائے	تو لایا	تم لائے	ہیں لایا	ہم لائے	مذکر
دہ لائی	دہ لائیں	تو لائی	تم لائیں	ہیں لائی	ہم لائیں	مؤنث

### ۳۔ ماضی ناتمام

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	دہ لایا تھا یا لایا کرتا تھا	دہ لائے تھے یا لایا کرتے تھے	تو لایا تھا یا لایا کرتا تھا	تم لائے تھے یا لایا کرتے تھے	میں لایا تھا یا لایا کرتا تھا	ہم لائے تھے یا لایا کرتے تھے
مؤنث	وہ لائی تھی یا لایا کرتی تھی	وہ لائی تھیں یا لایا کرتیں تھیں	تو لائی تھی یا لایا کرتی تھی	تم لائی تھیں یا لایا کرتی تھیں	میں لائی تھی یا لایا کرتی تھی	ایضاً

### ۴۔ ماضی احتمالی

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	دہ لایا ہو لایا ہو گا	دہ لائے ہوں لائے ہوں گے	تو لایا ہو لایا ہو گا	تم لائے ہو لائے ہوں گے	میں لایا ہوں لایا ہوں گا	ہم لائے ہوں لائے ہوں گے
مؤنث	وہ لائی ہو لائی ہو گی	وہ لائی ہوں لائی ہوں گی	تو لائی ہو لائی ہو گی	تم لائی ہوں لائی ہوں گی	میں لائی ہوں لائی ہوں گی	ایضاً

## ۵۔ ماضی شرطیہ

مذکر	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
	غائب	غائب	حاضر	حاضر	حاضر	متکلم
	وہ کرتا	وہ کرتے	تو کرتا	تم کرتے	میں کرتا	ہم کرتے
	گرا ہوتا	گرے ہوتے	گرا ہوتا	گرے ہوتے	گرا ہوتا	گرے ہوتے
مؤنث	وہ کرتی	وہ کرتی	تو کرتی	تم کرتی	میں کرتی	ایضا
	گری ہوتی	گری ہوئیں	گری ہوتی	گری ہوئیں	گری ہوئی	ایضا

## فعل حال

۱۔ حال قدیم یا مضارع

	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
	غائب	غائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم
مذکر	وہ لائے	وہ لائیں	تو لائے	تم لائے	میں لائے	ہم لائیں
مؤنث	ایضا	ایضا	ایضا	ایضا	ایضا	ایضا

۲۔ ماضی مطلق جمع غائب اور مضارع واحد غائب کی صورت لکھا ہے۔  
ان میں تمیز کرنا ضروری ہے خصوصاً جبکہ غمیر غائب واحد جمع میں ایک ہی ہے

## ۲۔ حال مطلق

مذکر	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
	غائب	غائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم
مذکر	وہ لانا	وہ لائے	تو لانا	تم لائے	میں لانا	ہم لائے
مؤنث	وہ لاتی ہے	وہ لاتی ہیں	تو لاتی ہے	تم لاتی ہو	میں لاتی ہوں	ہم لاتی ہیں
	ہے	ہیں	ہے	ہو	ہوں	ہیں
	ایسا	ایسا	ایسا	ایسا	ایسا	ایسا

## ۳۔ حال ناتمام

مذکر	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
	غائب	غائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم
مذکر	وہ لارہا	وہ لارہے	تو لارہا	تم لارہے	میں لارہا	ہم لارہے
مؤنث	وہ لارہی ہے	وہ لارہی ہیں	تو لارہی ہے	تم لارہی ہو	میں لارہی ہوں	ہم لارہی ہیں
	ہے	ہیں	ہے	ہو	ہوں	ہیں
	ایسا	ایسا	ایسا	ایسا	ایسا	ایسا

## ۴۔ حال تمام

مذکر	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
مذکر	وہ لایا ہے	وہ لائے ہیں	تو لایا ہے	تم لائے ہو	میں لایا ہوں	ہم لائے ہیں
مؤنث	وہ لائی ہے	وہ لائی ہیں	تو لائی ہے	تم لائی ہو	میں لائی ہوں	ہم لائی ہیں

## ۵۔ حال احتمالی

مذکر	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
مذکر	وہ آتا ہوگا	وہ آتے ہوں گے	تو آتا ہوگا	تم آتے ہو گے	میں آتا ہوں گا	ہم آتے ہوں گے
مؤنث	وہ آتی ہوگی	وہ آتی ہوں گی	تو آتی ہوگی	تم آتی ہو گی	میں آتی ہوگی	ہم آتی ہوگی

## ۶۔ امر

مذکر	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
مؤنث	غائب وہ لائے ایضا	غائب وہ لائیں ایضا	حاضر تو لائے ایضا	حاضر تم لائے ایضا	مستکلم میں لائے ایضا	مستکلم ہم لائیں ایضا

فعل مستقبل  
۱۔ مستقبل مطلق

	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
مذکر	وہ لائے گا	وہ لائیں گے	تو لائے گا	تم لائے گے	میں لائے گی	ہم لائیں گی
	وہ لائے گی	وہ لائیں گی	تو لائے گی	تم لائے گی	میں لائے گی	ایضا

## امر ودائی مستقبل ودائی

رہنا اور اس کے مشتقات بعض دوسرے الفاظ کے ساتھ بطور امدادی فعلی کے آتے ہیں۔ اس سے فہم میں دوام کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں جیسے میرا وہ امر ودائی ہے۔ گھانا ہے۔ کار مستقبل ودائی ہے۔ آ رہا تھا۔ جا رہا ہے۔ ان سب میں یہی معنی پائے جاتے ہیں۔

# طور بھول

اسے بھول : اس لئے کہتے ہیں کہ فعل کا فاعل معلوم نہیں ہوتا۔

طور بھول : سوٹا اور اکثر افعال متعدی کا ہوتا ہے۔

جس فعل متعدی کا بھول بنانا ہو اس فعل کی ماضی مطلق کے آگے مصدر  
مانا سے جو زمانہ بنانا منظور ہو وہی زمانہ بنا کر لگا دیا جائے۔ مثلاً کھانا  
سے حال مطلق بھول بنانا منظور ہے تو کھانا کے ماضی مطلق کے آگے مانا کا  
حال مطلق لگا دیا جائے تو وہ ہوگا : کھایا جاتا ہے : اسی طرح کھایا جائے گا۔  
(مستقبل) کھایا گیا (ماضی مطلق) کھایا جاتا تھا (ماضی ناتمام) کھلایا  
جائے (امر غائب یا مضارع)

وہ افعال جو طبعی طور پر بھول واقع ہوئے ہیں، مثلاً پٹنا، پلٹنا،  
کھلنا، بٹنا (تقسیم ہونا)، چھلنا، بچنا، کٹنا، سننا، کھلنا، پیسے رو پٹنا،  
اب یہاں بظاہر وہ فاعل معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت یہ نہیں ہے۔  
پیشے والا کوئی آدمی ہے۔ "وہ" صرف قائم مقام فاعل ہے، اصل میں  
یو تھا : وہ پٹیا گیا ۔

نہ لٹا دن کو تو کب رات کو لید بے خبر رہتا

رہا کٹکا نہ چھلکا کا دعا دیتا ہوں دہزن کو

اس شعر میں نہ لٹکا کے معنی ہیں نہ لوٹا جاتا، اسی طرح آٹا تلا۔ ظاہر ہے  
کہ آٹا خود بخود تلتا نہیں، تو لےنے والا کوئی آدمی ہے۔ اور اس لئے آٹا فاعل کیے

ہو سکتا ہے۔ دراصل تھا۔ آٹا تو لا گیا، اسی طرح پڑے سٹے، روپے بٹے  
گھوڑا لدا۔ کان چھدا۔ دردازہ کھلا، لکڑی گئی، وغیرہ وغیرہ  
بعض اوقات فعل لازم کے ساتھ بھی طور مجہول استعمال ہوتا ہے جیسے  
مجھ سے وہاں جا کر آیا نہ گیا۔ مجھ سے اتنی دیر نہیں چلا جاتا۔ مجھ سے آیا نہیں  
جاتا۔ لیکن یہ صورت ہمیشہ متنی کے ساتھ آتی ہے۔ اور اس کے معنی بھی  
فاس ہیں۔ یعنی یہ ہمیشہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کہ فاعل یا قائل کو  
کسی فعل کا کرنا منظور نہیں یا وہ اس کے کرنے سے معذور ہے، انہیں معنوں  
میں یہ طور مجہول افعال متعدی کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے مجھ سے کھانا  
کھا یا نہ گیا۔

گل میں اس کی سی جو پوائی تو آیا نہ گیا۔ (دیر)

ہم کو بند دیش بھاہا میں لا یا نہ گیا

یہاں گیا کے معنی، گئے، کے ہیں، اگرچہ صورت مجہول کی ہے لیکن بعض  
اوقات جانا بطور فعل امدادی کے دوسرے افعال کے ساتھ آتا ہے،  
مثلاً کھا جانا، نہ جانا، اٹھ جانا، بہنا ان افعال میں اور طور مجہول میں  
فرق کرنا چاہئے۔ اس کا امتیاز یہ آسانی اسی طرح ہو سکتا ہے۔ اگر فعل کے  
ساتھ صمدت فاعلی استعمال ہو سکتی ہے تو بطور معروف ہے اور اگر نہیں  
ہو سکتی تو وہ طور مجہول ہے،

طور مجہول میں جو جانا استعمال ہوتا ہے وہ پراکت کے طور مجہول  
سے ماخوذ ہے۔ پراکت میں طور مجہول کے ہلنے کے لئے (جا) مادہ فعل کے  
آگے بڑھادیتے ہیں (سنکرت میں علامت مجہول یا ہے) مارداڑی میں  
اب تک پراکت کی اصل کا پتہ لگتا ہے، مارداڑی میں طور مجہول کے لئے اجزاء

استعمال ہوتا ہے، جیسے۔ کرا جو یعنی کیا جانا، مرد و زمانہ لازمہ نظر اصل پر نظر نہ رہنے سے جانا اچھا کلا جا، جانا کلا ہا کچھا گھا۔ اور رفت رفت طود بھول کے لئے جانا استعمال ہونے لگا۔

## افعال کی نفی

- ۱۔ افعال کے شروع میں نہ یا نہیں لگانے سے فعل منفی ہو جاتا ہے۔ مثلاً وہ اب تک نہیں آیا۔ تم کل کیوں نہیں آئے۔ اسے کچھ نہ ملے۔ بعض اوقات نہیں بعد میں آتا ہے۔ جیسے میں تمام دن انٹیکا لکھتا رہا مگر وہ آیا ہی نہیں نہ، صاف چھپتے ہیں نہیں سامنے آتے ہی نہیں، وہ بیٹھا تو نہیں ہے اکثر شخصیں کے سوچ پر ہوتا ہے، لیکن نظم میں پابندی نہیں۔
- ۲۔ نہ اور نہیں کے استعمال میں فرق ہے، ماضی شرطیہ اور مضارع کے ساتھ نہیں، استعمال نہیں کرتے بلکہ نہ استعمال ہوتا ہے اگر وہ نہ آتا تو خوب ہوتا، اگر وہ نہ آئے تو میں کیا کروں۔ تجھے ہم دلی جگتے جو نہ ہلا دیتا ہوتا نہ تھا کچھ تو خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا
- ڈرہ یا تجھ کو جو نے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
- جملہ شرطیہ کے دوسرے حصے میں بھی جیسے جزا کہتے ہیں نہیں نہیں آتا۔ اگر آتا تو اچھا نہ ہوتا۔ بعض اوقات اس کے استعمال میں غلطی ہر بات ہے مثلاً

ہم خدا تجھ کو بچتے اگر خودی ہوتا نہیں۔

میں اگر بچائے نہیں کہ نہ ہوتا تو میرا در فیض نہ ہوتا۔

ماضی مطلق میں یہ شرط کے ساتھ بھی اکثر نہیں استعمال نہیں

کہتے۔ جیسے اگر وہ نہ آیا تو کیا ہوگا۔

وہ نہ آیا تو تو ہی جلد رہیں !

اس میں کیا تیری شان گھٹتی ہے۔

س۔ حال امر یہ کی نفی نہ اور مسترد دونوں سے آتا ہے جیسے نہ کر مست کر مست  
میں مزید تاکید پائی جاتی ہے۔  
م۔ ماضی مطلق میں اکثر اور ضرورتاً نہیں آتا ہے۔ لیکن بعض اوقات نہ  
ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے۔

نہ ہوا پر نہ ہوا تیر کا انداز نصیب

ذوق یادوں نے بہت نہ درخزل میں مارا

اسی طرح ماضی تمام و نام تمام و احتمالی کے ساتھ بھی نہیں آتا ہے۔ لیکن  
جب ماضی احتمالی کی آخری علامت نہ تھا۔ محذوف ہو تو ہمیشہ نہ استعمال ہوگا  
جیسے ممکن ہے کہ وہ نہ سمجھا ہو اور یہ لہری چلا گیا ہو۔

۵۔ نقل مستقبل کی نفی مثل دوسرے افعال کے آتا ہے۔ کبھی مصدر کے بعد کا، کبھی  
کے لگا دینے سے مستقبل کے معنی پیدا ہوتے ہیں، مگر یہ صورت ہمیشہ  
نفی کے ساتھ آتا ہے۔ اور اس سے تاکید مخصوص ہوتی ہے جیسے میں  
نہیں آنے کا، ہم نہیں آنے کے، وہ نہیں آنے کی ایسی صورت میں نفی کے لئے  
ہمیشہ نہیں آتا ہے۔

۶۔ نفی حال مطلق میں آخری علامت ہے یا ہیں محذوف ہو جاتی ہے،  
جیسے میں نہیں آتا، وہ نہیں آتا، اس سے نہیں کہا جاتا۔

کوئی صورت نظر نہیں آتی کوئی اسید بر نہیں آتی  
لیکن جب کسی جملے کے دونوں حصوں میں صرف نفی لایا مقصود ہو تو نہ،

لکھا جا رہے۔ اس وقت آخر کا فعل اسمدادی (یعنی ہے یا نہیں) نہیں  
گرتا۔ جیسے نہ خود آتا ہے نہ دوسروں کو آنے دیتا ہے۔ حال تمام کے ساتھ  
بھی نہیں۔ استعمال ہوتا ہے اور آخر سے فعل اسمدادی (ہے) یا ہیں  
گرتا ہے۔ جیسے وہ اب تک نہیں آیا (آیا ہے)۔

۷۔ ایسے افعال کو جو کسی اسم یا صفت کے اول میں ہوتا ہے، ان کی نفی  
در طرح سے ہوتی ہے، یا تو حرف نفی اسم یا صفت کے اول ہوتا ہے۔ یا  
فعل کے اول میں ہے۔ یہ کتاب نہیں پسند کرتا، اور میں یہ کتاب پسند نہیں  
کرتا، میں ان باتوں سے نہیں خوش ہوتا اور میں ان باتوں سے خوش نہیں ہوتا  
ہمارے دانتے میں فعل کے ساتھ حرف نفی ہوتا ہے۔

۸۔ بعض افعال کے آخر میں حرف نفی بھی آتا ہے، مگر اس میں  
ایک قسم کی تاکید، مثال پائی جاتی ہے، جیسے آؤ نہ وہاں چلیں، آؤ نہ  
گیا۔ نہ

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب

آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی !

۱۰۔ کے ساتھ "ہیں" کا استعمال غیر فصیح ہے، جیسے وہ آیا نہ ہی تم  
آئے۔

افعال تعدیہ

سوائے ایک آدمی کے ہاتی تمام افعال لازم متعدی بن سکتے ہیں، اور  
متعدی سے متعدی متعدی، جیسے ہنستا سے ہنساتا، چلتا سے چلانا، لازم  
سے متعدی ہونے دنیا سے دلانا، کھانا سے کھلانا، متعدی سے متعدی  
المتعدی لے اس فعل اسمدادی (ہے) کے گڑھانے کی وجہ یہ ہے کہ نہیں میں خود فعل  
(ہے) موجود ہے کیونکہ نہیں رکھتا ہے اور میں آگاہ قدیم حال ہے اور میں لکھا



بیرنا۔ پیش کو داؤ سے پیسے مڑنا سے موڑنا، جڑنا سے جوڑنا۔ کھٹنا سے کھوٹنا  
 ٹٹنا سے ٹوٹنا، گھٹنا سے گھوٹنا، ان مصادر میں بعض اوقات 'ٹ' 'ر' سے  
 بدل جاتا ہے، جیسے ٹوٹنا سے توڑنا۔ پھوٹنا سے پھوڑنا، پھٹنا سے  
 پھاڑنا، چھٹنا سے چھوڑنا۔

(۵) کہیں مصادر ہا حرف میں جبکہ حرف دوم حرف علت ہو تو اس حرف  
 علت کو ماقط کر کے اول کو اس کے موافق حرکت دیتے ہیں، اور اس کے  
 آگے "ا" یا بجائے کے "ا" بڑھا دیتے ہیں جیسے نہنا سے دلانا، پینا  
 سے پلانا۔ سونا سے سلانا، دھونے سے دھلانا۔ جینا سے جلانا، جینا سے  
 جتاننا، کھانا سے کھلانا، اس کے خلاف قاعدہ کو پہلے حرف کو زیر دیا گیا ہے  
 جاگنا سے جگانا، جھٹنا سے جھٹانا (یا بھٹانا جو فیصح نہیں) ڈبنا سے پہلے ڈربانا  
 آتا تھا، لیکن اب وہ غیر فیصح سمجھا جاتا ہے، آج کل ڈبونا کہتے ہیں اسی طرح  
 جھگینا سے جھگونا آتا ہے۔

اگر مصدر پانچ حرفی ہے اور دوسرا حرف علت ہے، تو حرف علت  
 حذف کر کے پہلے حرف کو اس کے موافق حرکت دے کر اس  
 کے آگے الف بڑھا دیتے ہیں، جیسے، توڑنا سے تڑانا، تیرنا سے تیرانا  
 جاگنا سے جگانا، کھاگنا سے کھاگانا۔

۲۔ متعدی متعدی کے ہنسنے کے یہ قاعدے ہیں،

۱۔ کہیں علامت مصدر کے اول الف بڑھا دینے سے جیسے کھنا سے کھانا

۲۔ کہیں (ب) بڑھا دینے سے دوسرا حرف، حرف علت ہو تو گر جاتا ہے اور  
 اس کے بجائے اس کے موافق حرکت آجاتا ہے جیسے، توٹنا سے ٹوٹنا  
 اٹھانا سے اٹھوانا، دینا سے دیوانا، چھڑنا سے چھڑوانا، تیرنا سے تیرا دینا

حرف علت بھی گر جاتا ہے جیسے پھوڑنا سے پھڑوانا۔ پینا سے پکوانا آتا ہے۔  
 کچھ تک متعدد لازم اس کا بکنا تھا، اس سے متعدی پینا ہوا، اور متعدی متعدی  
 پکوانا متعدی متعدی اکثر صورت اول کی طرح عود کر تلم ہے۔

۳۔ بیٹھنا سے بٹھانا اور بٹھلانا، دیکھنا سے دکھانا اور دکھلانا، سبکھنا،  
 سے سکھانا اور سکھلانے، سوکھنا سے سکھوانا اور سکھانا درد آتے ہیں، لیکن  
 بٹھانا، سکھلانا، دکھانا۔ اور سکھلانا فصیح نہیں سمجھتے جاتے  
 یہ حال بتلانا کا ہے۔

ٹوٹنا لازم ہے، توڑنا اور ٹوڑنا دونوں اس کے متعدی ہیں۔ توڑنا  
 عام طور پر ہر ایک چیز کے توڑنے کو کہیں گے، لیکن رڑانا صرف اس وقت  
 استعمال کریں گے جب کوئی جانور کی توڑ کر بھاگ جائے، جیسے ہیں رسی  
 توڑا کر بھاگ گیا۔

اسی طرح گھلنا کے دو متعدی ہیں ایک گھوڑنا، دوسرا گھلانا، گھوڑنا  
 جیسے دوا یا نمک اور اسی قسم کی اشیاء کے متعلق کہیں گے جو پانی وغیرہ میں  
 گھل سکیں۔ لیکن گھلانا، اکثر مجازاً استعمال ہوتا ہے، جیسے غم نے اسے گھلادیا  
 طور لازم گھلنے میں بھی یہ معنی پائے جاتے ہیں، لیکن گھوڑنا جو متعدی ہے  
 اس میں یہ معنی نہیں ہیں، البتہ دوسرے متعدی گھلانے میں یہ معنی ہیں۔

اسی طرح بھوڑنا اور بھلانا دونوں متعدی بہ یک معنی ہیں، مگر  
 معنوں میں فرق ہے، جیسے وہ بھے بھول گیا، یعنی درازی مدت یا کسی اور وجہ  
 سے اس نے بھے بھلادیا۔ جتنی بات بوجھ کر وہ کھا پڑھا سب بھول گیا، اس نے  
 کھا پڑھا سب بھلادیا پہلے فقرے میں ایسی وجوہ ہیں جو افتیاضی نہیں ہیں  
 دوسرے میں ارادہ یا پالیسی وجوہ ہوتی ہیں جو ایک حد تک افتیاضی نہیں۔



# مرکب افعال

مرکب افعال در طرح بنتے ہیں۔

۱۔ دوسرے افعال کی مدد سے جنہیں افعال امدادی کہتے ہیں۔

۲۔ افعال کو اسماء یا صفات کے ساتھ ترتیب دینے سے۔

## امدادی فعل

ہندی، اردو، افعال موجودہ حالت میں ان ترکیبی و پیچیدگیوں سے آزاد ہوتے ہیں جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں، بلکہ اب ہندی فعل نے ترکیبی طرز چھوڑ کر تفصیلی طریقہ اختیار کیا ہے، یعنی بجائے خود فعل کے اندرونی تغیر سے نئے معنی پیدا کرنے کے دوسرے افعال کی مدد سے معنی پیدا کئے جاتے ہیں اصل فعل کے ساتھ بعض دوسرے فعل یا ان کے اجزاء کے آجانے سے اصل فعل کے معنوں میں تھوڑا بہت تغیر ہو جاتا ہے، یا تو اصل معنوں میں زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے، یا کلام میں کوئی حسن اور خوبی آ جاتی ہے۔ یہ طریقہ زیادہ آسان اور ترقی یافتہ ہے اور اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا بلکہ امدادی افعال کا مدد سے بے شمار لطیف اور نازک معنی پیدا ہو جاتے ہیں، اور اردو زبان میں امدادی افعال نے بڑی وسعت اور نزاکت پیدا کر دی ہے، اکثر اوقات امدادی افعال سے معنی میں جو فرق پیدا ہو جاتا ہے، وہ بہت نازک اور پر لطف ہوتا ہے۔ یہ ذکر زیادہ تر نحو سے متعلق ہے۔ لیکن چونکہ فعل کا بیان یہاں مفصل آچکا ہے۔ لہذا موقع کے لحاظ سے یہیں لکھا جا تا ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ کارآمد اور کثیر الاستعمال امدادی فعل ہو ر سنسکرت،

ہوئے، اس سے اکثر افعال جتے ہیں۔ مثلاً ماضی ناقص، تمام، تمام، احتمالی فعل حال کے مختلف اقسام اور مستقبل اسی کو نہیں کہہ سکتے ہیں۔

ہونا، کی مدد سے جو فعل بنتے ہیں اگرچہ ان کا ذکر فعل کے بیان میں ہو چکا ہے، لیکن بعض خاص صورتوں کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ مثلاً آیا ہوتا، یا سنایا ہوتا وغیرہ۔ اگر وہ آیا ہوتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی، یہ شرطی صورت کے ساتھ زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے۔

ماضی شرطی یہ ہے۔ اگر وہ آتا ہے تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی، اس میں اور اس میں کچھ یہ بھی سافرق ہے، البتہ پہلی صورت میں زیادہ زور دیا جاتا ہے دیکھ، کیا ہو۔ سنایا ہو وغیرہ، جیسے کہیں تم نے کبھی اس کا نام سنا ہے۔ دوسرا شخص اس کے جواب میں کہے، ممکن ہے سنا ہو، مگر اس وقت یاد نہیں یا کہیں سنا ہو گا۔

پہلی صورت احتمال خفیف ہے، دوسری میں قوی۔ یا مثلاً، ممکن ہے۔ اس نے ایسا کیا ہو۔ اور فاقہ اس نے ایسا کیا ہو گا۔

ج۔ آتا ہوتا کہتا ہوتا، وغیرہ جیسے اگر وہ ایسا کرتا ہوتا تو اب تک نہ بچتا یعنی وہ ایسا نہیں کرتا تھا، مگر چھٹا ہوتا تو آج بسے جیسے پر ہوتا، یہ صورت بھی شرطی ہے اور عادت کو ظاہر کرتی ہے۔

۲۔ بعض امدادی افعال تکمیل فعل میں تغیر اور زور ظاہر کرتے ہیں مثلاً دینا، لینا، جاننا، ڈالنا پڑنا، دینا۔

۱۔ دینا، سونا، لینا، ڈالنا، کھانا وغیرہ کے اکثر طور تغیری کے ساتھ آتا ہے جیسے بھی دینا۔ ہٹا دینا، نکال دینا، سٹا دینا، بعض صورتوں میں اس میں جبر کی جھلک بھی پائی جاتی ہے جیسے، میں نے اسے گھر سے نکال دیا، اٹھا کے

پھینک دیا، ٹپک دیا وغیرہ۔

ب۔ لینا اس میں ٹھیک فعل کے ساتھ فاعل کی قربت، فائدہ یا مایہ ناپاکی ظاہر ہوتی ہے جیسے۔ بلا لینا، یعنی اپنے پاس بلانا، رکھ لینا (اپنے پاس رکھ لینا) اسی طرح سن لینا، لے لینا بچا لینا، دکھا لینا دوسرے کو اپنے فائدے کے لئے وغیرہ وغیرہ یہ طور لازم و متعدی دونوں کے ساتھ آتا ہے، اسنادی افعال دینا اور لینا میں فرق یہ ہے کہ لینا میں اپنا فائدہ یا قریب ظاہر ہوتا ہے اور دنیا میں بخل اس کے دوسرے کا فائدہ یا قربت نکلتی ہے، گو یا ایک دوسرے کے برعکس ہیں، سوال میں یہ فرق مثال ذیل سے بخوبی عیاں ہے۔

۱۔ میں نے اسے سمجھا لیا ہے۔

۲۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے۔

پہلے چلے سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے معاملہ اسے اس طرح سمجھا یا ہے جس میں میرا فائدہ ہے۔ دوسرے چلے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے جو کچھ سمجھا یا گیا ہے وہ اسی کے فائدے کے لئے ہے، یا عام الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ لینا میں فاعل کو اپنی غرض ملحوظ ہوتی ہے، مگر دنیا میں ذاتی غرض سے کچھ تعلق نہیں ہوتا جیسے میں نے کتاب میز پر رکھ دی اور میں نے کتاب جیب میں رکھ لی۔ اسی طرح بٹھا دینا اور بٹھا لینا (یعنی اپنے پاس اٹھالیے افعال جیسے پنا لینا، کھا لینا میں صرف کی ٹھیک ظاہر ہوتی ہے۔

ج۔ جانا بکثرت افعال کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، اور زیادہ تر طبعی لازم کے ساتھ جیسے لڑنا، مارتا، بگیر جانا، چلے جانا وغیرہ وغیرہ، اس سے صرف ٹھیک فعل ظاہر ہوتی ہے اور بعض وقت یہ بھی نہیں بلکہ سادہ فعل کی بجائے عموماً جانا

مرکب کر کے بدلتے اور نکلتے ہیں جیسے مل جانا، ہو جانا، ٹوٹ جانا، جانا سے بعض بہت ہی لطیف کاوشیں بن گئے ہیں، مثلاً پانا سادہ فعل ہے لیکن پابنانے کی معنی ہی دوسری ہیں، یعنی ٹاٹنا، اسی طرح کھوٹا سے کھوٹے جانا وغیرہ۔

ح۔ انا اور جانا میں وہی نسبت ہے جو لینا اور دینا میں ہے انا بطور آمدادی فعل کے بہت کم استعمال ہوتا ہے، اور وہ ابھی زیادہ افعال ابتدائی لازم کے ساتھ جیسے بن انا اور بنانا، اکثر یہ افعال کے ساتھ اگر تکمیل فعل کے معنی دیتا ہے، اور ساتھ ہی ظاہر کرتا ہے کہ فاعل کسی کام کو انجام دے کر رہا ہے آگیا ہے جیسے میں اسے دیکھ آیا ہوں، ہو آیا ہوں، ان معنوں میں وہ لازم اور متعدی دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، مگر بعض اوقات تکمیل فعل کے زور کا اظہار کرتا ہے، جیسے الہر آنا، اگسکا وغیرہ۔

ط۔ ڈالنا اس میں تکمیل فعل کسی قدر زیادہ زور کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے نیز اس میں جبرک شان بھی پائی جاتی ہے، جیسے مار ڈالنا، مسل ڈالنا، کاٹ ڈالنا، چیر ڈالنا، ادھیر ڈالنا وغیرہ۔

ث۔ رہنا جیسے بیٹھ رہنا، سو رہنا، الگ رہنا، جیسے وہاں جا کے بیٹھ رہا اس سے فعل کا ایک حالت پر قائم رہنا پایا جاتا ہے، مگر مہاتے رہنا کے معنی تلف ہو مہاتے ہیں، اور ضائع ہونے کے ہیں۔

ج۔ پڑنا۔ جیسے دکھائی پڑنا، اس میں بعض تکمیل فعل ہے، بعض احوال کے ساتھ جیسے بڑھا پڑنا۔ لڑ پڑنا وغیرہ میں ایک قسم کی حالت کو بتاتا ہے دوسرے معنی اس کے دوسری جگہ بیان کئے جائیں گے۔

ح۔ بیٹھنا، اس میں جبر اور زور پایا جاتا ہے جیسے سینے پر چڑھ بیٹھنا لڑ بیٹھنا، دبا بیٹھنا۔

اس کے علاوہ وقت تسلیم و رضا کے معنی دیتا ہے۔ جیسے ہم تو اپنی قسمت کو رد بھیجے، وہ اپنے ہر خوش و خوش اس کو بھیجتا۔

۳۔ چکنا۔ افعال فعل کو کامل طور پر ظاہر کرتا ہے جیسے کام ہو چکا۔ کام کر چکا۔ میں خط لکھ چکا۔ وہ کھا چکا۔ ان تمام جملوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ختم ہو گیا ہے۔

۴۔ بعض افعال سے اسکا فی حالت اور قابلیت یا اجازت ظاہر ہوتی ہے، الف۔ سکتا۔ جیسے میں کر سکتا ہوں۔ وہ نہیں دیکھ سکتا، اس سے قابلیت فعل کی ظاہر ہوتی ہے۔

وہ نہیں لے سکتا، وہ نہیں جا سکتا، میں نہیں جا سکتوں گا (اسکا فی صورت ہے) اجازت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وہ نہیں آ سکتا، کیا میں آ سکتا ہوں، سکتا کہیں تنہا استعمال نہیں ہوتا، ہمیشہ کسی بھی دوسرے فعل کے ساتھ بطور فعل امر امری کے آتا ہے۔

بیسے۔ دنیا سے بعض اوقات اجازت کے معنی نکلتے ہیں، جیسے اسے آنے دو، اسے کس نے بلانے دیا۔

ج۔ کہیں کہیں، پانا بھی لگنے اور اجازت کے معنوں میں آتا ہے، مگر ہمیشہ مصدر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے وہاں کوئی نہیں جاتے پانا (یعنی کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے) کیا بجال کہ آدی ٹھہر نہ پلسٹا (ٹھہر گئے)۔

—

اڑنے نہ پانے تھے کہ گستاخ ہوئے۔

آج اس سے کوئی ملے نہ پایا (نہ مل سکا)

کسی کو اس شہ خراباں تلک جانا نہیں ملتا  
مگر خلوت میں اس کے ایک میں ہی جانے پائے  
یہاں ملنے کے معنی بھی سکے کے آئے ہیں۔ یہ بھی ہیئت مصدر کے ساتھ  
استعمال ہوتا ہے۔

د۔ جانا بھی سکے کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے مجھ سے چلا نہیں جاتا اس  
سے کھانا کھایا نہیں جاتا۔

لا۔ بعض اسدادی افعال سے جاری ہونے یا فاعل کی عادت کا اظہار  
ہوتا ہے۔ جیسے،

الف، کنا۔ وہ آیا کرتا تھا۔ کہا کرتا تھا۔ ایا کر۔۔ اس طرح  
مدیا کیا۔ سنوارا کیا۔

ب۔ رہنا جیسے وہ رہتا رہا، اکتار رہا، سوتار رہا، وہ کھلتا رہتا ہے  
سوتا رہتا ہے۔ وہ کیا کھار رہا ہے۔ کھاتا رہا، کھاتا رہے گا۔

ج، جانا جی کہیں ان معنوں میں آتا ہے، جیسے ہرزہ خنچ کہہ کر وہ اپنی  
سکے جاتا ہے۔ بچے جاتا ہے، ایک کو ایک کھائے جاتا ہے۔

نا امید بنائے جاتی ہے

شوق نقش جملے جاتا ہے

خاص یہ صیغہ عموماً فعل حال ہی کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، ماضی میں  
استعمال دوسری طرح ہوتا ہے، وہ پڑھتا جاتا تھا اور میں کھتا جاتا تھا ماضی  
صورت حال میں بھی ہے۔ جیسے پانی بہتا جاتا ہے، اس سے فعل کا آہستہ آہستہ  
جاری ہونا پایا جاتا ہے۔

بہ۔ بعض اسدادی افعال کسی کام کے دفعتاً ہو جانے یا کرنے کے

معنوں کا اظہار کرتے ہیں۔

۱۔ بیٹھا۔ جیسے کہ بیٹھا، کر بیٹھا، پوچھ بیٹھا، وہ ایسے کام اکثر بے سوچے سمجھے کر بیٹھتا ہے۔ اس میں فعل کے نیکاً یک ہو جانے یا بے سوچے سمجھے کرنے کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

بے۔ اٹھنا بھی انہیں معنوں میں آتا ہے، جیسے بول اٹھا، بلبلا اٹھا، پھرک اٹھا، جھلا اٹھا۔

ج۔ پڑنا، جیسے لٹ پڑنا، بن پڑنا، ابھ پڑنا، برس پڑنا۔

د۔ نکلنا۔ جیسے پہ نکلنا، چل نکلنا، پھوٹ نکلنا، یعنی حالت سکون سے دفعتاً حرکت میں آ جانے کے معنی دیتا ہے، ان معنوں میں نکلنا بہت کم استعمال ہوتا ہے اور شاید زیادہ تر انہیں تین مصدروں کے ساتھ آتا ہے،

۲۔ نکلنے کے شروع میں۔ ہار یا، ہار ہی، انہیں معنوں میں آتے ہیں۔ جیسے آپڑنا۔ اُنکھنا، اُٹھنا، جا پڑنا۔

۳۔ گناہ کام کے آغاز کو بتاتا ہے، جیسے۔ کھنے لگا، کھانے لگا، منہ سے پھول بھرنے لگا، وہ کھانے لگا ہے، جیسے وہ بیان کرنے لگتا ہے، تو وہ رد گھسنے دم نہیں لیتا۔

۴۔ پڑا۔ ماضی مطلق، کسی دوسرے فعل کے شروع میں آنے سے نص میں زور و تعدد کثرت کے معنی پیدا کرتا ہے، اور غورنا ایسے افعال کے ساتھ آتا ہے جن کا کام جاری رہنا یا ماضی سے جیسے منہ سے پڑے پھول بھرنے ہے۔ اس پر ۱۔ ماضی پھر تلمیہ، پڑتا رہتا پھرتا ہے، باغیوں کے شے ہڑیں ہ۔

۵۔

۶۔ ہا ہا ہا یک کو فاعل کا خواہش ظاہر کرتا ہے، دوسرے یہ بتاتا ہے

کہ کام قریب زمانہ آئندہ ہی ہونے والا ہے مگر اصل فعل ہمیشہ ماضی کی صورت میں رہتا ہے، جیسے وہ بدلا جا رہا ہے۔ دیکھئے کیا ہوا چاہتا ہے، یہ حالت صرف فعل حال میں استعمال ہوتی ہے۔

دل اس بات پر شیدا ہوا چاہتا ہے

یہ کعبہ کیسا ہوا چاہتا ہے

خواہش ظاہر کرنے کے لئے اصل فعل صورت مصدر پہ کے ساتھ ساتھ استعمال ہوتا ہے، جیسے اس نے بولنا چاہا، وہ بولنا چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہی معنی مصدر کے الف کو یائے مجہول سے بدلنے اور اس کے بعد (کو) اور (ہوتا) کے افعال ماضی و حال بڑھانے سے پیدا ہوتے ہیں، جیسے کہنے کو ہے، کہنے کو تھا، جانے کو ہے، جانے کو تھا، وغیرہ یعنی ابھی جانا چاہتا ہے، یا جانے والا ہے، جانا چاہتا تھا یا جانے والا تھا۔

۱۰۔ چاہتا ہے چاہئے بطور ماضی فعل کے مستعمل ہے، یہ افعالی امر یا نزعی مضارع کو جتانے کے لئے آتا ہے، اور ہمیشہ مصدر کے بعد استعمال ہونا ہے جیسے انہیں دانا جانا چاہئے۔ تم کو وقت پر حاضر ہونا چاہئے ہمارے کو سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔

۱۱۔ (لے) فعل کے شروع میں آنے سے اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص یا شے کو لے جانے یا متبلا کرنے کے معنوں میں آتا ہے جیسے لے لھا گیا لے اٹھا لے ڈھکے لے کرنا وغیرہ۔

۱۲۔ اکا طرح "سے" بھی فعل کے شروع میں بطور ماضی فعل کے آتا ہے، جیسے مارنا، سے ٹکنا۔ بعض کلام میں "سے" پیدا کرنے کے

۷۲ آتا ہے،

۱۳۔ با اور چھوڑا جیسا کہ بعد آتے ہیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ با اور مشکلات کے پھر کسی کے ساتھ کام کو انجام دیا جو منشا تھا اسے کسی نہ کسی طرح پورا کر دیا۔ جیسے کہ کے دیا۔ مکان بنا کے چھوڑا۔

۱۴۔ رکھا۔ پھر اس پر دی فعل کے کئی طرح استعمال ہوتا ہے،

۱۱۔ کسی کی مرضی کے خلاف دوستی، محبت یا جبر یا کسی دوسرے اثر سے کام لینا جیسے اس نے مجھے صبح سے بٹھا رکھا ہے، اور ہانے نہیں دیتا، اس نے میرا مال دبا رکھا ہے،

۱۲۔ سکھا پڑھا کر پیسے سے تیار کر لینا۔ پیسے اس نے خوب بکھا رکھا ہے میں نے اسے پہلے سے کہہ رکھا ہے یا بتا رکھا ہے،

۱۳۔ محض تاکید کے لئے ہے۔ سن رکھو، دیکھ رکھو،

۱۴۔ محاورے میں، جیسے، میں نے کام اگلے سال کے لئے اٹھا رکھا

ہے۔

۱۵۔ کہیں فعل میں تکرار ہوتی ہے یعنی دوسرا فعل، اسی کا مترادف یا اس کا ہم آواز ساتھ آتا ہے، اور معنوں میں زور پیدا کرتا ہے جیسے دیکھ بھال کہ سوچ ساچ کر، میں شام کو ہار اٹھا گھر پہنچا، وہ مردوں کے گاؤں نے زابنہ میں معروف دیکھو جیسا اس کے مالا تیار کر دیا، وصل وصل کر خاصہ سفید ہو گیا، گرتے پڑتے گھر پہنچ گیا، اسی طرح پلٹا پھرنا، سینا پھنا کھانا، پینا، دنا دھونا وغیرہ

۱۶۔ اسماء و صفات کی ترکیب سے،

۱۔ ہنہ کا اسم یا صفت کے ساتھ سادہ معادلہ آٹھ جیسے پھرنا، کام

دھرنا، بر اگھنا، چھا گھنا، دم دینا، دم مارنا، دم توڑنا، مار کھانا، رکھوال  
 کرنا، از حار دینا، ڈینگ مارنا، پھلانگ مارنا، دھوکا کھانا، چار لگنا  
 تاک لگانا، پھل لگانا، پھل پھلانا، رستہ دیکھنا، دھیرہ دھیرہ، بکثرت ادبے شلہ  
 مستعمل ہیں، اس قسم کے مرکب افعال میں زیادہ تر یہ امدادی افعال آتے  
 ہیں۔ ہونا، کرنا، کھانا، دینا، لینا، پڑنا، مارنا، آنا، ڈالنا، دھرتا، پکڑنا  
 بھرتا، لگنا، لگانا، رکھنا، ان کے علاوہ درہست سے فعل بطور اسرار  
 کے آتے ہیں جن کی تفصیل صفت سے تعلق رکھتی ہے۔

۴۔ فارسی، اسم کے ساتھ ہندی مصدر کا آنا جیسے دل دینا، باز آنا  
 باز رکھنا، دلاسا دینا، پیش آنا، بر لانا، دھیرہ۔

۵۔ عربی اسم کے ساتھ جیسے شروع کرنا، یقین کرنا، یقین لانا، علاج  
 کرنا، جمع ہونا، دھیرہ۔

۶۔ فارسی یا عربی صفت کے ساتھ جیسے توی کرنا، مددشن کرنا، مضہور  
 کرنا، ضعیف ہونا، دھیرہ۔

۵۔ بعض اوقات ہندی اسما یا صفات میں کسی قدر تغیر کر کے نا علامت  
 لگا دیتے ہیں اور مصدر بناتے ہیں جیسے پانی سے ہینا، جوت سے ہینا،  
 ساتھ سے سمٹنا، مک سے لکنا، پتھر سے پھرا، ٹھوکر سے ٹھکرانا، پکر  
 سے پکرانا، لالچ سے پھانا، کچے کچیا، ٹکڑے سے ٹکڑانا، بھن بھن  
 سے دھو کھیلوں کی آواز سے) بھجنا، یا بھن بھن سے منٹنا، بڑ بڑ سے  
 بڑ بڑانا، من من سے منٹنا، دھیرہ۔

۶۔ بعض مصدر اردو میں ایسے ہیں کہ عربی یا فارسی افعال یا اسماء کے  
 آگے ہندی مصدر کی علامت نا لگا کر اردو بنا لیا گیا ہے،

مثلاً فارسی کے افعال سے فرمانا، بخشنا، آزمانا، نوازنا، فارسی اسم  
گرم سے گرمانا، نرم سے نرمانا، اداس سے دافنا، خرید سے خریدنا  
ایسی طرح کے لفظ بدل سے بدلتا، بحث سے بحثنا، قبول سے قبولنا  
دفع سے دفعتنا، کفن سے کفنتنا۔

اس طرح سے مصدر بنانے کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے، حالانکہ اس  
سے زبان میں بڑی وسعت ہو سکتی ہے،

۷۔ بعض اوقات علامت مصدر حذف ہو جاتی ہے، مگر یہ اس  
وقت ہوتا ہے جب کہ دوسرا مصدر ساتھ ہو۔ جیسے بنا جانتا، بنا آنا وغیرہ  
ایک ہم ہیں کہ دیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ  
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

۸۔ بعض اوقات عالیہ معطرہ بھی اسی صورت سے آتا ہے، اس میں اور  
مرکب فعل میں فرق کرنا چاہئے۔ مثلاً میں وہاں چلا آیا ہوں، میں اسے  
دیکھ آیا ہوں۔



## ۵۔ تمیز یا متعلق فعل

تمیز فعل یا صفت کی کیفیت بیان کرتی ہے اور اس کے آنے سے فعل یا صفت کے معنوں میں تھوڑی بہت کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے، چند تمیزی الفاظ ایسے ہیں جو ہندی ضمایر سے بنتے ہیں اور چوں کہ وہ سب سے سادہ ہیں لہذا ان کا ذکر اول کیا جائے گا۔ اور ان کے ساتھ اسی قسم کے دوسرے الفاظ بیان کئے جائیں گے جو اساد سے بنتے ہیں۔

۱۔ زمان یا وقت کے لئے۔ اب۔ جب۔ کب۔

یہ سب الفاظ سنسکرت سے ماخوذ ہیں، مثلاً جب اور تب سنسکرت کے الفاظ بادت اور نادت سے بنے ہیں، جو پراکرت میں جانا اور تادا ہوئے اور ان سے ہندی کے جب اور تب بنے، یہی حال اب اور کب کا ہے۔

ان کے علاوہ، دوسرے ہندی الفاظ جو تمیزِ زبان کا کام دیتے ہیں، یہ ہیں، آگے پیچھے، پہلے، آج، کل، پرسوں، ترسوں، تڑکے، ہرک، منت اسدا، سویرے پھر۔

فارسی الفاظ ان معنوں میں مستعمل ہیں،

ہمیشہ، جلد، جلدی، یکایک، اچانک، ناگاہ، ناگہاں، بعد ازاں، شب و روز۔

۲۔ مکان، یا جگہ کے لئے، یہاں، وہاں، جہاں، ہتھاں، کہاں، یہ الفاظ بھی سنسکرت سے ماخوذ ہیں، ہاں، یا آں جو سنسکرت کے لفظ ہتھاں

مخفف ہیں اور جس کے معنی بگ کے ہیں، ضمیر کا مادے کے میل سے یہاں اور وہاں بن گئے۔ کہاں کا کات سنکرت کے لفظا کت سے ہے جس کا بھارتیہ جواب بھی تصبات و دیہات میں متعل ہے اور اسی سے مرہٹی میں اکا دے بنا ہے۔

اس کے علاوہ ہندی میں تیز مکان کے لئے یہ الفاظ آتے ہیں آگے

پچھے، پر سے، پاس، اوپر، نیچے، بیتر، باہر، اندر۔

۳۔ سست، ادھر ادھر، جدھر، تدر، دھندلی، کدھر،

۴۔ طور طریقہ، یوں، جوں، کیوں، کیوں کر، کیسے (بمعنی کیوں)

یہ الفاظ سنکرت کے لفظ ایو پر اکرت ایو دھات نکلتے ہیں جن کی

صورت بعد میں امی اور ام ہوئی، امد ہندی میں۔ یوں

علاوہ ان کے دوسرے الفاظ یہ ہیں، غلیک، اچانک، دھیرے ہوئے

لٹمار، برابر، تا بڑ توڑ، پچ، پچ، جھوٹ، سوٹ، تھوڑا بہت، جھٹ

جھٹ پٹ۔

فارسی کے الفاظ ذرا، تخینا، تقریباً، خصوصاً، زیادہ، بالکل، مطلق

بعض، بعضہ، ہر چند، سو، یعنی سن دمن، باہم، فوراً، دفعتاً، ناگہاں

ناگاہ، یکایک، ان الفور، القصہ، الغرض، فی الجملہ وغیرہ۔

۵۔ تعداد کے لئے ایک بار، دوبارہ، وغیرہ اکثر ایک ایک، دو دو وغیرہ

وغیرہ، اتنا، اتنا، کتنا

۶۔ ایجاب و انکار، ہاں، جی ہاں، نہیں، تو،

شاید، غالباً، یقیناً، بیشک، بلاشبہ، ہرگز، زہوار، بار سے،

البتہ، فی الحقیقت، درحقیقت۔

۷۔ سبب و علت، اس لئے، اس طرح، چنانچہ، کیوں کہ، لہذا۔  
 ۸۔ مرکب تیز۔ کبھی مرکب ہوتا ہے، یعنی دو مل کر ایک تیز کام دیتی ہیں، جیسے کب تک، جب کبھی جہاں کہیں، جہاں جہاں، کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی، ادھر ادھر، اندر باہر، بعض اوقات تکرار کے ساتھ آتی ہیں، جیسے جب جب کہیں کہیں۔

۹۔ بعض اوقات ایک ایک دو دو لفظ مل کر بطور جملہ کے تیز کام دیتے ہیں، جیسے رفتہ رفتہ، خوشی خوشی، ایک ایک کر کے، روز روز، آنے دن گمڑی گمڑی، ہونہ ہونہ، دھوم دھام، دونوں دقت ملتے، آس پاس اطراف و جوانب، جم جم، نت نت، کیوں نہیں، الگ الگ، صبح و شام چھٹی چھپے، آہستہ آہستہ، جوں جوں، جوں جوں۔

۱۰۔ علی کے مزد مجھے۔ کا حق حق الامکان، کما فیضی، من دین حق المقدور حاصل کلام، طوقا کرہا، آخر الامر دیکھ۔

۱۱۔ کبھی تیز یا اسم کے بعد ٹیک، میں وغیرہ آنے سے تیز بن جاتی ہے، جیسے کب تک، بھولے سے، پھرتی سے اگلے میں، فارسی کی (بہ)، فارسی کے الفاظ کے ساتھ آنے سے یہ کام دیتی ہے، جیسے بخوشی، بخوبی، بل و بان ۱۱۔ بعض اسم ادارہ کے ساتھ مل کر یہ معنی دیتے ہیں، جیسے تعین دار

ہفتہ دار، مابودار، نہر دار وغیرہ

۱۲۔ بعض الفاظ صفات بھی تیز کام دیتے ہیں، مثلاً خوب ٹھیک بجا درست، جیسے خوب کہا، بجا فرمایا۔ ٹھیک کہتے ہو، درست فرماتے ہیں۔

ہزار اور لاکھ کثرت کے معنوں میں تیز کے طور پر استعمال ہوتے ہیں

بیجے۔  
 میں نے لاکھ سمجھایا۔ کچھ اثر نہ ہوا، ہزار ہا مردہ لاشیں سے  
 مس نہ ہوا، لاکھ طرح کے کپڑے عیاں پہنہ جیوان ہی ہوا،  
 ۱۳۔ کبھی اسامے عام بھی تمیز کے معنوں میں آتے ہیں،

بیجے۔  
 انگلیوں بڑھتا ہے، بالوں اچھلتا ہے، گٹھن پتہ سے بھوکوں  
 مرتا ہے، بھوٹوں بھی نہ پوچھا یہ سب الفاظ جمع میں استعمال ہوتے ہیں  
 ۱۴۔ بعض اوقات عالیہ معطوفہ بھی تمیز کا کام دیتے ہیں جیسے کھل  
 کھلا کر ہنستا لبیلا کر دیا۔



# حروف

حروف غیر مستقل الفاظ ہیں جو تنہا بلا یا لگنے میں کوئی خاص معنی پیدا نہیں کرتے جب تک کسی دوسرے جملے میں یا دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال نہ ہوں جیسے کو، تک، جب وغیرہ۔  
اعداد میں ان کی پانچ قسمیں ہیں۔

- ۱۔ ربط
- ۲۔ عطف
- ۳۔ تخیص
- ۴۔ تجانس

## (۱) ربط

حروف ربط وہ ہیں جو ایک لفظ کا علاقہ کسی دوسرے لفظ سے ظاہر کرتے

ہیں۔

(۱) کا، کے، کی

(۲) نے

(۳) کو، تئیں، سے، میں، تک، پر۔

یہ حرف ربط سادہ قسم کے ہیں جو محمول اسم یا ضمیر یا قیڑ کے ساتھ آتے ہیں اور ان کی حالت کا پتہ دیتے ہیں مثلاً (۱) حالت افعال کے لئے (۲) حالت فاعل کے لئے (۳) حالت مفعول فلانیا طور کے لئے آتے ہیں۔

اگرچہ بظاہر یہ حروف بہت سادہ معلوم ہوتے ہیں لیکن جب ان کی اصل پر نظر ڈال جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنسکرت میں مستقل الفاظ تھے لیکن زمانے کے تغیرات سے رفتہ رفتہ ایسے ہو گئے کہ وہ اب محض ایک سادہ علامت کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً کہنے، جو پران اعداد میں پاس کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا، اصل میں کرن یا کرنے سے ہے، جس کے معنی کان کے ہیں چونکہ کان قریب کا عضو ہے، اس لئے یہ معنی ہو گئے، یہی حال دوسرے حروف کا ہے، (کا) مذکورہ اعداد کے (جمع مذکورہ کی) واحد جمع مونث اسما و ضمائر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں،

یہ لفظ کرتا کی خرابی میں جو سنسکرت کے فعل کری کا مفعول ہے پراکرت میں کرتا کے ساتھ مفعول، علامت کا اضافہ کیا گیا، بعد ازاں ت نکل گئی اور ری کا ی سے بدل گیا اور لفظ کی صورت کیرا ہو گئی، پراکرت میں یہ لفظ اضافی حالت کے ساتھ استعمال ہوتا تھا، رفتہ رفتہ اضافہ تو مٹ گئی اور یہ اس کی جگہ قائم ہو گیا۔ اسی لفظ سے بعد میں کیر، کیرا، کرا کر نکلے جو قدیم ہندی میں حالت اضافی کے لئے استعمال ہوتے تھے اور انہیں کی مختلف صورتیں ہند اور ہندی کے اکون، کو اور کا ایسے اور جب ان کے شروع سے ک نکل گیا، تو ہاتی را۔ اور اس کی دوسری صورتیں ری اور سے پیدا ہو گئیں جو ضمیر ذاتی میں صرف حکم کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں۔

نے، صرف فاعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی افعال متعدی میں سنسکرت کا مفعول، لگیا، پراکرت، میں لگیو، ہوا، دیاں سے ہندی لگے، لے، بنے، گجرات، اور پنجابی میں (نے) مفعول بعد فاعل دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ہندی میں مفعول کی علامت کو موجود ہے

بہذا دے، صرف غافل کے لئے مختصر میں ہو گیا۔

گو بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی کرتا ہے اسی طرح نکلا ہے جیسے کا، لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ سنسکرت کے حروف کا کٹنے سے بنا ہے، کا کٹنے کا کٹا سے نکلا ہے، جس کے معنی نفل کے ہیں، اسی سے پنجاب کچھ بمعنی نفل ہے اور بنگال کا چھ می اور سے بنا ہے، جس کے معنی اس زبان میں نزدیک کے ہیں، کیونکہ نفل سب سے قریب ہے، اسی لئے اس کے یہ معنی ہو گئے۔ قدیم ہندی میں کا کھ اور کھم ہونکا ہم سے معمولی تیز و تہل کے بعد کا ہاں، کہاں، کہاؤں، کا دن اور کو بتا۔

سے سنسکرت کے لفظ سانگے سے ہے، جس کے معنی معیت کے ہیں، میں سنسکرت کے لفظ مدھیہ سے بنا ہے، مدھیہ کی مختلف صورتیں رفت رفتہ مدھیہ، بدھی، مہی، ماہی، اور ماہ ہوئیں، ان میں دھا، با اور پا سے بد لا اور بعد میں ای ہوئی، اور پھرا کی بھی غائب ہو گئی۔

ما پٹھ (جس کے معنی درمیان کے ہیں) میں اسی سے ہے، اس کے بعد کی صورتیں ماہیں، ہان، میں، ہوں ہیں، فرض میں آخر میں ماہیں سے بنا ہے،

پر سنسکرت کے اپری سے بنا ہے۔

تک سنسکرت میں ایک لفظ تریا سے ہے جس کی اصل تری ہے اور جو سنسکرت میں انہیں معنوں میں آتا ہے، جیسے ابد میں تک تری کے سا کھ (کو) ا فاذہ کیا گیا، تو تری کو ہواؤ، اڑ گئی تک رہ گیا۔

تک کی بھی یہی اصل ہے، تریکو، میں دل سے بدل گئی (اور دل کا بدل عام طور پر ہوتا ہے، تو تلیکو ہوا اور تلیکو سے تلک بن گیا

ہندی اور پرانی اردو میں آج کل کے دیہات میں بھی لگ بھگ ایسی ہی جگہیں ہیں جہاں لگ بھگ ایسی ہی جگہیں ہیں جہاں لگ بھگ ایسی ہی جگہیں ہیں۔ اسی لئے لگ بھگ ان معنوں میں استعمال ہونے لگا۔  
تین بھی غائبانہ سنسکرت کے لفظ تریا سے بنا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے الفاظ ہیں جو حرف ربط کا کام دیتے ہیں مثلاً پاس، تلے پیچھے، آگے، پیچ، سمیت، اوپر، نیچے۔ باہر۔ لئے ساتھ سنگ، سامنے، مارے، ٹیکن یہ تمام الفاظ بجز سمیت کے اضافی حالت کے ساتھ آتے ہیں جیسے اس کے پاس۔ صندوق کے نیچے دھوپ کے مارے سرد کئے لگا، ٹھن بجوں سمیت۔

اسی طرح بہت سے فارسی اور عربی کے الفاظ بھی حرف ربط کا کام دیتے ہیں، جیسے بغیر، اندر، نزدیک، باعث، واسطے، سبب، سوا طرح نسبت، بجا، موجب، پیش، پس، قبل، گرد، درمیان یہ الفاظ بھی اضافی حالت کے ساتھ آتے ہیں۔

ہندی کے بعض حرف ربط دو دو مل کر آتے ہیں، اور ایک حرف کا کام دیتے ہیں جیسے وہ چھت پہلے گر پڑا، نال میں سے نکل گیا، یہ تو ہمیں کا ہے دیدار پر سے کو د گیا۔

## ۲۔ حرف عطف

حرف عطف وہ ہیں جو دو یا دو سے زیادہ فقروں یا جملوں کو ملائے کا کام کرتے ہیں، جیسے جو ان بعد، اور، سب سے۔ ہر کارہ آیا اور خط دے کر چلا گیا۔ میں تو آگیا مگر وہ نہیں آیا۔ اگر ہم جاتے تو وہ نہ ہوتا اخبار رسالے اور کتابیں نکال کر الگ رکھو۔

## ان کی کئی قسمیں ہیں۔

- (۱) وصل (۲) تردید (۳) استدراک (۴) استثناء (۵) شرط،  
(۶) علت (۷) بیانیہ۔  
(۸) وصل کے لئے اور، و، کیا، ..... کیا، کہ، یا، اس میں و اور کہ،  
نارسی ہیں مثالیں۔

جو ان اور پوچھے سب تھے، ہر کارہ آیا اور خط دے کر پلا گیا بلکہ شاہ  
وزیر کھڑے ہیں کیا وہ اور کیا تم دونوں ایک ہو، اس نے کہا ابھی مت جاؤ  
(اور) (اور) کے استعمال میں فرق ہے جس کا ذکر نچر میں کیا جائے گا، (یا)  
جیسے کوئی ہے یا نہیں۔

- ۲۔ تردید نہ، نہ خواہ چاہے، یا یا، مثالیں، زندہ آیا نہ تم آئے خواہ تم  
آؤ خواہ اسے بھیج دو، چاہے رہو چاہے چلے جاؤ۔ یا یہ نہ یا وہ۔  
۳۔ استدراک، پر، لیکن، بلکہ،

جہاں یہ لفظ آتے ہیں تو جملوں کے مضمون میں جو مغائرت ہوتی ہے،  
ان الفاظ کے آنے سے شک و شبہ و رفع ہو جاتا ہے، یہ سب کچھ ہر پر وہ  
نہیں مانتا، اس نے بہت سی شرطیں پیش کیں لیکن ہم نے ایک نہ مانی ایک  
نہیں بلکہ دو ہیں۔

- ۴۔ استثناء، مگر، الا۔

سب آئے مگر وہ نہ آیا۔ سب آئے الا وہ نہیں آیا۔

- ۵۔ شرط، جو، اگر۔

اور جو تم نے کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔

جو دونوں کی بدھی ہوتی تو رد چار ہوتا

(دقالب)

اگر وہ نہ آیا تو مجھے جانا پڑے گا۔

ورنہ اور نہیں تو اور تو شرط کے جواب میں آئے ہیں وہ آیا تو آیا ورنہ مجھے خود جانا پڑے گا۔

کچھ کہتے ہو تو کہو نہیں تو میں جاتا ہوں۔

پہلے پہلے میں حرف شرط آتا ہے اور دوسرے پہلے میں جواب کے لئے اثر آتا ہے جسے جزا کہتے ہیں۔

۴۔ علت، سو، پس، اس لئے، لہذا، بنا بریں، کیوں کہ، مثالیں آپ نے اسے جانے کا حکم دیا تھا، سوہ گیا۔ اس نے میں حاضر ہونے کو کہا تھا، پس ہم حاضر ہو گئے۔

بعض حرف علت جوڑا جوڑا آتے ہیں، یعنی ایک علت کے ساتھ دوسرا معلول کے ساتھ جیسے، چونکہ آپ سننے اس لئے میں نہ آیا۔

کلمہ اور تاکہ اور مبادا کو بھی اسی ضمن میں سمجھنا چاہئے۔ مثلاً کتابیں بیع دیجئے تاکہ مبلد بند ہوادوں، آپ کہلا بیجئے مبادا وہ نہ آئے۔

## ۳۔ حرف تخصیص

حرف تخصیص جب کسی اسم یا فعل کے ساتھ آتے ہیں تو خصوصیت یا صغر کے معنی پیدا کرتے ہیں۔

حرف تخصیص یہ ہیں، ہی، تو، بھی، اور،

جیسے میں نے اختر پری سے سنا تھا۔  
 بات کرنے مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی !  
 جیسا اب ہے تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی !  
 ، ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں ۔

فعل کے ساتھ بھی ! یہ حرف استعمال ہوتے ہیں ۔  
 کسی نے ان کو سمجھایا تو ہوتا : صاف چپتے ہیں نہیں سامنے آتے بھی نہیں ۔  
 ، ہر شخص اپنی فکر میں مبتلا ہے ، ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خوبی  
 ضرور ہے ۔

ہر ایک کے ساتھ بھی مل کر آتا ہے جیسے ہر ایک آدمی پر لازم  
 ہے کہ اپنا فرض ایمان داری سے ادا کرے ، ہر ایک کا یہ مقدر  
 نہیں ۔

ہر ایک بات پر کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے  
 تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

( غالب )

کوئی اور کسی کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ہر کسی کے کہنے  
 کا یقین کیوں کر ہو سکتا ہے ، اب تو ہر کوئی ہتھساری سے کہنے لگا  
 ہے ، بعض اسرار خائے اور حریف کے ساتھ مل کر کب لفظ کا جو  
 بن جاتا ہے ، مثلاً

کب	ہم کے ساتھ مل کر	کبھی	ہوا
بب	"	جبھی	"
اب	"	ابھی	"
تب	"	تبھی	"

سب	ہی کے ساتھ مل کر	سمجھ	ہما
کہاں	"	کہیں	"
دہاں	"	دہیں	"
پہاں	"	پہیں	"
دہ	"	دہی	"
یہ	"	یہی	"
اس	"	اسی	"
تم	"	تہیں	"
ہم	"	ہیں	"
تجھ	"	تجھی	"
مجھ	"	مجھی	"
جوں	"	جوئیں، جو رہی	"
یوں	"	یوں نہیں، یوں ہی نہیں	"

## حروف فحاشیہ

وہ الفاظ جو جوش یا جذبے میں بے تحاشہ زبان سے نکل جاتے ہیں جیسے ہیں، ہیں، اور ہو، ہائے وغیرہ۔

مختلف مذہبات اور تاثیرات کے نئے الگ الگ حریف مستعمل ہیں بعض اوقات جڑ جلد میں ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جیسے ! ماشاء اللہ سبحان اللہ ! استغفر اللہ وغیرہ

ا۔ حرف نداء۔ اے۔ یا، جیسے اے صاحب، یا اللہ

ب۔ ہوتے۔ "دور" سے بلائے کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن شائستہ

زبان میں اس کا استعمال نہیں ہے۔

ارے، اے، اہی، ارے اور اے اور عموماً یا تو انتہائی بے تکلفی یا غفگی کی حالت میں چھوٹے درجے کے لوگوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

فارسی میں کبھی الف اسم کے آگے بڑھا دیا جاتا ہے جیسے شاہ شاہنشاہ، بادشاہ، داعطا وغیرہ۔ مگر اردو میں یہ صرف شعر میں آتا ہے۔

جیسے جلاتے ہیں اسے منادی کہتے ہیں جب منادی جمع کی حالت میں ہوتا ہے تو جمع کا آخری نون گر جاتا ہے، اسے صاحبو اسے بھائیو! بعض وقت حرف ندا محذوف بھی ہوتا ہے جیسے لوگو دوڑو، صاحبو یہ کیا بات۔

۴۔ خوشی اور مسرت کے لئے ادا، اور ہو، واہ واہ سبحان اللہ ماشاء اللہ۔

۵۔ رنج و تاسف کے لئے، ہائے، دائے، آہ، انا اے دائے، ہائے رے، افسوس، حیف، بیہات۔

۶۔ تعجب کے لئے سبحان اللہ، اللہ اللہ، اللہ اکبر۔ تعالیٰ اللہ صلی اللہ، افواہ۔

۵۔ نفرت کے لئے۔ در، در، در، در، قف، حق، استغفر اللہ معاذ اللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ، ہشت بھی،

۶۔ تحسین و آفرین کے لئے سبحان اللہ، ماشاء اللہ، بارک اللہ خوب، شاہ شاہ، جزاک اللہ، واہ وا، اللہ اللہ صلی علیٰ

چشم بد دور۔

۷۔ پناہ مانگنے کے لئے۔

الامان، محفوظ، الامان الامان، توبہ، الہی توبہ عازا اللہ

عباراً بلفظ۔

۸۔ تپتے ہوئے۔

ہیں ہیں۔ ہوں ہوں۔ خبردار، دیکھو، سنو!



# فصل سوم

## مشتق اور مرکب الفاظ

اس فصل میں مشتق اور مرکب الفاظ کا ذکر کیا جائیگا  
مشتق

مشتق وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے کسی قدر تغیر سے نکلا یا بنا ہو  
یہاں زیادہ تر ہندی الفاظ کے اشتقاق سے بحث کی جائے گی  
فارسی اشتقاق اکثر ہندی سے ملتا جلتا ہے، عربی فی الحال ہندی  
بحث سے خارج ہے۔

- ۱۔ اسمائے کیفیت عام طور پر اس طرح بنتے ہیں اور
- ۲۔ اکثر انعام کے مادے (یعنی علامت مصدر کے گز جانے کے بعد)
- اسمائے کیفیت کا کام دیتے ہیں، مثلاً بار، جیت، مار، پھیر، تاک
- بول، لوٹ، مدک، ٹوک وغیرہ
- بعض اوقات افعال کو لہجہ کے فرق، عدت کی شکل میں، لے
- آتے ہیں، جیسے، اترنا سے اتار، پلڑا سے چال، ملنا سے ملنا
- سے میل

ہے۔ مادے کے آخر میں الف کے بڑھانے سے، جیسے چھلکا، چھیرا  
چھایا۔

ج۔ ن کے بڑھانے سے جیسے پلن، مرن، کہن، ترن، کترن

سوفین وغیرہ۔

د۔ بعض اوقات صفات کے آگے ن بڑھانے سے اسمائے کیفیت بن جاتے ہیں جیسے نجان، چوتھان، لمبان وغیرہ۔  
لا۔ فعل کے آگے ان کے اضافے سے، جیسے، ٹھکان، لگان، اران، ڈھلان،

و۔ فعل کے مادے کے آگے آنی معروف یا دائمی بڑھانے سے لیکن اس میں ہمیشہ اجرت یا مزدوری کے معنی پائے جاتے ہیں، جیسے ڈھلان، چرائی، پوانی، دھلان، سلان، رنگرائی۔  
ذ۔ صفت کے بعد ای یا مئی بڑھانے سے اسمائے کیفیت بن جاتے ہیں، جیسے اچھائی، برائی، گولائی، بڑائی، چھٹائی۔  
ح۔ اسم کے بعد ہی معروف بڑھانے سے چوری، ٹنگی، بھٹی، بھی  
ط۔ تے۔ یا تے کے بڑھانے سے جیسے بچت، کمیت، برائی، بڑھتی، بھیتی۔

کا۔ کتے۔ کے اضافے سے جیسے بہتات، بھلنا، نہ  
کے۔ اسم کے بعد ٹ، ہٹ، اٹ کے بڑھانے سے جیسے ٹھہراہٹ  
ہٹاٹ، رکاوٹ، لگاؤٹ وغیرہ  
ل۔ بعض اوقات صفات کے آگے ہی علامت بڑھانے سے بھی اسمائے کیفیت بنتے ہیں، جیسے چکناہٹ، کرڑاہٹ، نیلامٹ،  
م۔ مادہ فعل کے بعد آڈ کے اضافے کرنے سے جیسے بھاڑ، ہڑھاڈ  
چھڑکاڑ، بھاڑ، لگاڑ، رکاوڑ وغیرہ۔

ن۔ پادپن اور پنا اسم کے آگے بڑھانے سے، جیسے برھاپا



جے۔ دال۔ جیے دوال، رکھوال۔

ج۔ بار، بار۔ جیے پنہارا، لڑا ہانا، پنہارا، گھسارا، جاہنسا، بار  
سنکرت کے لفظ لارک سے بڑا کر بنا ہے، جس کے معنی  
آنے والے کے ہیں۔

بعض الفاظ میں باراک = اڑی ہے اور آرا، آر، یار، ہو گیا ہے  
جیے کرتار، چمار، کسار، بخارا، کھنڈارا، سنار، لوبار۔  
د۔ اری یا اڑی کے اضافے سے بنتا ہے، جیے بجا ری، عباد ری  
کھلاڑی۔

ی۔ ایرا کے اضافے سے جیے لیرا، کیرا، پیرا، کسیرا،  
د۔ ا کے اضافے سے جیے ہیر، جو بنے میں جو بنی جو پرانے فعل بنی  
(جو بننا) سے نکلا ہے، جوتا زمین جوتے والا، اچکا۔

ن۔ یا کے اضافے سے جیے گوریا (گور بننے میں)، دیا یا، پنہیا۔  
ع۔ یا کے اضافہ سے جیے گویا، بویا۔

ط۔ ہا کے اضافے سے جیے ہردا ہا۔  
ی۔ وا کے اضافہ سے جیے، ٹھوا، ٹھروا (ٹھاڑنے سے) پڑا، پیٹ  
ریشم۔

ک۔ اک کے اضافے سے۔ جیے۔ پیراک، لڑاک، نیراک، ہالاک  
ل۔ تا کے اضافہ سے جیے داتا، مار شتے کو ظاہر کرنے کے لئے۔ جیے  
چتا (پسنکرت علامت ہے)

م۔ کڑ کے اضافے سے، جیے جھکڑ، کوڑو، جھکڑ  
ن۔ رک کے اضافے سے، جیے ڈاکو پھو۔

من۔ رد کے اضافے سے، جیسے یکیر، کیر۔  
 اس کے علاوہ فارسی علامتیں بھی، اردو میں بکثرت استعمال ہوتی  
 ہیں، مثلاً گر، گار، کار، جیسے کاریگر، نیل گر، زرد گر، فرمت گار، مدد  
 گار، دست کار۔

بر، جیسے رہبر، دلبر، پیغامبر۔  
 ہاون دان، جیسے ہاغبان، گاڑی بان، کوچران (اسی طرح ہم کہہ  
 سکتے ہیں، موثر بان،)

مند، جیسے دولت مند، حاجت مند،  
 در آمد، دولت مند، جانور زور آور۔  
 ترکی علامت چٹا سے جیسے خزاہٹی، طبلہ، بندوچی، ہادرچی، ان فارسی  
 علامات والفاظ کا ذکر تفصیل سے آئے گا۔  
 ص۔ اسمائے آل، خصل کے بعد ان علامات کے بڑھانے سے بنتے ہیں،  
 جیسے۔

(۱) ن۔ نا، ن کے اضافے سے دھونکنی، اور معنی، بیلین، پھلنی،  
 پالنا میانا۔

اسم کے بعد ن بڑھانے سے جیسے دتوں۔

(ب) ا کے اضافے سے جیسے گجرا۔

ج۔ یل کے اضافے سے جیسے نکیل۔

(د) و کے اضافے سے جیسے جھاڑ۔

نام کی میں و کے اضافے سے جیسے دستہ، چٹہ

، آندہ ، انگشتانہ، دستانہ۔

- ۴۔ اسمائے ظرف اسم کے بعد ان علامات کے لگانے سے بنتے ہیں۔  
 ۵۔ باڑی، باڑو، داڑو، دارو، جیسے بانس باڑی سید باڑو  
 اہم باڑو، رسول باڑی، ڈھیر داڑو، ہر داڑو، پھلواڑی، پچھراڑا۔  
 ۶۔ ستاف، جیسے راجستان، ہندوستان۔  
 ۷۔ الایالی سے جیسے ہمالا، شوالا، متالی۔  
 ۸۔ الیال سے جیسے سسرال، تنخیال۔  
 ۹۔ سال یا شالہ سے، نکبال، گھر سال، پاٹ، شالہ، دھرم شالہ۔  
 ۱۰۔ انہ جیسے مکھیاں۔ سنرھا بی لو سے جیسے پیادو، ڈلاؤ۔  
 ۱۱۔ دوار یا دوار سے جیسے۔ ہر دوار، گد دوار۔  
 ۱۲۔ اسم کی تصغیر ان علامات کے اٹھانے سے بنتی ہے،  
 ۱۳۔ لگانے سے جیسے ڈبیا، پھڑپا، لبٹا۔  
 اس قسم کی تصغیر :۔۔۔ سے اکثر پیار، محبت کا اظہار ہوتا ہے، جیسے  
 بیٹا، بہنیا، بھینا۔

- ۱۴۔ ی معروف سے نوکری، رسی، شیشی  
 ۱۵۔ یا سے جیسے انبیاء، کھنیا، انگیا، (تال سے)  
 ۱۶۔ دا سے جیسے مردا، جو روا، ہوا۔  
 ۱۷۔ ڈی، دی، اور ڈا، دا۔ کے لگانے سے جیسے دڑی، ددام سے  
 پنڈڑی، چھڑا، چھڑی، گھناری، گھنارڈی، نگرڈا، نگرڈا (مک سے)  
 ٹھیکڑا، ٹھیک سے۔ ٹھڑا، جوڑا۔

۱۸۔ ایلا یا ادلا سے جیسے دھیلا، دھیلا یعنی آدھے سے، بگھیلا یا بگھیلا، باکھ

سے (کھڑا، تنہا، گلیا، سپوریا، دہندہ ی سفید لا) بھڑیلا  
گر یلا۔

(خ) ٹایا دٹا سے بیسے ہرنوٹا، چوٹا، بانٹا۔

(ح) ناسے بیسے بھٹنا، ڈھونٹنا۔

دھل نک ہندی اور فارسی دونوں میں مشترک ہے، جیسے ڈھونڈ  
مردک، عینک، طعلک، بطخ، بنگ،

(د) دڑ سے بیسے ہندوڑ۔

علامہ ک کے فارسی علامت پی یا چہ اردو میں مستعمل ہے جیسے  
صند قچہ، باغچہ، دیگچہ، وہچہ، پنچہ، ڈوپی، پنچہ، سنجہ، دی۔

۱۔ اب ان صفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو دوسرے الفاظ سے مشتق ہیں

(ط) ی کے اضافے سے جیسے شہری، پیٹری، دیسی، کھاڑی، ادلی  
بنی دفرہ۔

(ص) اکے بڑھانے سے جیسے دردھیا، جھوٹا، میلا، بھوکا، نیلا،  
گیردا۔

(ج) اک سے جیسے لڑاک، پیراک یا تیراک،

(د) ایلا یا ی، معروف کے بڑھانے سے جیسے پھیرلا، شریلا، اریلا،  
نکیلا، سبیل، رنگیلا، نشیلا، سریلا، دغیرہ۔

ایلا دی یا جھیل) اکیلا، سوچلا، کسیلا، غصیلا۔

ایلا، یل، ل) دردھیل، دھیل، تندیل، غصیل

کدڑھیل، ہائل، گھائل، یوچھل

ال) ایرا۔ دڑ  
[شیا لا، کوڑ پالا  
[چھیرا، میرا، کھیلا، ہنسوڑ

الو [ لہا لو، شرما لو، جھلکنا لو۔

(۵) اور جیسے بکاؤ، دباؤ، گھاؤ، کھاؤ

(۶) ک جیسے دیدک، سماجک، پیوٹک۔

(۷) لا جیسے پکا۔

(ج) بیت، پچیت، کڑکیت، پھلکیت، ڈکیت۔

(ط) دنت، بلونت، جھگونت

(ی) مان یا دان، جیسے بھاگواں، بدھیماں، گنتاں، دھنواں،

دک (د سے جیسے بازارد، دیدارد۔

(ل) د سے جیسے پردا، پچھوا۔

(م) سا سے جیسے پیاسا، روانسا، (ردنگھا) نندا سا۔

(ن) والا جیسے متوالا۔

(س) واں، جیسے گیمھواں، دھلواں، پھلواں، گتھواں،

(ع) نا، جیسے پھلنا، ف (ہا) جیسے ہونہار، ہا ہنہارن ہار، وغیرہ۔

(ص) مای، (ثانیث کے لئے) جیسے فیلیاں۔

(ق) ہرایا، ہری، اور ہلی جیسے سنہرا، سنہری، پہلی۔

(د) یرا۔ جیسے میرا، قلیرا، بہتیرا۔

اس کے علاوہ فارسی کی بعض علامات اسی طرح اردو میں مستعمل

ہیں جیسے ی۔ ہندی اور فارسی دونوں میں یکساں استعمال

ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ۔

اُنہ جیسے مردانہ، سالانہ، ماہانہ

ایں یا این جیسے زریں، آتشیں، رنگین، خوقین، مکین، ناک، بیسے  
 غنبناک، جیہ ناک، خطر ناک،  
 اس کے علاوہ اسم اور امر سے مل کر سنیکڑوں فارسی صفات بنتے  
 ہیں، جو اردو زبان تکلف پر لے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا تعلق مرکبات  
 سے ہے۔

فارسی حروف بے، بد، با، بہ اسم کے ساتھ آکر صفات بناتے  
 ہیں جیسے بر محل، بردقت، برقرار، بجایا، بے جا، باندبیر، بے عقل  
 وغیرہ۔

علاوہ اس کے ہندی میں اس اخوندی کے لئے اور اک، عیب کے  
 لئے بعض الفاظ کے شروع میں آتا ہے، مگر ہوتا یہ قیاسی ہوتے ہیں،  
 جیسے سڈل سپوت، سپہل، چیت، کپوٹ، کڑ عیب، کڑاہ دیرہ  
**مرکب**

مرکب الفاظ دو قسم کے ہیں۔

اول وہ جہاں ایک خاص حرف یا علامت یا لفظ دوسرے مختلف  
 الفاظ کے ساتھ مل کر خاص معنی پیدا کرتا ہے،  
 دوسرے، وہ جبکہ دو مختلف اسم یا ایک اسم اور صفت یا اسم و فعل  
 یا صفت و فعل مل کر ایک لفظ بن جاتا ہے، ایسے مرکبات زیادہ تر  
 ہندی ہوتے ہیں۔

اب ہم دونوں قسموں کا الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

(۱)

اول ان الفاظ کا بیان کیا جاتا ہے جن کے شروع میں آنے سے صفات کی  
 کیفیت ہوتی ہے۔

(۲) ہندو کھاتے جیسے ادھر، اٹل، اسٹ، اچل، اچھوت، اچھوتا، دھیرہ  
 ۵۱ • • • • • انہان، ان پڑھ، ان گھر، ان مول، ان مل،

دھیرہ۔

ن • • • • • نڈھ، ہنٹا، نکٹا، نڈیرہ، دھیرہ۔  
 ز • • • • • زاسا، ززل، زہیل، زنگن، دھیرہ  
 بن • • • • • بن سلا، بن سرا، بن جی (دھیرہ)  
 ک • • • • • کھ، کھب، کراہ، کھوت، دھیرہ۔

پر (یعنی دھیرہ سرا) پر دیس، پر سال، پر تال، پر لوک دھیرہ  
 بعض فارسی اور عربی الفاظ میں اسی طرح نفس کے لئے استعمال ہوتے  
 ہیں۔ جیسے۔

ناد فارسی، ہندی الفاظ کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے نالائق، نادرا،  
 نادقت، نا بکھ، ناچار، نادان۔

بے • • • • • بے ہوش، بے خبر، بے دل، بے مثل، بے مہر  
 ہندی الفاظ کے ساتھ جیسے بے بین  
 بے ہنا، بے دھب، بے ڈھنگ، بڈھری

دھیرہ

کم • • • • • کمزور، کمیا، کم عقل، کم حوصل، کم اصل  
 غیر لڑائی • • • • • غیر حاضر، غیر مفید۔

غلاف • • • • • غلاف عقل، غلاف شرع، غلاف قاصد

اسی طرح بد، تنگ، زشت، دون دھیرہ الفاظ اور دوسرے الفاظ کے ساتھ  
 آکر ذم کے معنی پیدا کرتے ہیں جیسے بد گمان، بد فعل، بد چلن، تنگ دل  
 تنگ چہم، زشت رو، زشت خو، دول بہت دھیرہ۔

(۲) مرکب صفات جو اکثر فارسی ہوتے ہیں، اور اکثر لفظی راسم فاعل مستقل ہیں راسم کے ساتھ امر یا دوسرا اسم افتادہ کرنے سے ہے۔  
 دار کے ساتھ پیچھے ولادار، زردار، جان دار، وقادار، مالدار وغیرہ  
 بر کے ساتھ پیچھے دبیر، فرمان بر۔

باز	•	•	جان باز، سر باز، دغا باز۔
ساز	•	•	چیل ساز، دم ساز، سخن ساز، زمانہ ساز <sup>کہ ساز</sup>
آرد	•	•	نامہ، زور آمد، ملا دہ، قہ آمد، نام آرد، خبر خواہ
خواہ	•	•	دل خواہ، خاطر خواہ، عذر خواہ، غیر خواہ
اندیش	•	•	دور اندیش، خیر اندیش، کوتاہ اندیش،
طلب	•	•	غیر طلب، مرست طلب، اشتهار طلب
شناس	•	•	اما شناس، مردم شناس، آندہ شناس، سخن شناس
دان	•	•	قصد دان، ساختن دان، کار دان، مزاج دان
فہم	•	•	سخن فہم، شعر فہم، معاملہ فہم۔
پوش	•	•	حب پوش، غلط پوش، پرہیز پوش، عنوان پوش
بخش	•	•	غلط بخش، زور بخش، محبت بخش
پرست	•	•	آشنا پرست، زن پرست، شکم پرست
			بت پرست، خدا پرست، وطن پرست،
پند	•	•	دل پند، ترقی پند، اشتهار پند
فروش	•	•	خود فروش، یار فروش، دل فروش، وطن فروش
گیر	•	•	جہان گیر، عالم گیر، دست گیر، دل گیر، دامن گیر، گلوگیر
خوار	•	•	خود خوار، آدم خوار، بنمواد، شراب خوار، بیاد خوار

گور کے ساتھ	داست گور، دردنا گور، کم گور، پوچ گور۔
جو	حبیب جو، جنگ جو، نام جو۔
ہیں	باریک ہیں، خوردبین، آخر ہیں، پیش ہیں۔
نشین	ہیچے دل نشین، خانہ نشین، زمین نشین۔
رہا	دل رہا، جوش رہا، اندوہ رہا۔
ہیں	نکتہ ہیں، سخن ہیں، حبیب ہیں، خوشہ ہیں۔
رینے	خون رینے، شکر رینے، برگ رینے، اندرین گور رینے۔
نشان (انتقال)	گلستان، نور نشان، حوا نشان، اشک نشان
روز کے ساتھ	بگر سوز، دل سوز، عالم سوز، جہاں سوز۔
کن	بیخ کن، گور کن، اسم فاعل،
زودہ	علم زودہ، آتش زودہ، قحط زودہ
آلودہ	خون آلودہ، گرد آلودہ، شکر آلودہ
زن	لاف زن، نیش زن
آزار	دل آزار، مردم آزار، خلق آزار
افروز	دل افروز، بزم افروز، جہاں افروز، عالم افروز۔
آموز کے ساتھ	علم آموز، جنگ آموز، نو آموز
آئینہ	فاک آئینہ، گلاب آئینہ، کمر آئینہ، صلیحت آئینہ
انگیز	نکتہ انگیز، آتش انگیز، بغاوت انگیز۔
پردہ	نصیب پردہ، امیر پردہ، شریف پردہ، ہندہ پردہ، ناز پردہ، زبان پردہ، سخن پردہ
افراز (فراز)	گردن افراز، سر افراز، سر فراز۔

نواز کے ساتھ	غریب نواز، بندہ نواز، ذرہ نواز، پلک نواز،
پرداز	سخن پرداز، معنی پرداز۔
کشا	دل کشا، مشکل کشا، عقد کشا
گداز	دل گداز، تن گداز، جان گداز
نما	خوش نما، بد نما، خود نما، دلکش نما
بوس	فاک بوس، قدم بوس، دست بوس، پا بوس۔
بیس	کاس بیس، رکاب بیس۔
بار	برو بار، زیر بار، گراں ہاوس بکھار۔
دو	تیز دو، سہک دو، کم دو، گرم دو۔
دوڑ	زمین دوڑ، دل دوڑ۔
دس	فریاد دس، منتخ دس، شاہ دس، دربار دس
	داد دس۔
گوں	خیلوں، گنگوں، رنگ کسے۔
قام	گلفام، سیاہ قام، لالہ قام (زنگیئے)
	اسی طرح بعض خاص اسم دوسرے اسماء کے ساتھ آتے ہیں یہ معنی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً۔
	دست کے ساتھ جیسے غریب دست، وطن دست، قانہ دست
دشمن	آشنا دشمن، زن دشمن
غریب	دل غریب، محروم غریب، آبلہ غریب۔
مائل	بہز مائل، زردی مائل، سرخی مائل۔
خوش	(لفظ کے اول میں) خوش رو، خوش خلق، خوش مزاج۔

نیک	•	نیک دل، نیک طبیعت، نیک سزا
خوب	•	خوب صورت، خوش شکل
خود	•	خود نما، خود پسند، خود زنی، خود زیب خود دہ
صاحب	•	صاحب نصیب، صاحب شعور، صاحب دل
اہل	•	اہل دل، اہل کمال، اہل علم و فضلہ دہ لفظ ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتے ہیں
کار	•	برکار، نیکو کار
نیم	•	نیم بخت، نیم جاں، نیم بسمل، نیم بریاں نیم برہ (نیم طا، بطور اسم)
ترکیب	•	ترکیب امانی، نفع اور قابل کے ساتھ جیسے قابل سزا، قابل علاج
قابل	•	قابل داد، قابل رشک، قابل تحسین، لائق انعام، لائق تخریف و غیرہ
۳۔	•	با شکل اس طرح اسم فاعل میں بنتے ہیں، بلکہ اکثر اوقات صفات داسمہ
ناموں	•	مشترک ہوتے ہیں، مثلاً۔
برگے	•	برگے ساتھ جیسے پیغمبر و ہر دینہ
بردار	•	بردار کے ساتھ عصا بردار، حق بردار، علم بردار، حکم بردار
گر	•	کارگر، نیک گر، زرگر، بادشاہ گر
کار	•	دست کار، کاشت کار، پیش کار، قلم کار
دار	•	زمیندار، قرض دار، چوب دار، دکاندار
باز	•	سرخ باز، دینہ
کش	•	جرب کش، تدر کش، آرہ کش، ہارہ کش
پوش	•	سرپوش، پلنگ پوش، پاپوش

فروش کے ساتھ۔	میرہ فروش، مے فروش۔
خوان	قدم خوان، مسل خوان، ہر شہ خوان، قاسی خوان،
انداز	گول انداز، تیر انداز۔ بر قنداز، زیر قنداز، ہنداز
نشین	باشین، قبل نشین، کرسی نشین، تخت نشین۔
دہا	گاہ دہا، آہن دہا۔
کن	گور کن، پشتہ کن۔
دوز	غیمہ دوز۔ چکن دوز۔ کفش دوز
شو	مردہ شو۔ پا شو۔
جہا	غزا جہا، ار جہا، طنبور جہا، طبل جہا۔
جس طرح شروع میں بعض حروف اور الفاظ ترکیب کے لئے آتے	
ہیں، اسی طرح آخر میں بھی آتے ہیں، شروع میں آتے ہیں انہیں سابقہ کہتے	
ہیں اور آخر میں آنے والے لاحقہ کہلاتے ہیں۔	
فارسی لاحقوں کا ذکر آچکا ہے، اب یہاں چند فارسی لاحقے	
جاتے ہیں جو عام طور پر مستعمل ہیں۔	
پاکے ساتھ	پا انداز، پا بوس، پا بند، پا جامہ، پا زیب، پا مال، دھیرہ
ہیں	پس انداز، پس مانعہ، پس باد دھیرہ
پر	پر جوش، پر سنی، پر سوز، پر درد دھیرہ
بچا	بچہ مدد، بچہ، بچکا، بچہ شنبہ دھیرہ
پیش	پیشانی، پیشاب، پیش دست، پیش غیمہ، پیش کش دھیرہ
تہہ	تہہ فائدہ، تہہ ہند، تہہ بازادی، تہہ دیگی دھیرہ
خر	خر گاہ، خر ہیرہ، خر من، خر گروش دھیرہ

خوش کے ساتھ خوش اسلوب، خوشبو، خوش بیان، خوش خصال، خوش

نصیب وغیرہ

در در، در پہ در، در - پیش، در کار، در گذر، در پے وغیرہ

زیر دست وغیرہ

زیر بار، زیر دست، زیر لب وغیرہ

زود و بجا، زندہ، قیہ زندہ نویس، زود آشتا وغیرہ

سر خوش، سر بلند، سر تاج، سر شستہ، سر صو، سر کشی وغیرہ

سہ روزہ، سہ درہ، سہ منزلہ، سہ چنہ سہ گوش، وغیرہ

شاہراہ - شاہرگ، شاہ نشیں، شاہ نشیں، اہتیر شاہ باز

شاہ سوار وغیرہ

شش جہت، ششماہی، ششہ وہ وغیرہ

صاحب خانہ، صاحب دل، صاحب کمال، صاحب علم

صاحب نصیب وغیرہ

صدر مدرس، صدر اعظم، صدر اعلیٰ، صدر محاسب وغیرہ

بیر مکن، بیر مناسب، بیر موزوں، بیر ضروری

بیر منقولہ وغیرہ

لا (لا) لا ابال، لا زمال، لا دات، لا سال، لا یعنی وغیرہ

میر نریش، میر آتش، میر عمارت، میر غشی، میر قلیں وغیرہ

نیم حکیم، نیم روز - نیم راحی، نیم باز وغیرہ

نہ آبادی، نہ بہادر، نہ دولت، نہ علم، نہ گنہگار وغیرہ

ہر دلعزیز، ہر زندہ، ہر کارہ وغیرہ

ہزار کے ساتھ	ہزار داسخان، ہزار داند، ہزار پا وغیرہ۔
ہشت	ہشت اقلیم، ہشت ہزار لاری وغیرہ
ہفت	ہفت اقلیم، ہفت خوان، ہفت زبان وغیرہ
ہم	ہم آواز، ہم پیالہ، ہم نوالہ، ہم نشین، ہم درد وغیرہ
ہمہ	ہمہ دال، ہمہ گیر وغیرہ
یکم	یک دل، یک چشم، یکہ نگہ، یک جہتی وغیرہ
ہندی کے بھی بعض الفاظ بطور سابقہ کے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً	
تر کے ساتھ	تر پہلا، تر سول، تر لوک وغیرہ
چر	چر بولہ، چو بارہ، چو پہلا، چو راہ۔ وغیرہ
سر	سرکنا، سرمنڈا، سردھرا، سرہنٹا، سر توڑ وغیرہ
ہا	ہا متا، ہا ملی، جا بجات، ہا میرا، ہا جن ہا سٹ
یک (اک)	یکنگ، ایکنگ، یکتار، اتلہ اکٹا، یک بیجا، یک الا کھوتا
یہاں صرف وہی خاموشی ترکیبیں بیان کی گئی ہیں جو اکثر اساطیر خاص	
الفاظ کے ساتھ آکر خاص معنی پیدا کرتے ہیں، اسی ڈھنگ سے دوسرے نئے	
الفاظ مرکب بنتے ہیں، ان کا ذکر آگے کیا جاتا ہے۔	

(۲)

اردو میں جب دو مختلف لفظ مل کر ایک بن جاتے ہیں تو اس کی دو حالتیں ہیں۔

اول۔ بلحاظ ترکیب لفظی، یعنی جب دو لفظ مل کر ایک ہو جاتے ہیں تو لفظ کی صورت کیا ہوتی ہے،

دوسرے۔ بلحاظ معنی، یعنی معنی کے لحاظ سے ایسے الفاظ کی



۷۔ جب پہلے لفظ کا آخر حرف اور دوسرے لفظ کا اول حرف ایک ہوں تو ایک لگ جاتا ہے جیسے کچالو، نکٹا، بھرتال (مٹ تال کا مخفف ہے) ت اور ٹ کے یکجا آنے سے ٹ سے بدل گئی،

۸۔ اسم فاعل یا اسم عام صفت بنانے کی غرض سے آخر میں الف یا مونث کے لئے ی بڑھا دیتے ہیں، چوبقلا، کن رسیا، لمڑ ڈھیلا، سرکھٹا، دمر اور کمن سے مرکب ہے، کمن کے معنی ٹکڑے بنے کئے ہیں، (ست لڑا، ست ماسا ست کھا، انگرکھا، بڑوتا، بڑسہوا، بڑسہی، گھر کڑ، کن پھٹا، بھڑ بھونچا، بھڑ بھانکا، مخفف

ہے اور بھونچنا کے معنی بھونٹنا کہیں (۹) بعض اوقات دو لفظوں میں بیچ میں نسبت یا تعلق ظاہر کرنے کے لئے الف بڑھا دیتے ہیں جیسے میٹھا کھن، میرا پھیری، دھان بیج، دھڑا، دھڑی (۱۰) بعض الفاظ مجب طرح سے مرکب ہوتے ہیں، مثلاً پھیل، اصل میں پھول تیل، تھا، پھول میں سے دو اور تیل میں سے ت کو حذف کر کے ایک

لفظ بنا لیا، لوچون، لوچہ چورن سے ہے، (چون یعنی سفوف)

اسی طرح جیتجا، اصل میں بھاگی، بابا اور بھانجا، ہیں بابا، تھا،

(۱۱) آندہ کے معنی ہندی میں پوکے ہیں، اس سے کئی لفظ مرکب بنے ہیں مثلاً چرائند، ساند، سراند، ہرائند۔

(۱۲) ہندی میں مرکب الفاظ کی سب سے بہتر ترکیب ہندی اعداد میں نظر آتا ہے، جسے ہم بالتفصیل ہر حرف کے حصے میں لکھ چکے ہیں، ہندی ترکیبیں قریب قریب اسی قسم کی ہیں، جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں، پسلا ان کی تقسیم لفظ معنی کے اسی صورت سے کی جاتی ہے جو سنسکرت میں ہے۔

اول۔ مرکبات تابع، جن میں الفاظ کا تعلق اسم کی حالت کے تابع

ہوتا ہے۔

دوم۔ مرکباتِ ربطی جن میں الفاظ کا تعلق حرف ربط سے ظاہر ہوتا ہے۔

سوم۔ مرکباتِ توضیحی جن میں صفت کسی دوسرے اسم سے مل کر ہی آتی ہے۔

چہارم۔ مرکباتِ امرادی جن میں اول جز عدد ہوتا ہے، پنجم۔ مرکباتِ تیزی جن میں پہلا جز تیز ہوتا ہے، اب ہم ان کی تفصیل ذیل میں لکھتے ہیں۔

اول۔ مرکباتِ تابع۔ اس کی حالت کے مطابق وقت کے لحاظ سے مختلف قسم کے ہیں۔

(۱) تابع مفعولی جو عام طور سے مستقل ہے اس میں دوسرا جز مفعول یا فعل ہوتا ہے، اور پہلا جز حالت مفعول میں دوسرے کے تابع ہوتا ہے جیسے مار، چڑی مار، ان داتا، تل چٹا، کھٹ پھوڑا، کھٹ کٹا۔ (۲) تابع ظرفی یا طوری جس میں پہلا لفظ دوسرے سے ظرفی یا طوری تعلق رکھتا ہو، جیسے دیش نکالا، پچھیل ددغلا۔

(۳) تابع اضافی جس میں پہلا جز دوسرے سے اضافی تعلق رکھتا ہو یہ۔ مرکباتِ کثرت سے مستقل ہیں جیسے لکھتی، پن گھٹ، پن پکی، امرس، کن دس، کھٹ پٹی، راجھوت، سوت جلا پا، جیتے پیر،

کنڑ پ پت جبر، لہڑ گند، ماسن گند، پت کڑی، رات پت، دینرہ دغیرہ

۴۔ تابع ظرفی جس میں پہلے لفظ کا تعلق دوسرے سے ہے، یہ لحاظ مقام کے

ہو۔ جیسے ٹھڑ چڑھا، سورگ ہاسی، ہن ہاسی، بن مانس، جل مانس، میل  
لکڑ، اوپر ہالا، اوپر والی۔

دوم مرکبات ربطی وہ ہیں جن کے پہلے اور دوسرے جز میں حرف ربط  
واقع ہوتا ہے جیسے میا محل، دھڑا دھڑا، اینچا تان، بھاگا بھاگا، شرما شری  
آب و ہوا، سراسر۔ دوسری قسم کے فارسی مرکبات بکثرت مستعمل  
ہیں،

(۱) اکثر اوقات، حرف ربط محذوب ہوتا ہے، جیسے ماں باپ، دال روٹی  
تلیٹ، ان جل، دل گردہ، بول چال، جوڑ توڑ، ٹھہرا، خاک دخول  
جوتی پیرا، دم در دم، دم دلاسا، دم خم وغیرہ

(۲) اجتماع معنوں جیسے ہار جیت، کمٹی، بڑھتی (کمی بیشی) سر پہ  
دن رات، جوڑ توڑ، ہرا بھرا، ڈیر سویر۔

(۳) لفظی مناسبت اور تلافی کے لحاظ سے جیسے دم خم، مدقاد عورتا،  
بھولا، لبر، تانا بانا، بھولا بھٹکا، پاس پڑوس۔

(۴) مذکر کا مؤنث بنا کر بڑھا دیتے ہیں، جیسے دیکھا دیکھی

(۵) دو مترادف الفاظ کے ملنے سے، جیسے رونا پھینکنا، اینچا تان، بھول  
چوک، دیکھ بھال، پھان بین، سوچ بچار، کھلا چنگا، کاٹ پھانت، مدک  
ٹوک، بھولا لبر۔

کبھی ہندی فارسی، مترادف، لفظ مل کر آتے ہیں، جیسے تن من دھن  
درت۔

(۶) ایک ہکا ملنے کے دو لفظ جیسے جال ملن۔

اسی ضمن میں توابع ہل بھی آ سکتے ہیں ان الفاظ کے کچھ معنی انہیں

ہوتے۔ لیکن با معنی الفاظ کے ساتھ آکر اس کے معنوں میں خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں، ہوا، چال میں ان کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کو اس طرح دہرایا جاتا ہے کہ یا تو پہلا حرف گرا دیا جاتا ہے یا پہلے حرف کے بجائے کوئی دوسرا حرف قائم کر دیا جاتا ہے، یا درمیان حرف علت میں کچھ تبدیلی کر دی جاتی ہے، اس سے مذکور کے لوازم و مستلزمات کا بیان مفصلاً ہوتا ہے، دونوں دونوں میں ردائی اور اس کے ساتھ کسی دوسری چیز میں یا ڈیرے دیر سے دیر سے وغیرہ (۱۱) اکثر یہ ہوتا ہے کہ پہلے لفظ کو داؤ سے بدل کر دہرا دیتے ہیں جیسے دونوں دونوں، ڈیرے دیر سے پانی، دانے کا غلہ، غلہ وغیرہ یہ طریقہ قیاسی ہے، اور تقریباً ہر لفظ کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے۔ مگر باقی طریقے سب سے ہیں، جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(۱۲) بعض توابع عموماً الفاظ کی مناسبت، وزن یا کسی قدر قافیے کے لحاظ سے بھی آتے ہیں جیسے پچا کھچا میل کھیل، مالا بالا، ٹال ٹول  
لت پتہ، چوری چکاری، لوگ، باگ۔

(ج) بعض اوقات صرف پہلے ..... دو حرف ایک سے ہوتے ہیں اور باقی بدلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے دانہ نکا، گالی ٹکڑی، سرسلا (۱۳) کبھی کٹ ادل ہی کو کھینچ تان کر درمیان حرف علت کو بدل کر تابع بنا لیتے ہیں، جیسے ٹپ ٹاپ، ٹھیک ٹھاک، ڈیل ڈول، تول تال۔ (۱۴) کبھی تابع ادل آ جاتا ہے جیسے ادلا، بدلا، آنے، سامنے، آس پاس اور دگر۔

سوم مرکبات تو صیغی :- جن میں کوئی صفت یا کوئی لفظ بطور

صفت کے دوسرے لفظ سے مل کر آئے۔ جیسے بھلا مانس، کٹا، کھٹا، چھٹا، چاراج کھگ، پریشور پر، پڑا، ایشور خدا، لم ڈھینک بڑکنا، اور ہوا کھٹھا، لگو لٹ۔

بعض علامات ہندی لفظ کا جز ہیں خصوصاً ک (ذم کے لئے اھس، وشف کے لئے) جیسے کپوت، پیو متہ کڑ صب، سڈول، سلونا، سوشی ان کا ذکر علامات میں ہو چکا ہے۔

کبھی اسم بھی صفت کا کام دیتا ہے جیسے راج ہنس، لاٹ پارسی یہاں راج اور لاٹ صفت کا کام دیتے ہیں۔

چھارم مرکبات اعدادی وہ ہیں، جن میں پہلا جز عدد ہوتا ہے ہندی اعداد مرد و کو دیکھا جادے تو درحقیقت سب سے عمدہ مثال مرکبات کہے، اس کا مفصل ذکر ہم صفات میں دے چکے ہیں یہاں ہم صرف چند مثالیں ایسے مرکبات کو دیتے ہیں جن میں ایک جز عدد ہے۔ جیسے۔

تراپا، دو پٹا، سسے نگارست، ماسارست لڑا۔ ہشت پہل تر پو لیا چوٹا پا، دو تھی، چو تھی، چو بولا، تکنا، چو بغلا، پنج کھلا، چو تالا چو پہل دو تارا، ستارا، دو تالا، دو غلا۔

پنجم مرکبات تہنری، یہ مرکبات اردو میں ہندی علامات نفی کے ساتھ آتے یا بعض علامات فارسی کے ساتھ مشابہے، بر، بہ وغیرہ کے ساتھ جن کا بیان پہلے آچکا ہے۔

یہ صرف ہندی مرکبات کا بیان تھا، ان کے علاوہ فارسی مرکبات کثرت سے اردو زبان میں اور خاص کر نظم میں مستعمل ہیں جن کا ذکر بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے، اگر ان تمام صورتوں کو جو بیان کی گئی ہیں، نظر میں رکھا جائے تو آئندہ جدید الفاظ بنانے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔

# فصل چہارم

## نحو

اس باب میں دو امور سے بحث ہوگی۔

اول۔ اجزائے کلام اور ان کے مختلف تغیرات کے فعل سے جو ان میں لحاظ  
نقداد و حالت زمانہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، اگرچہ اس کا ذکر صرف  
میں ہو چکا ہے، مگر یہاں یہ بحث دوسری نظر سے یعنی معنی  
معلوم کے لحاظ سے ہو گی۔

معلوم دہ جملوں کی ساخت سے۔

اول کا نام نحو تفصیلی ہے اور دوسرے کا نحو ترکیبی۔

## نحو تفصیلی

### جنس

زبانوں میں جنس کی حالت بھی بہت مختلف اور پیچیدہ ہے اور تحقیق  
اور نحوی (غیر حقیقی) جنس میں اختلاف پڑنے سے پیچیدگی اور بڑھ جاتی  
ہے، اور درمیان اگرچہ بجائے تین کے دو ہی جنس ہیں لیکن بے زبان چیزوں کی  
تذکرہ تائید نے جو غیر حقیقی اور بے معنی ہے، زبان کی مشکلات کو اور  
بڑھا دیا ہے، کیونکہ اس کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ وقت  
اس وجہ سے اور بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قاعدہ ایسا نہیں کہ جنس کی

بنایا ہم ایک شے کو مذکر کہتے ہیں، اور دوسری کو مؤنث، یہ بالکل زبان کے عام رواج پر منحصر ہے۔

بعض عربی مؤنث لفظ جن کی تانیث عربی قاعدے سے بنائی گئی ہے، اردو زبان میں رائج ہو گئے ہیں، اور بلا تکلف استعمال ہوتے ہیں، جیسے ملک سلطانہ وغیرہ لیکن عربی مذکر لفظ کے آخر میں ہ بڑھا کر مؤنث بنالینا ہمساری رائے میں درست نہیں، بعض لوگ تو یہ غضب کرتے ہیں کہ فارسی اور انگریزی لفظوں کی تانیث بھی اسی قاعدے سے بنالیتے ہیں، زبان کا رجحان اب اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے اسم یا صفاتی الفاظ مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں استعمال کئے جائیں، مثلاً عالم، فاضل، شاعر، لائق، مصنف وغیرہ الفاظ جس طرح مردوں کے لئے بولے جاتے ہیں، اسی طرح عورتوں کے لئے استعمال ہونے چاہئیں، کچھ ضروری نہیں کہ عورت کے لئے عالم، لائق، شاعر، مصنف کہا جائے، ایسا کہنا خواہ مخواہ کا تکلف ہے، عام بول چال اور تحریر میں بیگم صاحب کا لفظ استعمال ہوتا ہے، کیوں نہ دوسرے لفظ بھی اسی طرح بولے یا لکھے جائیں، جوں جوں عورتوں کی تعلیم اور آنادی میں زیادہ ترقی ہوگی۔ یہ خیال زیادہ قوی ہوتا جائے گا، مثلاً جب عورتیں وکیل، بیرسٹر، حکیم، یا ڈاکٹر ہونے لگیں گی، تو یہی نام ہیں ان کے ساتھ لئے جائیں گے وکیل، بیرسٹر کوئی نہیں کہے گا البتہ بعض پیشے جیسے دائی وغیرہ ایسے میں جو اب تک عورتوں کیلئے ہی منحصر تھے۔

جانوروں کی تذکیر و تانیث کے تین درجے معلوم ہوتے ہیں۔

ایک تو عام طریقہ کہ مذکر کے مقابل میں مؤنث، اور یہ مؤنث اکثر مذکر ہی

سے بنتا ہے، جیسے گھوڑا، گھوڑی، ہاتھی، ہاتھنی، ہرن، ہرنی وغیرہ

دوسرا درجہ یہ ہے کہ نہ مادہ کے لفظ بڑھالے سے تذکیر و تانیث کی

شناخت ہوتی ہے۔ یہ اکثر وہ جانور ہیں جن کا تعلق انسان سے زیادہ نہیں ہے۔ جیسے مادہ خرگوش یا خرگوش کا مادہ،  
تیسرے وہ کم درجے کے جانور ہیں، یا کیڑے مکوڑے کہ جن میں تذکیرو  
تانیث کی شناخت مشکل ہے یا اس کی ضرورت نہیں پڑتی، جیسے مکھی، چھوہندہ  
وغیرہ۔

بعض الفاظ مثلاً انسان، آدمی، شخص وغیرہ ایسے ہیں جو مذکر ہی استعمال  
ہوتے ہیں اور عام طور پر مردوں ہی کے لئے آتے ہیں، لیکن جمع کی حالت  
میں ان میں مرد اور عورتیں دونوں ہی شریک ہو سکتے ہیں، لہذا خاص حالتوں  
میں یہی استعمال ہوتا بھی ہے۔ چنانچہ ان سے جو انسانیت، آدمیت، شخصیت  
کے الفاظ مشتق ہوئے ہیں وہ سب کے لئے یکساں مستعمل ہیں۔

## تعداد

بظاہر تعداد بہت آسان معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ بھی شکات سے  
فالی نہیں، واحد ایک ہے، اور ایک سے زیادہ جمع دو، تین، چار وغیرہ لیکن  
اشیاء کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جن پر ایک دو تین کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔  
یعنی وہ شمار میں نہیں آ سکتیں لہذا ان کے لئے بے شمار، لاتعداد۔ بے حدود وغیرہ  
کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۴) اردو میں تعداد کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، واحد اور جمع اور اکثر زبانوں  
کا ہی حال ہے، لیکن بعض زبانیں (مثلاً سنسکرت، عربی وغیرہ) ایسی بھی ہیں،  
جن میں تثنیہ (یعنی دو کا) ہونا پایا جاتا ہے، اور دو ایک ایسے بھی ہیں جن میں  
تثلیث پائی جاتی ہے۔

(۳) ایک سے زیادہ معنی دہن ہمارے دیرہ کا اطلاق ہم نہیں ہیروں پر کر سکتے ہیں جو اگرچہ ایک نہیں ہیں مگر ایک قسم کی فرد ہیں۔ جیسے چاکلیاں پانچ سیب دو عورتیں و غیرہ، خود جمع کے لفظ میں اختلاف کا خیال سفر ہے۔ لیکن اگرچہ اختلاف زیادہ ہے تو پھر ہم وہاں دو باتیں استعمال نہیں کر سکتے، ایک آم اور ایک امرود کو دو پھل کہہ سکتے ہیں، کن اشیا۔ کو ہم ملا کر بول سکتے ہیں مگر یہ ہر زبان کے ہر لہجہ پر موقوف ہے۔

دہم، بعض الفاظ اگرچہ واحد استعمال ہوتے ہیں لیکن ان میں ایک سے زیادہ کا مفہوم ہوتا ہے۔ جوڑا، درجن، کوڑی، اہلست عشرہ، پھر ان کی بھی جمع آتا ہے، دو جوڑے، دو درجن، دو سوڑے، . . . . . چار درجن، ٹن و غیرہ۔

(۵) اکثر قیمت و قدر، ناپ تول صحت کے الفاظ جمع کے موقع پر بھی واحد ہی استعمال ہوتے ہیں، جیسے یہ گھوڑا میں نے ایک ہزار روپے میں خریدا اس کی قیمت سوا سترن ہے، وہ عین پینے سے پڑھا ہے، وہ چار ہفتے میں آجائے گا۔ اس کے ساتھ برس کا ہے، دو صدی سے یونانی پلا آیا ہے اس پر چاروں طرف سے حملہ ہوا، میرے پاس کئی قسم کا کتا ہیں ہیں ان کا کھیت چار بیگھے کا ہے،

(۶) اسی طرح شمار کے لئے علامہ گنتی کے اعداد کے خاص خاص لفظ خاص اشیاء کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں، مگر وہ ہمیشہ واحد ہی رہتے ہیں، جیسے چار اس گھوڑے دس زنجیر باقی پچاس قطار اونٹ۔ دس نفر مزدور چار منزلکان مگر دائرہ اور ملہ فارسی ترکیب میں واحد اور دو میں جمع استعمال

ہوتے ہیں جیسے دائرہ سیب چار جلد کتب میں چار دانے سیب کے بچا اس جلد میں کتابوں کی دیگر۔

۷۔ تعلیم یا عظمت کے لئے بجائے واحد کے جمع کے لفظ کا استعمال کرتے ہیں، جیسے حضرت ہمارے بڑے ہیں، یا ہماری آنکھوں کے تارے ہیں، اسی طرح بزرگوں اور بڑوں کے لئے باوجود واحد کے تعظیماً فعل دیگر جمع استعمال ہوتا ہے، جیسے آپ کے والد کہاں ہیں، تمہارے استاد نہیں آئے، ۸۔ بعض الفاظ اگرچہ واحد ہیں۔ مگر زبان کے روزمرہ محاورے میں جمع مستعمل ہیں، جیسے۔

معنی	اس لفظ کے کیا معنی ہیں،
دام (یعنی قیمت)	اس کتاب کے کیا دام ہیں۔
بھاگ (یعنی نصیب)	اس کے بھاگ کھل گئے۔
کرم (نصیب)	کوہ بھوٹ گئے۔
نصیب	نصیب جاگ اٹھے (واحد میں مستعمل ہے)
کوٹنگ	اس کے کوٹنگ اچھے نہیں۔
کرتوت	تمہارے کرتوت اچھے نہیں۔
درشن	آج ان کے درشن نہیں ہوئے۔
ادساں	ادساں خطا ہو گئے۔
مسیں	مسیں بھگی ہیں۔

درستخط پت اور فتنہ جمع اور واحد دونوں طرح مستعمل ہیں جیسے، میرے درستخط اور میری درستخط، تے میں پت نکلے، تے میں پت نکلی اس کا فتنہ ہو گیا، اس کے فتنے ہو گئے۔

(۹) بعض لفظ اگرچہ اصل میں جمع ہیں، لیکن واحد استعمال ہوتے ہیں جیسے اصول، کرامات، اخبار وغیرہ میرا یہ اصول ہے، یہ حضرت کی کرامات ہے۔ یہ روزانہ اخبار ہے۔

۱۰۔ تعداد وغیرہ معین مثلاً دسوں، بیسیوں، یا بیسویں، سنیکڑوں، ہزاروں لاکھوں، کڑ دڑوں، صد ہا، ہزار ہا، لکھ لکھا کے ساتھ اکثر الفاظ واحد استعمال ہوتے ہیں، اور معنی جمع کے دیتے ہیں، اور انہیں معنوں میں یہ الفاظ جمع کی صورت میں بھی استعمال ہوتے ہیں، یعنی دونوں استعمال جائز ہیں، جیسے۔

ہزار ہا مکان جل گیا۔ ہزار ہا مکان جل گئے۔

ہزار ہا روپیہ بگڑ گیا ہزاروں روپے بگڑ گئے۔

صد ہا تماشاں موجود تھا، صد ہا تماشاں موجود تھے۔

قحط میں سنیکڑوں جانور بھولا کر گیا، قحط میں سنیکڑوں جانور بھوکے مر گئے۔  
تعداد معین کے ساتھ بھی یہ استعمال جائز رکھا گیا ہے، جیسے دس ہزار گوراپڑا ہے، پانچ ہزار سوار اتر ا ہوا ہے، پندرہ ہزار پیدل کھیت رہا، پانسو آدمی کھڑا ہے، ایک ہزار کمری بڑی ہے، ماسی طرح انہیں جلیں میں یہ الفاظ جو واحد مستقل ہوئے ہیں، جمع بھی مستقل ہو سکتے ہیں جس ہزار گورے پڑے ہیں وغیرہ وغیرہ

۱۱۔ یہی حال مقدار کا ہے، جیسے سیروں، سنوں غلہ پڑا ہے۔ یا مقدار اند وقت کے لئے جیسے گھنٹوں، پہروں۔ برسوں وغیرہ۔

۱۲۔ بعض اسماء سوائے خاص صفتوں کے ہمیشہ واحد ہی استعمال ہوتے ہیں۔

(۱۲) اسمائے کیفیت جیسے درد، بخار، مطالعہ، رفتار وغیرہ  
 (ب) اسمائے خواص، خواہ اشخاص کے ہوں یا اشیاء کے لئے  
 (ج) اسماء مادی۔

(د) دھاتوں اور دیگر معدنیات کے نام، جیسے سونا، چاندی، تانبہ  
 رانگ، سیسہ، جست، پتیل، پانی، اس میں چاندی  
 پوشہ ہے، باقی سب مذکور۔

(۱۳) پیداوار میں اکثر غلوں وغیرہ کے نام، جیسے۔  
 باجرا، جوار، مکی، مونڈ، مونگ، سور، ارہر، شکر، گڑ، کھانڈ  
 وغیرہ۔ سوٹھ، اجوائن، گاؤڑباں، عفرقرعہ، اسی طرح اشیاء خوردنی جیسے  
 مکی، شہد، سوی، آٹا، نمک، ہلدی۔ مثلاً کہ جھالیہ مگر لا پٹی  
 بان کا جمع آتی ہے۔

جیسے ان پالوں میں دھنڑہ کہاں، کیونکہ یہ چیزیں گنتی میں آسکتی ہیں، لیکن  
 غلوں میں گہیوں، چنا، تل، جودا، دھار، جمع دونوں صورتوں میں استعمال  
 ہوتے ہیں، جیسے آجکل گہیوں بہت اچھا آیا جوا ہے یا اچھے آنے ہیں دھار  
 کے استعمال میں مہوتا اس غلے کی قسم سے مراد ہوتی ہے یہ چنا اچھا ہے وغیرہ  
 ان میں بعض اشیاء ایسی ہیں کہ جب انکی مختلف قسمیں بیان کرنی ہوں  
 تو صورت جمع استعمال کرتے ہیں، جیسے اس چمن میں ساتوں نمک ہیں، گہیوں  
 چنا، جوار، ان تینوں کے آٹے ملا کر روٹی پکائی، سب دالیں ملا کر پکاؤ،  
 دس فارسی ترکیب اصفانی کا صفاف صورت دھار میں زبان فارسی  
 کے استعمال کے خلاف اردو میں دھار اور جمع دونوں صورتوں  
 میں دھار ہی رہتا ہے، جیسے۔

یاد داتا غصیان لکھا کیا کما رنگ لائیں تھے  
گماں گندے گامد زخا پر بھی جنت کے گلستاں کا (دافع)

پیری میں ہوئے ناک گرم دلا سردا (ناسخی)  
معمول ہے ملتا ہے دم صبح ہوا سردا

قطہ باران نہیں دے جلد شراب اے ساق (ایبر)  
لکڑا بر دھماں دھما چلے آتے ہیں!

وہ ان انگٹلیوں سے آتے ہیں! (مجزوۂ)  
فشتہ خفتہ جاگ جاتے ہیں!

۴۔ دل ہے آرزو جب سے ملا اے نظم حیراں ہوں،  
کسی کے منہ سے حرف آرزو کیونکر نکلتے ہیں! (نظم طباہانی)

۵۔ مادہ میں بعض الفاظ جمع استعمال ہوتے ہیں جیسے بھوکوں مرنا  
انگلیوں بڑھنا، جاڑوں سردا، اردوں سے ہونا۔

## حالت

حالت کی کیفیت عجیب اور پیچیدہ ہے، کیونکہ ہر زبان میں اس  
کے متعلق اختلاف ہے، قدیم زبانوں میں مثلاً لاطینی، سنسکرت، عربی قدیم  
انگریزی ریتزہ کی، میں اسم کی ہر حالت کے لئے آخر میں خاص علامت  
ہوتی ہے، جو اسم کا جز ہوتی ہے، ہر حالت کے تغیر کے لئے اس کی ساخت  
ی میں تغیر ہو جاتا ہے، یعنی جس طرح گردان (تصرف) میں کسی اسم کے آخر  
حرف کی تہ بلی ہو جاتی ہے، اسی طرح اسم کی حالتوں میں بھی آخری حرف  
کی صورت بدل جاتی ہے، مثلاً *lego* میں فاعلی حالت کے لئے آخری حرف *o* رفع  
میش اور مفعولی، حالت میں نصب (زبر) اور اضافی اور ظرفی میں کسرہ

(زیر) ہوتا ہے اسی فرق لاطینی، ترکی اور سنسکرت میں لفظ کے آخر میں لائے یا علامتیں اسم کی حالت بتاتی ہیں سنسکرت میں اسم کی حالتیں آٹھ ہیں اور مختلف حالتوں کی صورت میں لفظ کے آخر حرف میں علامت یا حرف اضافت سے تبدیل ہوجاتی ہے مگر سنسکرت ہندی اور اردو پر ظاہر ہے، لیکن ان کی صرف و نحو پر بہت کم یا بالکل نہیں ہوا، اردو اور ہندی میں اسماء کے آخری حرف میں جنسی و تعداد کی وجہ سے بعض صورت کے آنے سے تبدیل ہوتی ہے، جس کا ذکر صرف میں تفصیل سے ہو چکا ہے، اس لحاظ سے ہندی یا اردو میں کوئی اور حالت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ادبہ بیان ہوا ہے، قدیمہ بانوں یا دوسری زبانوں میں اسم کی حالت حرف کی آخری علامت یا تبدیلی سے ہوتی ہے، اردو میں اس کے بجائے الگ حرف یا لفظ آتے ہیں، مثلاً: ک، کا، کے، کی، وغیرہ اور اس کی ضرورت بھی بعض خاص صورتوں میں ہوتی ہے مگر لفظ کی صورت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور حالت کے مختلف ہونے پر بھی لفظ کی صورت وہی رہتی ہے، مثلاً احمد نے محمود کو کتاب دی۔ اگرچہ احمد اور محمود کی حالتیں مختلف ہیں، مگر لفظوں کی صورت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ دوسری مثال لیجئے: احمد روٹ کھاتا ہے۔

یہاں احمد اور روٹ کے ساتھ نہ کوئی علامت ہے نہ کوئی لفظ۔

حالانکہ ان کی حالتیں مختلف ہیں البتہ ضمیر میں وہی صورت ہے جو بعض قدیم زبانوں یا ترکی میں پائی جاتی ہے 'نکھے نکھے میرا، ہمارا وغیرہ'۔

کچھ تو ضمیر کے خیال سے اور کچھ بلحاظ معنی ہیں اور وہ بھی اسم کی حالتیں قائم کرنی پڑتی ہیں، حالت جن چیزوں کو بتاتا ہے وہ یہ ہو سکتی ہیں۔

۱۔ کام کرنے والا۔ (فاعل)

۲۔ خطابات۔ (ندائی)

۳۔ خبر۔ (خبری)

۴۔ جس پر کام کا اثر ہوا۔ (مفعول)

۵۔ نسبت۔ (اعضائی)

۶۔ مقدار اور رہائش، طور طریقہ، مکان و زمانہ وغیرہ۔ (طوری)

اب ان صورتوں کو ہمیں نظر رکھ کر حالتوں کے تین درجے قائم کئے جاسکتے

ہیں۔ درجہ اول، کی حالتیں انہیں اور نسبت حاصل ہے۔

فاعلی حالت۔

ندائی حالت

خبری حالت،

۲۔ الحاقی حالت یعنی اضافی۔

۳۔ نتائج یا طوری حالت، جس میں مکان و زمانہ، طور و طریقہ وغیرہ

سب آجاتے ہیں۔

## فاعلی حالت

فاعل یا تو کام کرنے والا ہے، جیسے وہ کھاتا ہے، وہ پڑھ رہا ہے،

ہونے والا، یعنی اس سے کام کرنا نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ ہونا یا ہونا پایا

جاتا ہے، جیسے وہ بیمار ہے، وہ مر گیا وغیرہ

ایسے جملوں میں دونوں اسم ہی حالت میں ہوتے ہیں اور ایک اسم سے

کے بجائے آتا ہے، یا اس کا بدلہ ہوتا ہے  
نے فاعل کی علامت ہے، یہ علامت فاعل کے ساتھ ہر جگہ آتی  
ہے اس کے استعمال کے موقع مخصوص ہیں جن کا ذکر آگے کیا جاتا ہے۔

## ”نے“ علامت فاعل

نے فاعل کی علامت کے طور پر قدیم ہندی میں کہیں استعمال نہیں ہوا  
اور ہندی کی پوری شاخوں میں اس کا وجود نہیں۔ تلسی داس تک کے کلام میں  
بھی کہیں اس کا استعمال نہیں پایا جاتا، اس کا استعمال اس طور پر غالباً  
اس وقت شروع ہوا جبکہ اردو نے اپنا سنگ جاملایا، البتہ پہلی میں اس کا  
استعمال اردو یا ہندی کی طرح ہوتا ہے، لیکن پہلے بطور علامت مفعول استعمال  
ہوتا تھا جس کا پتہ پنجابی اور گجراتی سے ملتا ہے، گجراتی میں ”نے“ فاعلی اور مفعولی  
دونوں حالتوں کے لئے آتا ہے، مگر اردو میں صرف فاعل حالت کے لئے  
مخصوص ہے اس کے استعمال کے متعلق ذیل کا مقررہ کا خیال رکھنا ضروری ہے،  
۱۔ نے علامت فاعل صرف فعل متعدی کے ماضی مطلق، تمام، احتمال، اور  
حال قریب کے ساتھ آتا ہے، جیسے میں نے کھانا کھایا، اس نے احمد کو مار  
یا کس نے لکھا، میں نے لکھا ہوگا، میں نے لکھا ہے،

اگرچہ لانا، بھرنانا، شرمانا، بچھنا، بولنا، متعدی افعال ہیں۔ مگر اس  
قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جیسے میں کتاب لایا، وہ رقعہ لے گیا، میں تھارا نام  
نہیں بھولا، وہ دیر تک مجھ سے بچھا، وہ اس حرکت سے شرما یا، وہ بولے  
میں دور ہوں، لیکن بعض اوقات بولنے کے ساتھ جب کوئی لفظ بطور مفعول  
ہوتا ہے تو ”نے“ لگا دیتے ہیں، جیسے اس نے ٹھوٹ بولا،

مگر وہ جھوٹ لولا بھی بیچے۔

۲۔ لیکن جب فعل متعدی کے ساتھ کوئی متعدی امدادی فعل آئے۔  
تو حسب قاعدہ فاعل کے ساتھ "نے" آئے گا۔ مگر جب فعل امدادی  
لازم ہو تو پھر یہ علامت "نے" متعدی فعل کے ساتھ بھی آدے گی  
اور پھر افعال لازم خیال کیا جائے گا۔ جیسے۔

(فعل متعدی بلا فعل امدادی)	میں نے رقعہ بھیجا۔
(فعل متعدی ہونے فعل امدادی متعدی)	میں نے رقعہ بھیج دیا۔
(فعل متعدی ہونے فعل امدادی لازم)	میں رقعہ بھیج چکا
(ایضاً)	میں رقعہ نہ بھیج سکا

اسی طرح اس نے مجھ سے دو روپے لئے۔ وہ مجھ سے دو روپے لے گیا۔  
اس نے سارے آم کھا لئے، وہ سارے آم کھا گیا، اس نے ہنس دیا، اور  
وہ ہنس دیا۔ اس نے دو روپے اور وہ دو روپے دو روپے مستعمل ہیں لیکن بغیر  
نے کے زیادہ فصیح ہیں۔

فعل لازم کے ساتھ اگرچہ فعل امدادی متعدی ہو تو بھی علامت  
فاعل کا انہار نہیں کیا جاتا۔ جیسے وہ آیا۔ وہ سو گیا۔ لیکن آئینا جب  
سرکب فعل ہو جو خاص مدار سے کے معنوں میں آتا ہے۔ تو لے آ گیا  
جیسے اس نے مجھ آ لیا۔

لیکن جب امدادی فعل کے آنے سے فعل لازم متعدی بن جائے  
تو "نے" آئے گا۔ جیسے اس نے مجھ آ لیا، تم لے آئے کیوں ڈرنے دیا۔  
اس نے پیار کو سونے نہ دیا، ایسی حالت میں اصل فعل کے معنوں میں  
بہت تغیر ہو جاتا ہے۔ اور فعل لازم نہیں رہتا۔

۳۔ بعض متعدی فعل ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ "نے" کا استعمال ہوتا  
بھوکا اور نہیں بھی ہوتا جیسے۔

میں بازی بیٹا، میں نے بازی جیتی، جب بطور لازم استعمال ہوتے ہیں تو  
میں شرط بار، میں نے شرط باری، (مطلق نہیں آتا جیسے تم جیتے میں ہارا۔  
میں بات سمجھا، میں نے بات کہی۔  
میں کام سیکھا، میں نے کام سیکھا۔

سیکھے ہیں، درخوں کے لئے ہم مصوری،  
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے (غائب)  
یہ سبق بھی کوئی پڑھا لکھا، کسی نے یہ سبق بھی پڑھا۔

۴۔ بعض انصالی لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں، متعدی  
ہونے کی صورت میں "نے" علامت فاعل فعل کے ساتھ استعمال ہوتی ہے،  
لازم کی حالت میں نہیں۔

جیتنے لگا، مارنے کا پیسے ذکر ہو چکا ہے، احساس کی ضرورت مستثنیٰ ہے  
لازم اور متعدی دونوں ہیں، لازم ہونے کی صورت میں "نے" نہیں آتا  
متعدی کی حالت میں "نے" آتا ہے، جیسے۔

متعدی	پکارنا۔ اس نے مجھے پکارا
لازم	۔۔۔ وہ پکارا
لازم	بھرتا، اس کا پیٹ بھرا۔
متعدی	۔۔۔ میں نے پانی بھرا
متعدی	پشنا، خط میں جب آپ نے تقریر سرسری لکھی
لازم	پشنا۔ میں نے با ناسرہ تقدیر سرسری لکھی

برہنا، جب سے وہ بدلا ہے ساری دنیا بدل گئی (ظفر) (لازم)

میں نے کپڑے بدلے۔ متعدی۔

”ہا ہنا، کے ساتھ ہمیشہ“ نے۔ آتا ہے، جیسے ہم نے چاہا تھا کہ برہائیں  
سودہ بھی نہ ہوا۔ لیکن جب جی اور دل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو نہیں  
آتا جیسے جی چاہا تو آؤں گا، اس کی کیا پوچھتے ہو، دل چاہا، گیا دل چاہا  
۵۔ تھوکتا، موتا، کھتا، افعال لازم ہیں مگر ان کے ساتھ استعمال  
ہوتا ہے، جیسے میں نے تھوکا، اس نے موتا۔

تھوکتا اور موتا کبھی متعدی بھی ہوتے ہیں جیسے۔

ودگنا جان کی بجی نے موتا تھو نمازی بہ، دبان صاحب، بچے نے

ہناچے پر موتا۔

اس نے بچہ پر تھوکا، اس کو ساری دنیا نے تھوکا، بچہ بے عزت کی  
بلا دور کچے بھی اڑ نہ ہوا۔

بعض افعال کے ساتھ جو خاص موقع پر متعدی استعمال ہوتے ہیں،  
”نے“ علامت فاعل نہیں آتی جیسے میں اسے سو یادہ بچہ پر ہنا، کتا لی  
پر جینا، وہ بچہ سے لڑا، یہ خیال رہے کہ یہ ساں پڑ“ اور سے“ علامت مفعول ہیں  
۷۔ جب علامت فاعل وہ جو اور کون کے ساتھ آتی ہے، تو وہ اس سے  
جو جس سے اور کون کس سے بدل جاتا ہے، جیسے اس نے مارا، کس نے  
مارا، جس نے کہا غلط کہا

۸۔ علامت فاعل ہے اور مفعول کے ساتھ کبھی نہیں آتی لیکن  
جب بچہ اور بچہ کے ساتھ کوئی صفت آتی ہے، تو ”نے“ استعمال ہوتا  
ہے، جیسے بچہ کہنت نے یہ کب کہا تھا، بچہ فاکسار نے ایسا نہیں کیا، بچہ،

بدبخت نے ایسا کیا

اصل یہ ہے کہ مجھ اور تجھ پر اکرت کے ضامنہ اضافی مجھا اور تجھا سے نکلے ہیں، چنانچہ اسی سے تسلیم اردو میں مجھ اور تجھ بھی بطور اضافی استعمال ہوتے تھے، مثلاً نفرتی ملک اشعرائے دربار عادل شاہ اپنی مثنوی گلشن عشق میں لکھتا ہے۔

کہا سن کر یوں ان کے اسے دل کے پار

فدا ہے یہ تجھ بات پر جمہ ہزارا

یہاں تجھ بات سے مطلب تیری بات ہے، غرض "تجھ" حالت اضافی سے حالت مفعول میں آیا۔ اور صفت کے ساتھ اب بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے مجھ خاکسار کی حالت، صفت کے بیچ میں آ جانے عاقل ہو جانے سے یہ نظر انداز ہو گیا۔ کہ مجھ کس حالت میں ہے، اور اس لئے اضافی اور غامض حالتوں میں استعمال ہونے لگا، مجھا کے سیم پر زہر ہے، لیکن تجھا کے ساتھ ساتھ آنے سے مجھ کا سیم پر پیش آ گیا۔

• نے • کا ایک اور غلط استعمال رواج پا گیا ہے، جس کا ارتکاب بعض قائل اور مستند ادیب و فاضل کہ پنجاب سکھا کر بیٹھے ہیں، مفتاحین نے دیکھا ہوا ہے، یہ تقریر میں نے سنی ہوئی ہے، دیا میں سن چکا ہوں یہ کتابیں میری پڑھی ہوئی ہیں (دیا میں پڑھ چکا ہوں)

## ندائی حالت

ندائی حالت کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں بعض زبانوں مثلاً لاطینی سسکرت وغیرہ میں اس کی صورت جدا ہوتی ہے اور اس لئے

حالت بھی الگ مقرر کی گئی ہے، لیکن اکثر زبانوں میں فاعلی اور نہ الی حالتیں یکساں ہوتی ہیں اور الگ نام کی ضرورت نہیں ہوتی، نذائی حالت میں ماسم بطور مخاطب کے استعمال ہوتا ہے، اور جملہ سے الگ فعلک نظر آتا ہے یا بذات خود ایک جملہ ہوتا ہے۔ اس میں اور امر میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً التجا یا حکم کا اظہار جیسے سنو وغیرہ۔

نذالی اور فاعلی حالت کا گہرا تعلق امر کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً ہم کہیں تم ادھر آ جاؤ، مگر ہم کی جگہ: احمد ہو تو جلد یوں ہو گا، احمد تم ادھر آ جاؤ، اس مثال سے ان دونوں حالتوں کا تعلق صاف ظاہر ہوتا ہے۔

نذائی حالت اکثر حرف نذا کے ساتھ آتی ہے جیسے اے دست اد لڑکے، اے بے رحم، وغیرہ، مگر بعض اوقات حرف نذا نہیں بھی آتا، جیسے صاحبو! لوگو! بیٹا! قبلہ! وغیرہ شعرا اپنی نظموں میں خصوصاً مطلع میں اپنا مخلص لاتے ہیں جو اکثر نذالی حالت میں ہوتا ہے۔

ہوت، ادرے بلائے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اسے، اے، حقارت کے لئے اور ادنیٰ لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، مگر ان کا استعمال فصیح خیال نہیں کیا جاتا۔  
رہے، اللہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی تعجب کے ہوتے ہیں، اللہ دے میرا استغناء  
بے تکلی میں دارے، کا لفظ سماں کے ساتھ آتا ہے، جیسے اسے

میاں! یا اضطراب کے موقع پر جیسے ارے لوگو! یہ کیا غضب ہوا، بعض مقامات پر ارے صاحب! ارے جناب بھی پوچھتے ہیں، مگر یہ نصیح نہیں خیال کیا جاتا۔

## مفعولی حالت

۱۔ مفعول وہ ہے جس پر فاعل کے فعل کا اثر پڑے۔ مفعول درحقیقت فعل متعدی کے مکملے کا کام دیتا ہے، جیسے احمد نے حامد کو مارا، ہاشم نے ہاجر کو انعام دیا۔ اس نے کھانا کھا یا۔ نام کتاب پڑھتا ہے۔

(۱) جب فعل کا ایک ہی مفعول ہو اور ذی عقل ہو تو مفعول کے ساتھ کو، آتا ہے۔ جیسے کہ اوپر کی مثالوں سے واضح ہے، لیکن اگر مفعول غیر ذی عقل ہو یا وہ جان۔ اشیاء میں سے ہے، تو اس کے ساتھ کہہ علامت مفعول نہیں آتا۔ جیسے میں نے کھانا کھا یا۔ بکری پانی پیتی ہے، احمد نے اس کا ہاتھ کڑ لیا، ذیل کی مثالوں سے درازوں طرح کے مفعولوں کے استعمال کی حالت معلوم ہوگی

میں نے احمد کو دیکھا۔	میں نے وہ نقشہ دیکھا۔
میں احمد کو جانتا ہوں۔	میں دہائی جانتا ہوں۔
میں نے احمد کو مارا۔	میں نے سانپ مارا۔
اس نے سائیکس کو پٹا۔	اس نے ڈھول پٹا۔

۲۔ میں نے ایک آدمی دیکھا۔ صحیح ہے لیکن جب آدمی کا نام میں یا کوئی اور شخصیت؟ اشارے یا اخالت وغیرہ سے پیدا کر دیں تو کہہ لانا ضروری ہے جیسے میں نے سعید کو دیکھا۔ میں نے اس آدمی کو دیکھا، میں نے تمہارے بھائی کو دیکھا۔ لیکن اس کی جہاں میں ہی خوب سمجھتا ہوں اور اس کی جہاں کو میں ہی

خوب سمجھتا ہوں، دونوں صحیح ہیں، یا "جیسے" میری فریاد کو پہنچو یہاں پر  
محاورے کا رد ہے یا عمل صحیح ہے۔

(ج) ضمیر میں فاعل اور مفعول حالتیں معین ہیں ان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔  
جیسے میں نے اسے دیا اس کی دیکھا میں نے انہیں (یا ان کو) نکال دیا  
تہیں کس نے بلایا تھا!

(د) مگر محاورات میں جہاں مفعول مصدر کے ساتھ آتا ہے، کو "لانا" غیر  
نصیح ہی نہیں کہلاتا ہے۔ مثلاً منہ چڑانا، کان کھولنا، سر اٹھانا، جان  
دینا، ملکہ ہٹنا، مارے گننا وغیرہ مثلاً اس نے میری تباہی پر کرباندھ  
رکھی ہے۔ یہاں "کر" کو باندھ رکھا ہے، کہنا صحیح نہ ہو گا۔

اس طرح دوسری یہ بات اشیاء اور کیفیت تلبی کے ساتھ بھی مل  
ہوتا ہے جیسے خط لکھا، شراب پیا، ہانی پیا، خریدہ کھایا، رنج نہ کرو  
ہر بات رکھو۔

(۵) یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب عمومیت ہوتی ہے تو کو "انہیں"  
آتا، لیکن جب خصوصیت کا اظہار کیا جاتا ہے یا توجہ دہانی مقصود  
ہے، تو "کو" بولنے یا لکھنے میں، لیکن یہ غیر ذی العقول اور بے جان  
اشیاء کے ساتھ مخصوص ہے، ذی العقول کے ساتھ بہت کم،  
بچے لکھی ہوئی مثالوں کو دیکھئے

میری فریاد کو پہنچو۔ اس پر چھو کو اٹھاؤ تو جانوں

مایا کو چھوڑ، رام کو بے۔ اپنے دل کو دیکھو اور غور کرو۔

ذیل کے مثالوں میں عمومیت ہائی جاتی ہے۔ آخری مثال میں "وجود"  
خصوصیت کے "کو" استعمال نہیں ہوا، ذی العقول میں یہ ضرور نہیں۔

مہم نے سب سے بڑا کچھہ۔ کوئی کام لانا نہ نکلا۔ جتنی لڑکی میں تھیں وہ وہاں  
 نکل گئیں۔ ہاں لاش کے ہم مالک جو، تم نے کیا بات دیکھی جو اس قدر بیکچہ ہوئے؟  
 (و) بعض افعال کے ساتھ فعل کے اسکا مادہ کا مفعول قریب استعمال  
 ہوتا ہے، اسے عربی میں مفعول مطلق کہتے ہیں، جیسے تم کیسی چال چلتے ہو نادریوں  
 کی سی چال چلو، وہ بڑا لکڑی پوتا ہے اس کے ساتھ، کو۔ کہیں انہیں  
 آتا ہے۔

۴۔ بعض افعال کے دو مفعول ہوتے ہیں

(۱) بعض افعال متعدی یا متعدی المتعدی کے دو مفعول ہوتے ہیں۔  
 ان میں سے ایک شخص ہوتا ہے، دوسرا شے، مفعول شخصی کے ساتھ پیشہ  
 کو آتا ہے، جیسے میں نے تیر کو رو پیہ دیا۔ اس نے سب کو مٹھاں کھلا  
 (۲) جو افعال بنیاد، مقرر کرنے، لانے یا نام دینے کے مفعول میں  
 ہوں یا جو افعال قلوب ہوں، یعنی ان کے معنی کچھ، جاننے اور خیال کرنے  
 کے ہوں تو ان کے ساتھ بھی دو مفعول ہوتے ہیں مفعول اول کے ساتھ اکثر  
 کو۔ آتا ہے جیسے تم اس کو خیال کیا کرتے ہو۔ انہوں نے ہری کو اپنا راجہ بنایا  
 میں اسے (اس کو) آدمی سمجھتا تھا۔ مگر وہ کچھ اور نکلا، وہ مجھے (بچہ کی) حکیم  
 سمجھا۔ گور نے اسحاق کو کو تو ال بنا دیا۔

(ج) ایسے افعال کے طور پر پھول میں جن میں دو مفعول ہوتے ہیں مفعول  
 قریب فاعل کا نام مقام ہو رہے، اگر حالت اس کی وہی رہتی یعنی، کو، اسی کیساتھ  
 آتا ہے۔ جیسے فیروں کو کھانا کھلا دیا جائے۔ اس کو تنخواہ دے دی جائے۔  
 رکھا، اگرچہ، کو، عام طور پر علامت مفعول ہے، لیکن بعض اوقات سے  
 کے ادب، میں، کو، بجائے علامت مفعول کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جیسے

میں نے احمد کے ٹیپر مارا، میں نے احمد کے کاہل لگایا  
 عمود سے کہو، میں خالد سے محبت کرتا ہوں، اس پر رحم کر دو  
 اسی طرح روزمرہ میں بعض اوقات مجھ کو اور اس کو کی جگہ میرے اور  
 اس کے استعمال ہوتے ہیں، جیسے اس نے میرے ہاتھ جوڑے، میں نے اس  
 کے ہاتھ جوڑے۔

۴۔ کہیں یہ علامت مفعول فاعل اور معاد نے کو ظاہر کرتی ہے جیسے وہ کام  
 سیکھنے کو آتا ہے، بادشاہ سلامت سیر کو نکلتے، میں گد کے دھن کو جاتا  
 ہوں۔ یہ کتاب کتنے کو دے گی، میں نے دو سو روپے کا ٹھوڑا بیچا۔

۵۔ عربی میں اسے مفعول الہ کہتے ہیں، یہاں کو، واسطے اور نے کے  
 معنی میں آتا ہے، عام طور پر یہ معنی زیادہ اضافی صورت میں اور کئے جاتے  
 ہیں جیسے وہ کام سیکھنے کے لئے آتا ہے وغیرہ۔

۵۔ بعض معاد اور میں ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ فاعل مفعول کی صورت  
 میں آتا ہے، جیسے اے کچھ نظر نہیں آتا، مجھے وہ دکھائی نہیں دیتا، مجھے ہانپڑا  
 نہیں دیا، ہانپڑا ہے، اسے تن بہن کا سر دہ نہیں۔ ان جملوں میں سے اسے  
 مجھے ہیں بظاہر مفعولی حالت میں ہیں، اگرچہ حقیقت میں فاعل ہیں، یہ زبان کا  
 روزمرہ ہے اس میں کسی قاعدے کو دخل نہیں یہ استعمال ضرور پڑتا ہے ہونا  
 کے ساتھ آتا ہے جہاں ضرورت یا مجبوری کا اظہار مقصود ہوتا ہے،

۶۔ اس موقع پر ملنا، کا ایک استعمال بھی قابل غور ہے، اس میں جو شے  
 ملتی ہے وہ فاعل صورت میں ہوتی ہے، اور پانے والا مفعول حالت میں  
 ہوتا ہے، جیسے اسے انعام ملا، میں کچھ نہ ملا۔

بالکل ہی استعمال لازم ہونے، مناسب ہونے اور چاہنے وغیرہ کے ساتھ

ہوتا ہے جیسے تم کو کچھ ٹکڑے تو کرنی چاہئے تھے یہ بات جلد کہنی مناسب ہے  
 آدمی کو چاہئے کہ بھلائی کرے۔ اس کو لازم ہے کہ دتر کی باتیں باہر نہ کہے  
 ۷۔ کہیں علامت مفعول، گو، سن کر باہر کرنے کے لئے آتی ہے جیسے (۷)  
 ہم شکل مصطفیٰ کو تو اٹھا رہا ہے سال۔ یعنی سترہ پورے ہو چکے ہیں،  
 اور اٹھا رہا ہے۔

دسی کہیں لزوم کے معنوں میں آتا ہے، جیسے

ہر دو خادراحت و آرام کو رقیب  
 جو دو جفا و کاوش و خون مگر کو میں۔ (داغ)

بعض اوقات علامت مفعول محذوف ہوتی ہے جیسے وہ بچہ سو رہا  
 چل دیا، میں مگر گیا، وہ کھانا کھانے گیا ہے۔

## خبری حالت

جو اسم جملے میں کسی فعل یا واقعے کی خبر دیتا ہے، وہ خبری حالت میں ہوگا،  
 جیسے وہ اس شہر کا حاکم ہے، وہ یہاں کا کو تو ال مقرر ہوا ہے، یہ صاحب  
 افغانستان کے اہلی ہیں۔ کل جو لڑیا تھا، آج بادشاہ ہے وہ مجھے صدمت  
 سے در ذی معلوم ہوتا ہے، ہم نے اسے اپنا قائم کیا ہے، وہ گنوار دکھائی  
 دیتا ہے، نو پر کی مثالوں سے معلوم ہوگا کہ جو الفاظ فعل کے ساتھ خبری حالت  
 میں آدیں، وہ فعل کے معنوں کی تکمیل کرتے ہیں، بعض افعال اپنے مہوم کے  
 لحاظ سے خبری حالت کے لئے خاص طور پر مہزوں ہوتے ہیں ان میں سب سے  
 بڑا کر فعل ناقص ہوتا ہے جو اصل حالت میں کثرت ہے استعمال ہوتا ہے  
 بعض دوسرے افعال ناقص ہیں اسی طرح استعمال ہوتے ہیں مگر جو ان میں یہ  
 کیفیت نہیں پائی جاتی جو ہوتا ہے، مگر یہ، مگر یہ، مگر یہ، مگر یہ

اگرچہ خبری حالت کے اسم کا تعلق چلتے میں دیا جاتا ہے جو اس اسم کا ہے جو فاعل حالت میں ہے مگر اکثر صورتوں میں خبری حالت کا اسم زیادہ عام ہوتا ہے۔ مثلاً فاختہ ایک پرندہ ہے یہاں ظاہر ہے کہ پرندہ بہ نسبت فاختہ کے زیادہ عام ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پرندہ فاختہ ہے۔ یعنی فاختہ تو پرندہ ہے، لیکن ہر پرندہ فاختہ نہیں ہوتا، بعض صورتوں میں دونوں میں دو اسم برابر کے یا قریب قریب برابر کے ہوتے ہیں جیسے انسان اشرف المخلوقات ہے۔

۳

## اضافی حالت

اضافہ کے معنی نسبت کے ہیں اور کسی لفظ کی اضافی حالت اس لفظ کے تعلق کو دہرے لفظ سے ظاہر کرتی ہے اس لئے جس لفظ کی طرف نسبت کی جاتی ہے اسے مضاف الیہ کہتے ہیں اور جو لفظ کی نسبت کیا جاتا ہے اسے مضاف کہتے ہیں مثلاً محمد کا گھوڑا، یہاں گھوڑا اضافی حالت میں ہے اور اپنا تعلق محمد (یعنی مضاف الیہ) سے ظاہر کرتا ہے، درحقیقت اگر لکھا جائے تو مضاف الیہ ایک قسم کی صفت ہے اور مضاف موصوف اور یہ دونوں مل کر ایک خیال ظاہر کرتے ہیں۔

اردو میں اضافی حالت مختلف قسم کے تعلقات کو ظاہر کرتی ہے جس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے،

۱۔ ملک یا قبضہ ظاہر کرنے کے لئے جیسے وہ راجا کی باندی ہے یہ اس کے گھوڑے ہیں۔ ان جملوں میں کہ اس کا کیا بگڑتا ہے اس کا کیا جائیگا

دکھا کر مالٹا اٹانی میں بھجنا چاہئے، جو اسم کا قائم مقام ہے اور ملک کے ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے، یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ دکھا کے بعد مالٹے باعد وغیرہ ہیں، مگر یہ سب صورت زیادہ صاف ہے۔

۲۔ رشتے یا قربت کے اظہار کے لئے جیسے میرا بیٹا، سعود کا باپ، اس کا چچا۔

۳۔ مادی اسباب کا بیان جیسے سونے کا انگوٹھی، مندر کا مندری، پھڑوں کا چھتا۔

۴۔ ظرف مکان و زمان کے لئے جیسے مسترا کا باشندہ، ملک ملک کے بادشاہ، یہ ایک منٹ کا کام ہے، چار دن کی بات ہے، یہ اگلے ہی دفتوں کے لوگ ہیں۔

(۵)۔ کیفیت یا قسم کے ظاہر کرنے کے لئے جیسے قسم قسم کی باتیں بڑے اچھے کی بات ہے، ایک من کا بوجھ۔

۶۔ سبب یا علت کے لئے جیسے راستے کا تھکا ماندہ، دھوپ کا جلا غنید کا ماتا۔ سڑک کے مارے میں کچھ گناہ نہیں۔

۷۔ اصل مافذ کے اظہار کے لئے جیسے پرتوں کا امیر، چنبیلی کی خوشبو، باجے کا آواز۔

۸۔ وضاحت کے لئے جیسے جو کا دن، مٹی کا مٹیہ

۹۔ عمر کے لئے چھ برس کا بچہ، ستر برس کا بڑھا۔

۱۰۔ استعمال کے معنوں میں جیسے پینے کا پانی، ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور، یہ جانتو کس کام کا نہیں۔

۱۱۔ قیمت کے اظہار کے لئے جیسے ایک روپے کے آم، دو روپے کے آم، پڑے

کے کہا دام ہیں، درود ہے کاٹھی لے آؤ۔

۱۲۔ تشبیہ کے لئے جیسے اس کی کلاں شیر کی کلاں ہے۔

۱۳۔ استعارے کے ساتھ (استعارے کے معنی ہیں مانگے لہنا یعنی کسی شے میں کوئی خاص صفت یا کوئی خاص بات پائی جاتی ہے، وہ اس سے مانگ کر کسی دوسرے سے منسوب کرنا) جیسے اس کے دل کا کنول کھل گیا۔

۱۴۔ ادنیٰ کے تعلق کے لئے یعنی ذرا سے تعلق سے سب چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر لینا، جیسے اس کا ملک، ہمارا شہر وغیرہ۔

۱۵۔ صفت کے لئے جیسے غضب کا گرمی، قیامت کی دھوپ ہے، آفت کا پہ کالہ۔

۱۶۔ اس طرح یلہود صفات کے ساتھ بھی مستعمل ہے، قول کا سچا، دھن کا پکا، قیمت کا دھن۔

۱۷۔ کل کے جمع کے لئے، جیسے قصہ کا آغاز، پہاڑ کی چوٹی، دکان کی ایک بوٹہ۔

۱۸۔ کل کے لئے، اس سے کل یا مسالغہ کا اظہار ہوتا ہے، اس کا استخوان عموماً اسی طرح ہوتا ہے، کہ مضاف اور مضاف ایہ دونوں ایک ہی لفظ ہوتے ہیں اور ان کے درمیان اختلاف کا حرف ہوتا ہے جیسے سب کے سب، ڈھیلے ڈھیلے، کا آدھا، بڑا، بڑا، ایک شعر کا غزل کی غزل، مربع ہے، شہر کا شہر، دی میں جیلا ہے، قوم کی قوم، فائدہ کا فائدہ، افادت کے ساتھ لفظ تکرار اور معنی میں دیتا ہے جس کا مفصل بیان الفاظ کی تکرار میں آئے گا۔

۱۹۔ فاعل یا مفعول کے اظہار کے لئے جیسے اس کے کھاگ مبلنے

کی خبر ہے، میں اس کی تکلیف نہ رکھ سکا۔ یہ استعمال اکثر مصدر کے ساتھ ہی ہوتا ہے، اور مصدر اپنے فاعل یا مفعول یا ظرف کا مضاف ہوتا ہے۔ صبح کرنا شام کا لانا ہے جسے شیر کا (غالب) ماضی کا آنا قیامت کا آنا ہے دل آنا جان کا جانا ہے وہاں کا بیٹھنا اچھا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۹۔ صفات اور مصدرے الفاظ پیشہ اضافت کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے لائق، قابل، برابر، متعلق، موجب، موافق، نسبت طرف مطلق بابت، مشابہہ۔ اسی طرح قبل، بعد، پاس، آگے، پیچھے، اوپر نیچے، قریب، دور، اگلے، پہلے کے ساتھ بھی اضافت کے صفت آتے ہیں، مگر قبل اور بعد میں بعض اوقات بغیر اضافت کے بھی مستعمل ہیں، جیسے وہاں، قبل وہاں، بعد۔

۲۰۔ بعض اوقات اضافت کے صفت کے بعد کا اسم (یعنی مضاف) محذوف بھی ہوتا ہے، جیسے ایمان کی قویہ ہے کہ ایمان تو گیا، دھنیا ایمان کی بات اس نے میری ایک نہ سنی۔

دل کی دل ہی میں رہا بات نہ ہونے پائی

مٹے تھے آج تو ہم بھی جناب آصف سے۔

عجب رنگ میں ہیں پوچھو ہو کیا ان کی

ایسی حالتوں میں اکثر بات یا حالت کا لفظ محذوف ہوتا ہے مگر کبھی

دوسرے الفاظ بھی محذوف کر دینے لگے جاتے ہیں، یا تو اس لئے کہ ان کا

بیان اکثر ظرافت تہذیب جو تلبہ، یا یہ کہ ان کا بکھنا بہل ہوتا ہے مثلاً

خزمنہ سرکار میں پیٹ بھر کے

آج وہ پھر حجام آیا کھانا ان کی بھلی کمی۔

۲۱۔ بعض اوقات اور خاص کر نظم میں صفات الیہ اور صفات کی ترکیب بدل جاتی ہے۔

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے  
بھنور میں جہاز آگے جس کا رہا ہے  
یا جیسے نام تو ان کا بھی یاد نہیں البتہ صورت یاد ہے یا کوئی مزاج پوچھے  
تو جواب دیں۔ شکر خدا کا اس موقع پر ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے  
اور وہ یہ کہ بعض اوقات جب اضافی ترکیب اپنی اصل پر نہیں ہوتی ہے بلکہ  
اضافہ کا حرف جو عموماً صفات الیہ اور صفات کے درمیان واقع ہوتا ہے آخر  
میں واقع ہوتا ہے۔ آخر میں واقع ہوئے محادسے میں دکی اگے بھائے  
دکے استعمال ہو جاتا ہے۔ جیسے مانند شیر کے، یہاں از روئے  
محادرہ صحیح ہے، حالانکہ قاعدے کے در سے دکی ہوتی چاہئے کیونکہ  
مانند موش ہے، جیسے آتش کا شر ہے۔

معرفت میں اس فدائے پاک کے  
اڑتے ہیں ہوش و حواس ادراک کے

یا میرا نہیں فرماتے ہیں، میدان میں تقاضا شریبا، چال سے اس کی  
اسی طرح میر تقی فرماتے ہیں: آنکھوں میں ہیں حقیر جس نس کے: حالانکہ  
معرفت، چال، آنکھوں، موش ہے، مگر ان کے ساتھ دکی استعمال ہوا،  
ہے، زبان کا محادرہ یہی ہے، اور اسی لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ  
عام قاعدہ۔ اس کے خلاف ہے یہ سوال اکثر نظم میں ہوتا ہے۔  
۲۲۔ یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل ذکر ہے جس کا تعلق زبان کے محادرے  
سے ہوتا ہے۔

ذیل کے فقرہوں میں، کے، کے استعمال پر غور کیجئے۔

احمد نے اس کے تھپڑ مارا

اس کے سر میں لگا۔

گھوڑے نے اس کے لات ماری،

میں نے اس کے چٹکی لی

اس کے اٹنا ملو

اس کے بیٹا ہوا

گدھے کے دم نہ تھی

اس کے چوٹ لگی دغیرہ دغیرہ

بعض حضرات کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ، کے، بعد کوئی ایک لفظ محذوف ہے، مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ اس کے تھپڑ مارا، تو اصل میں ہے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اسی طرح اس کے سر پر لگایا، اس میں آنکھوں کا لفظ محذوف ہے: اس کے بیٹا ہوا، اس میں ہاں یا گھر محذوف ہے۔ گدھے کے دم نہ تھی اصل میں یہ ہے کہ گدھے کے پاس دم نہ تھی: اس کے چوٹ لگی، یعنی اس کے بدن میں یا جسم میں دغیرہ

لیکن مجھے اس رائے سے اتفاق نہیں ہے، کے، اور، کو، دونوں کی اس ایک ہے، یعنی یہ سنسکرت کے عالیہ کرنا سے نکلے ہیں۔ تہذیبی اور لسانی لحاظ سے، اس کا ذنی اور خیالی میں لکھ کے، حالت کے لئے آتا ہے اور جو جہوری نامہ صحت اور متحلی میں۔ کے، اور ذکی، جن مفعول کی علامت ہیں، میرے سامنے ہیں اور پر کی مثالوں میں جو، کے، آئے ہیں، وہ بھلائے۔ کوٹ کے ہے، چنانچہ اب بھی دکن نیز دیگر مقامات میں ایسے سوتوں پر کے، کی بجائے کو، ہی

استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اس کے بیٹا ہوا اس کے دو بیٹے ہیں۔ کی بجائے اس کو بیٹا ہوا یا اس کو دو بیٹے ہیں کہتے ہیں، جو اگرچہ اردو محاورے کی دوسری غلطی ہیں، مگر اصل کا پتہ ضرور دیتے ہیں۔

## ۳۔ طور کی حالت

طور کی حالت کی کئی قسمیں ہیں۔ اس میں زبان اور مکان، ظرف، پیمائش، وزن، قیمت، طریقہ، مقابلہ، ذریعہ یا آلہ وغیرہ کی تمام حالتیں آجاتی ہیں۔

۱۔ مکان یا مقام کی حالت عموماً اس پر اس کے ساتھ آتی ہے، جیسے دنیا جہاں میں، شہر میں، گھر میں وغیرہ، وہ مدد سے گھرا یا۔ نکل شہر سے راہ جنگل کی، مسند سے اٹھا اور چنگ پر آ بیٹھا، کبھی میں اور سے، دونوں مل کر آتے ہیں، جیسے گھر میں سے بولا، چھت پر سے اترے

محاورے میں اس کا استعمال بہ کثرت ہوتا ہے، جیسے کانوں میں تیں ڈالے بیٹھے ہیں، اس کام میں میرا دل نہیں لگتا، وہ ہوش میں آیا، وہ قدموں پر گر پڑا۔ کیشن لال گدی پر بیٹھا ہے، وہ چھت پر چڑھ گیا وہ گھوڑے پر سوار ہے، خدا کا دیا سر پہ۔ بنارس گنگا پر واقع ہے

کبھی صورت میں جز کا تعلق کل سے ظاہر ہوتا ہے، جیسے فائدہ ان بھر میں ایک ہی شخص ہے، ساری کتاب میں ایک صفحہ میں پڑھنے کے قابل نہیں۔ وہ ہمارے دفتر میں منشی ہے، وہ ہم میں نہیں ہے۔

یہ شخص شہر نائے شہر سے ہے، یہ حیوانات کی قسم سے ہے

کبھی چسپاں یا ملا ہوا ہونا کے معنی پانے جلتے ہیں مانگوٹھی

میں ہیرا جڑا ہے۔ ایک توبے سونے میں اتنا بڑا مجھو مر نہیں بن سکتا  
جھالہ میں موقی ٹکے ہیں۔

۲۔ زمانے کے اٹھار کے لئے، جیسے یہ کام کتنے دنوں میں  
ہو جائے گا۔ وہ ایک ہینڈ میں داپس آجائے گا، عین وقت پر آؤ  
پانچ بج کر دس منٹ پہ آؤ۔

۳۔ پیمائش کے لئے جیسے یہ درخت طول میں پانچ گنہ ہے، یہ  
تختہ چوڑائی میں چار فٹ ہے۔

۴۔ وزن کے لئے جیسے، تول میں کم ہے۔ سیر میں چار چڑھتے ہو  
۵۔ قیمت کے اٹھار کے لئے، یہ کتاب کتنے میں پڑی۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مال کتنے کا ہے، تو اس کے معنی  
یہ ہیں کہ اس کی اصل اور قطعی قیمت کیا ہے جب یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کتنے  
کو یا کتنے میں دو گئے، یا یہ کتنے کو لیا، یا کتنے میں لیا، تو اس کے معنی  
ہیں وہ قیمت جتنے میں شہ کی ہے، لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ میں نے  
یہ ہمیں چار روپے میں لیا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قیمت خرید ہے  
یا اتنے میں پڑا ہے، لیکن ہے کہ اصل قیمت یا قیمت فروخت کم و بیش ہو۔

۶۔ طریقہ۔ جیسے، اس نے بڑی محنت سے کام کیا، وہ بڑی محنت سے  
غور سے ملاحظہ فرمائیے، وہ بہت خاطر مدارات سے پیش آیا۔

۷۔ مقابلہ یا فوقیت، جیسے وہ مجھ سے اچھا ہے، میں اس سے کم  
چیز میں کم ہوں، سیاحت میں، عزت میں، مال، دولت میں، ان دونوں میں  
کون بہتر ہے مجھ میں اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے، وہ مجھ سے بڑا ہے  
لاکھ میں ایک ہے، وہ حسن میں بکنا ہے، وہ سب سے پہلے جاہنچاغی سے بڑا

سے بھوپہ ترخچ ہے، اسے تم پر تقدم حاصل ہے، اس پر بس نہیں چلتا  
۸۔ ذریعہ یا آلہ جیسے، یہ قفل دوسری کنجی سے نہیں کھلنے کا، میں نے اسے  
اپنی آنکھ سے دیکھا، ایک ہی ہاتھ میں کام تمام کر دیا، وہی باتوں میں  
برجایا، وہی کشوں میں حقہ جلا دیا

۹۔ سمیت۔ جیسے، وہ بڑے سازد سامان سے آیا۔ میں نے روٹی سالن  
سے کھائی۔

۱۰۔ جدائی یا علیحدگی، مادی ہو خیالی جیسے وہ بھروسے جدا ہو گیا، میں نے  
اسے غلامی سے آزاد کر دیا، اس نے مجھے آگ سے بچایا۔ تم مجھے وہاں جانے  
اسے کیوں منع کرتے ہو، وہ کام سے جی جہ آتا ہے، یہ عقل سے بعید ہے۔

۱۱۔ مصروفیت، جیسے، دن رات مطالعہ میں رہتا ہے۔ اسے فرصت کہاں  
وہ تو شب و روز ناپے رنگ میں مشغول رہتا ہے اپنے کام میں ہے،

۱۲۔ حالت یا کیفیت۔ جیسے، اسی سوچ میں آنکھ لگ گئی، چینگ میں ہے نشے  
میں ہے۔ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں۔ وہ غمید میں ہے۔ سمیت  
میں ہے، کس عذاب میں جان ہے۔ ہاتھ میں شفا ہے، زبان میں اثر ہے،  
۱۳۔ علت و سبب، جیسے، وہ اپنے کئے سے (یا کئے پر) بہت نادم ہے  
آپ کے خوف سے پڑھتا ہے فساد سے ضرر پیدا ہوتا ہے، اتنی  
ی بات پر آگ بگولا ہو گیا۔

۱۴۔ واسطے اور خاطر کے لئے جیسے، کام پر گیا ہے۔ نام پر مرتا ہے، دلی  
برجان دیتا ہے۔

۱۵۔ فلق خاطر۔ جیسے، ہمارے حال بد رحم کر دے۔ اس بات پر غور  
کر دیر ادل اس پر آ گیا۔

۱۷۔ انحصار۔ جیسے، میری زندگی اسی پر ہے، ایک بھی پر کیا سب کا ہی حال ہے۔ میرا جانا ان پر موقوف ہے۔

۱۸۔ طرفہ جانب۔ جیسے، اس کی باتوں پر نہ جانا، اس پر نہ جانا یہ سب دیکھنے کے ہیں۔

تو دامن پر شیخ ہمارے نہ جا ئیو۔

دامن پھوڑ دیں تو فرشتے دھوکہ کریں

اس پر کوئی خیال نہ کرنا چاہئے، ہر چیز اپنی اس پر جاتی ہے۔

۱۹۔ اس قسم کے جتنے تعلقات حرف ربط کے ذریعے سے ظاہر کئے

جاتے ہیں اور ان میں کام کا کسی طرح سے واقعہ ہونا پایا جاتا ہے تو ایسے

اسماء جو اس طرح استعمال ہوتے ہیں، وہ طوری حالت میں ہوں گے، ان

مثالوں کے علاوہ جو ادبہ بیان کی گئی ہیں، اور بھی بہت سی مثالیں پائی جاتی

ہیں جن سے کام کا طور معلوم ہوتا ہے، جیسے ٹکڑے ٹکڑے سے درست، آنکھوں

سے اندھا کانوں سے بہرا، لین دین میں ہو شیوار۔ باتوں میں تیز کام میں

سست اس نے دشمن پر حملہ کیا، شیر پر بھپٹا۔ وہ مجھ پر غصہ ہوا، اس کے

ہاتھ پر قبضہ کر لیا، وہ اپنے طریقہ پر ہے، میں اپنے طریقے پر ہوں، ان قواعد

کی پابندی مجھ پر لازم نہیں، خدا کی اطاعت سب پر واجب ہے وہ اپنے

قول و قرار پر قائم نہیں، یہ سب مثالیں طور کو بتاتی ہیں، اور اسی لئے

ہم نے اس قسم کے تمام اسماء کو طوری حالت میں رکھا ہے۔

## صفت

صفات کی ساخت اور تغیر و تبدل کے متعلق پہلے حصے میں کافی طور سے

بیان ہو چکا ہے لہذا یہاں اس کا اعادہ غیر ضروری ہے۔  
۱۔ صفت جب تک کہ اسم کی کیفیت یا حالت بیان کی جاتی ہے تو اس کی رد صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ توصیفی اور (۲) خبری۔

توصیفی۔ جیسے خوبصورت جوان، نازک کلاں، نیلا آسمان وغیرہ  
خبری جیسے وہ گھوڑا خوب صورت ہے، یہ پانی تو گرم ہے، میں نے اسے ہوشیار پایا وغیرہ۔

۲۔ اردو میں صفات اکثر اسماء کی طرح استعمال ہوتی ہیں، اور جس طرح اسماء کی آخری علامت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، ان میں بھی ہوتی ہے جیسے۔ تم کیا: اچھے مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی نہیں پرچھتا۔

چاہئے اچھوں کو بتنا چاہئے۔

وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہئے۔

برہنوں کی صحبت سے بچو۔ بے حیا کی بلا دور، یہاں سب طرح کے لوگ موجود ہیں، اچھے سے اچھا اور برے سے برا عقلمندوں کی صحبت میں بیٹھو۔ جاہلوں سے احتراز کرو، بڑوں کا ادب کرو اور چھوٹوں پر شفقت کرو۔ کبھی کبھی بعض اسم بھی صفت کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں، جیسے

آگے جاتا نہیں ہے اب بولا۔

ہو گئی ہے زبان بھی اڈلا۔

یہاں اڈلا کے معنی ٹھنڈے کے ہیں۔ یا مثالیوں کہیں، اس کے ہاتھ

پاؤں برف ہو رہے ہیں، اسے زور کا بخار چڑھا کہ سارا جسم آگ تھا مثلاً خفا ہو کر کہیں، تم بڑے آٹو ہو یا بڑے گدھے ہو یہاں آٹو اور گدھے

کے معنی بہت قوت اور احمق کے ہیں یا زدہ تو نرا بیل ہے۔

۴۔ صفات بعض اوقات تمیز کا کام دیتی ہیں جیسے وہ خوب بولتا ہے اسے کچھ نہیں آتا۔

۵۔ بعض اوقات تکرار صفت سے صفت میں جیٹی یا ترقی ہو جاتی ہے، جیسے دور کے لوگ، مشہور مشہور شخص، میٹھے میٹھے پھل، اونچے اونچے مکان، گرم گرم چائے، مگر خاص خاص حالتوں میں اس کے خلاف کمی ظاہر ہوتی ہے مثلاً دال میں کچھ کالا کالا نظر آتا ہے (یعنی کوئی چیز جو کافی سی ہے) یہ سانس میٹھا میٹھا معلوم ہوتا ہے (یعنی کسی قدر میٹھا) لیکن اس آخری صورت میں صفت تمیز کا کام دیتی ہے۔

۶۔ جب اس میں اور ترقی یا سبب لفظ مقصور ہوتا ہے تو دونوں کے درمیان سے "بڑھاتے ہیں، جیسے بڑے سے بڑا کام اونچے سے اونچا پسار بھاری سے بھاری بوجھ، اچھے سے اچھا کام وغیرہ۔

۷ (ا) سا کا لفظ بھی صفات کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اس کی مشابہت پائی جاتی ہے مگر ساتھ ہی صفت میں کمی کا بھی اظہار ہوتا ہے جیسے لال کپڑا، کالا سارنگ، زدہ تو جگھے بیوقوف سا معلوم ہوتا ہے۔

محبت ہے یا ہے کوئی جی کا درد

سدا میں تلور ہوتا ہوں بیزار صفا

(ب) یہی حرف بعض اوقات اسم یا ضمیر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس سے مل کر صفت کا کام دیتا ہے، اور اس سے مشابہت ظاہر ہوتی ہے جیسے بادل سا سبانا، بگڑا سا گناہ گار، تم سا عقل مند۔

(ج) بعض اوقات یہ حرف اسم اور ضمیر کی اضافی حالت کے ساتھ بھی

آتا ہے اس وقت خود شخص یا شے سے مشابہت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ کسی ایسی بات سے مشابہت ہوتی ہے جو اس شخص یا شے میں پائی جاتی ہے، جیسے آدمی کی سی بولی، ہاتھی کی سی سونڈ، گھوڑے کا سامنہ، شیر کے سے دانت بکرے کی سی ڈاڑھی۔

یہاں حرف اضافت کے بعد اسم محذوف سمجھا گیا ہے یعنی آدمی کی سی بولی، ہاتھی کی سی سونڈ۔

(د) بعض اوقات موصوف محذوف ہوتا ہے، جیسے پھول سا نظر آتا ہے یہاں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے، یہاں وہ شے (جسے ہم دیکھ رہے ہیں) محذوف ہے،

(۵) جس طرح یہ صفت کے ساتھ آکر اسم کی تعریف کرتا ہے جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے (لال سا کپڑا) اسی طرح یہ اسم کے ساتھ آکر صفت کی مشابہت ظاہر کرتا ہے، جیسے پھول سا ہلکا، پتھر سا سخت۔

(۶) اس قسم کی ترکیب میں سے کبھی (سا) کو اڑا کر بہت پاکیزہ مبالغہ ظاہر کیا جاتا ہے، جیسے ہلکا پھول، میٹھا شہد اگرچہ بظاہر اس کی یہ ترکیب ہو گی کہ پھول سا ہلکا یا شہد سے میٹھا، لیکن اس کے معنی بہت ہلکے اور میٹھے کے لئے جاتے ہیں اس قسم کی ترکیبیں صفات کی چند مثالیں دی، جاتی ہیں۔

ہلکا پھول، میٹھا شہد، لال انگارا، لال بھیرو کا، کالا بھنگ، کھٹا چوک، کھٹا چونا، کڑوا زہر، کڑوا نیم، کڑوا کرپلا، سوکھا کھڑنگ، پھیکا پانی، مڑنا پھیس، لمبا ادنٹ، سوکھا کانٹا، دھلا قاق، سیدھا تک سیدھا تیر، سفید جھاگ، سفید گرم آگ، ٹھنڈا برف، ٹھنڈا ادلا، اندھیرا گھپ نیلا کا پتہ، میلا چکٹ، بڑھا پھوس،

۸۔ رسا کا استعمال صفت کی زیادتی کے لئے اسی طرح بھی آتا ہے جیسے بہت سا آٹا بڑا سا گھرا اور پچا پیلاڑ: سا یہ ان معنوں میں سنسکرت کے لفظ شمش سے نکلا ہے جس کے معنی گت کے ہیں، برج بھاشا (سا) جس کے معنی شاہت کے ہیں وہ سنسکرت کے لفظ سا (مانند) سے آیا ہے، (دبرج بھاشا، شوں) ۹۔ ہر حرف تھقیص ہے اور ہمیشہ واحد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن (ایک) اور کوئی کے ساتھ مرکب ہو کر بھی آتا ہے جیسے، ہر ایک آدمی کا یہ کام نہیں ہے کہ ہر کوئی اسے کوڑے سے یہ دشوار ہے،

۱۰۔ بھرا اگرچہ صفت ہے لیکن کبھی تہا استعمال نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی اسم کے بعد مل کر آتا ہے (یہ بھرنے سے ہے اور اس کے معنی پورے یا تمام کے تمام ہیں) اسمائے مقدار وغیرہ کے ساتھ جیسے، چلو بھر مٹی بھر پاؤ بھر گز بھر ہاتھ بھر۔ اسمائے مسافت کے ساتھ جیسے، اکوڑس بھر۔

اسمائے زماں کے ساتھ جیسے، عمر بھر، دن بھر، سال بھر،

اس کے علاوہ مقدار بھر بھی استعمال ہوتا ہے۔

بعض اوقات بھر برس، یا، بھر غنیمت، سونا یا بھر نظر دیکھنا بھی بول جاتے ہیں اور نہ یہ لفظ ہمیشہ اسم کے بعد آتا ہے۔

### صفات عددی

۱۔ تہیم اور دو (دگنی) میں ایک کی جمع ایکوں آتی ہے جس کے معنی کچھ اور بعض کے ہوتے ہیں۔

۲۔ کبھی ایک کسی کے معنوں میں آتا ہے، جیسے ایک دن ایسا واقعہ ہوا ایک شخص نے مجھ سے کہا، ایک نے بھی میرا ہاتھ نہ دیا، ان فقرہوں میں ایک شمار کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کے معنی کسی دن اور شخص کے ہیں۔

۳۔ اسی طرح ایک معین اعداد کے ساتھ آخر غیر معین کے معنی دیتا ہے،

جیسے بینک آدمی بیٹھے تھے۔ یعنی تخمیناً بیس، اس کا ذکر صرف میں ہو چکا ہے،  
۴۔ (۱) جب یہ تکرار آتا ہے تو اس کے معنی فرداً فرداً کے ہوتے ہیں جیسے،  
ایک ایک آؤ۔ ایک ایک دو۔

دب۔ ہر ایک کے معنوں میں جیسے اس نے آپ کا پیغام ایک ایک کو پہنچا دیا  
قریب قریب اپنی معنوں میں ایک ایک کو کہہ کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ لیکن جب پہلا، ایک، فاعلی حالت میں ہوتا ہے اور دوسرا مفعول یا  
افسانی حالت میں تو وہاں یا ہم یا ایک دوسرے کے معنی ہوتے ہیں جیسے ایک ایک  
سے لڑ رہا تھا، ایک ایک سے جٹ گیا۔ ایک ایک کے خون کا پیاسا ہو  
رہا تھا۔ ایک ایک کا دشمن ہے۔

۶۔ جب ایک ہی جملے کے دونوں فقرہوں میں آتا ہے تو دوسرے ایک کے  
معنی دوسرے کے ہوتے ہیں۔ جیسے، ایک کو ساں ایک کو بدعائی۔

ایک سب آگ ایک سب پانی

دیدہ دل عذاب میں دونوں

ادسا کثر ایک کے جواب میں دوسرا یا اس پر آتا ہے جیسے، ایک تو  
بے وثوق دوسرے مفلس ایک تو میں کمزور اس پر آپ کی غفلت غصب ہے  
کبھی تخمین کلام کہنے آتا ہے۔ جیسے ایک تمہارا ہی ذکر کیا کہ ہے،  
ایک درد سادل میں رہتا ہے۔

یہ صدا جب کہ کان میں آئی

جان اک میر کا جان میں آئی

۷۔ کبھی کل یا سادے کے معنوں میں آتا ہے جیسے، ایک زمانہ یہی کہتا

ہے۔ ایک عام میں یہی چرچا ہے۔

۸۔ کبھی یکں کے معنی دیتا ہے جیسے ردہ بھائی بہن ایک ہیں۔

ایک ہے تیری نگہ میری آہ  
کہیں ایسوں سے رہا جاتا ہے (داغ)

۹۔ کبھی سب لفظ کے لئے جیسے ادہ ایک چھٹا ہوا ہے۔

۱۰۔ کبھی بے نظر کے معنوں میں جیسے، سارے فائدہ

میں ایک ہے، اپنے رنگ میں ایک ہے۔

۱۱۔ کبھی اکیسے اور تنہا کے معنوں میں جیسے، کیا تنہا دے سکتا ہے کو ایک

میں ہی رہ گیا ہوں۔

۱۲۔ کبھی ذرا یا ادنیٰ کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے۔

اک کھیل ہے اور نگ سلیمان میرے آگے

اک بات ہے اعجاز سحر سے آگے

۱۳۔ ایک نہ ایک، محاورے میں کوئی نہ کوئی کے معنوں میں آتا ہے جیسے

آئے دن ایک نہ ایک نگر نگار ہوتا ہے، جب کبھی میں وہاں جاتا ہوں وہ

ایک نہ ایک فرمائش ضرور کر دیتے ہیں۔

۱۴۔ صرف میں بیان ہو چکا ہے کہ کلیت کے اظہار کے لئے اعداد معین

کے آگے (دن) بڑھا دیتے ہیں جیسے، آٹھوں پہرہ ہیں بیٹھا رہتا ہے، دونوں

جہاں میں کھلا ہو گا۔

اور جب زرد مفرد ہوتا ہے تو عدد حروف اضافہ کے ساتھ

بہ تکرار استعمال ہوتا ہے جیسے، آٹھوں کے آٹھوں آگے، دسوں کے

دسوں دے دیئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آخری صودت میں عدد

کے ساتھ اسم اکثر حذف ہوتا ہے۔

## ضمائر

۱۔ ضمیر فہنس و تعداد میں اس اسم سے مطالبی ہوتی ہے جس کے لئے وہ استعمال کی گئی ہے جیسے میں نے کریم کو ہر چند سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا وہ شخص جو کل آپ سے ملا تھا چلا گیا۔

لیکن تعلیم کے موقع پر اگرچہ اسم واحد ہوتا ہے لیکن جو ضمیر کہ اس کے بجائے استعمال ہوتی ہے، جمع آتی ہے جیسے آپ کے بلائے ہوئی مولوی صاحب آئے تو یہی مگر انہوں نے اس مسئلے کے متعلق کچھ نہ فرمایا وہ صاحب نہیں آپ نے بلایا تھا تشریف لائے ہیں۔

۲۔ جب ضمائر شخصی فعل کے فاعل ہوتے ہیں تو بعض اوقات محدود ہوتی ہیں جیسے کل آؤں گا، یہاں میں محدود ہے۔ امر کے ساتھ خصوصاً ضمیر ناظمی ظاہر نہیں کی جاتی جیسے، نوڑا پیسے جاؤ۔

(۳) جب ایک ہی جملے میں ایک مفعول ٹیے دوسرا مفعول شخصی ہو یعنی قریب و بعید اور دونوں ضمیر ہوں تو (کو) مفعول شخصی کے ساتھ آئے گا جیسے وہ تو میں اس کو روک دوں گا۔

۴۔ کچھ اور کچھ کے ساتھ جب کوئی صفت آتی ہے تو اس کی صورت تو مفعول ہوتی ہے لیکن وہ فاعل مفعول اضافی طور کی حالتوں میں برابر استعمال ہوتی ہے اور ایسی صورت میں علامات فاعل مفعول اضافی و طور کی صفت کے بعد آتی ہے جیسے کچھ کم بخت نے کہا تھا کچھ خاکسار کوئی اتو پیش آیا کچھ عاجز سے یہ خطا ہوئی۔ کچھ بد نصیب کی یہ حالت ہے کچھ اور کچھ الگ استعمال نہیں ہوتے مفعول حالت کچھ اور کچھ کو ہے۔ فاعل حالت میں یہ استعمال نہیں ہوتے۔

۵۔ اسی طرح جب ضمیر شخصی کے بعد (ہی) آتا ہے تو علامات فاعل و مفعول و اضافی و طوری عمر و نادہی کے بعد آتی ہیں، جیسے مجھ ہی سے مانگا تھا، میں نے دیا تھا، اسی کا ہے، البتہ علامات فاعل مستثنیٰ ہے، وہ دونوں طرح استعمال ہوتی ہے مگر دامد متکلم میں دہی ہمیشہ دینے کے بعد آتا ہے۔ جیسے میں نے ہی کہا تھا۔

۶۔ بعض ضمائر شخصی و دیگر ضمائر کے ساتھ پاس کا استوں کا اضافت بھی آتا ہے، جیسے، آس پاس، ہجھ پاس، جس پاس، کس پاس۔

جس پاس روڑہ کھول کر کھانے کو کچھ نہ ہو  
مددہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے (غالب)  
کو لا آتا ہے برے دقت کسی پاس اسے داغ  
لوگ دیدار نہ بناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

لیکن یہ استعمال اب متردک ہو جاتا ہے۔

۷۔ آپ بجائے ضمیر مخاطب تعظیماً آتا ہے اور کبھی تعظیماً کے خیال سے غائب کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس کا ذکر حصہ حرف میں ہو چکا ہے لیکن آپ مخاطب کے لئے آئے یا غائب کے لئے فعل اس کے لئے ہمیشہ جمع غائب آتا ہے جیسے آپ تشریف لے چلیں، آپ آئے تھے، آپ کب جائیں گے۔

۸۔ اپنا ضمیر کے موقع پر جس طرح استعمال ہوتا ہے اس کا ذکر حرف میں ہو چکا ہے، علاوہ اس کے وہ بلا تعلق مرجع و در کبھی کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔

۹۔ بعض دقت ضمیر متکلم کے معنوں میں آتا ہے، جیسے اپنا انوکھیں نہیں گیا۔

غائب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ

آپ بے برہ ہے جو مقتد میر نہیں

نامحوں سے کام کون کرے !  
اپنی ایسویہ سے گنتو ہی نہیں (داع)

(ب) بعض اوقات صفت کے معنی دیتا ہے جیسے اپنا گروہ سے دینا اپنی  
غیر سونا اور اپنی بھوک کھانا۔

(ج) جب مکرراتا ہے تو اس کے معنی جوتے ہیں ہر ایک کا الگ الگ پیسے  
اپنا اپنا کمانا اپنا اپنا کھانا، اپنا اپنا کام کرنا اپنے اپنے گھر باڑا، وہ سب  
چھ بچے اٹھے اور اپنا اپنا کام کرنے لگے۔

(د) کبھی بطور اسم استعمال ہوتا ہے جیسے اپنا اپنا ہے پر یا پڑا ہے  
کچھ اپنا پر یا سب ایک ہے۔ جب وہ اپنوں سے یہ سلوک کرتا ہے تو غیر دون  
سے کیا کچھ نہ کرے گا، (یہاں اپنے کے معنی عزیز اور رشتہ دار کے ہیں اور  
ان معنوں میں یہ لفظ عموماً جمع میں استعمال ہوتا ہے) اسی سے اپنایت  
اسم کیفیت ہے جس کے معنی یگانگت کے ہیں۔

(ه) کبھی خصوصیت کے لئے جیسے اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہے (دوسرے  
گاموں سے فرصت ملے تو اپنا کام بھی کر دوں

(و) اس محاورے میں کہ ہر اک کو اپنا اپنا پڑی ہے اسم خذوف ہے  
اسی طرح ان محاورات میں اپنی گانا اپنی کہنا، اسے اپنی پڑی ہے، جب  
دیکھو وہ اپنی ہی گاتا ہے، اسم خذوف ہے، اور اس لئے بجائے اسم  
سمجھا جائے گا۔

(ز) کبھی آپ بھی اپنے یا اپنی کے بجائے آتا ہے جیسے آپ جی آپ کا، ہا کا،

(خ) آپ سے آپ اور آپ ہی آپ اور آپ سے خود بہ خود کے معنی میں آتے ہیں۔

تیغ تو ادھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے  
دل کو قاتل کے بڑھا کر کوں ہم سے یکو جانے

۸۔ کہی آپ کے بجائے آپے کا لفظ بھی محاورے میں استعمال ہوتا ہے،  
جیسے آپلے سے باہر ہو جانا، آپے میں آنا۔

(۹) بعض اوقات ہم تم اور آپ کے ساتھ دوسرے اسم جمع مثل لوگ  
صاحب اور حضرات کے استعمال ہوتے ہیں جیسے، ہم لوگ، تم لوگ، آپ  
صاحب، آپ حضرات وغیرہ۔

۱۰۔ دی، حرف تفعیل جمع دہ، ہم، تم اور وہ یہ لگے ساتھ آتا ہے تو ان  
کی صورت دی، یہی وجہ سے انہیں، ہمیں، انہیں، جو ہاتی ہے جیسے دی گائے  
کا، تو دروں گا، یہ غلطی ہمیں سے ہوئی، یہ کہیں تو تھے،

۱۱۔ صغیر کبھی اسم سے پہلے بھی آجاتی ہے، مگر یہ اکثر نظر میں ہوتا ہے۔

۱۲۔ بیان ہو چکا ہے کہ ”یہ“ ضمیر اشارہ قریب کے لئے اور ”وہ“ ہمید  
کے لئے ہے لیکن بعض اوقات ”یہ“ کا اشارہ پورے جملے کی طرف ہوتا ہے جو  
اس کے بعد آتا ہے جیسے۔

یہ میں نے ماما کہ آنا، خیر! میرا لگو بھی نہیں رہے گا،  
مگر میں نکال کے دو ستم گرا بیٹہ تو بھی نہیں رہے گا،

۱۳۔ یہ اور وہ کبھی دایا کے معنوں میں بطور صفت کے آتے ہیں جیسے

دشمن کا یہ عالم تھا کہ رات میں اس کے سامنے چاندنی گر دھنی،

۱۴۔ حرف ربط کے اثر سے یہ اس سے اور ”وہ“ اس سے بدل جاتا ہے جیسے

اس میں اس پر دغیرہ۔

۱۲۔ علامہ حرف ربط کے پاس، جگہ، گھر، طرف، سمت، جانب،  
رات دن، ہینہ، سال، گھڑی، طرح، قدر و غیرہ کے ساتھ آنے سے  
بھی یہ تبدیلی ہو جاتی ہے۔

۱۵۔ جمع میں یہ، ان اور وہ، اُن جو جاتا ہے۔

۱۶۔ کبھی "یوں" میں ضمیر اشارہ (قریب) کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

مہندی ملنے کے بہانے میں بہت جلد کہیے  
آج اعتبار سے یہاں کئے بیٹھے ہیں۔ (داع)

۱۷۔ نماز، استقبابہ (وہیں رکھا)، اشیا کے لئے اور کون، اشخاص کے  
لئے ان لافض ذکر صرف میں آچکا ہے، کیا، حالت قاطع اور مفعول میں یکساں  
طور سے استعمال ہوتا ہے، مثلاً نہیں کیا جائے، تم کیا کر رہے ہو لیکن کیا جید  
تعجب اور حیرت کے لئے آتا ہے تو اشخاص کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے  
وہ بھی کیا آدی ہے۔ کیا یہوقوف ہے لیکن ان موقعوں پر یا تو وہ صفت  
کا کام دیتا ہے یا تمیز کا

۱۸۔ استنبہام کی مختلف قسمیں ہیں اور وہ مختلف معنوں کا اظہار کیا کرتا  
ہے۔ مثلاً

(۱) محض استفسار کے لئے جیسے، یہ کون ہے؟ یہ کیا ہے؟ اسے استخیاری  
بھی کہتے ہیں جیسے اس شعر کے دوسرے مصرعے میں،  
دل نادان تجھے جوا کیا ہے؟  
آخر اس دور کی ددا کیا ہے؟

۱۹۔ اقراری جیسے، یہ تمہارا تصور نہیں تو اور کس کا ہے؟ (یعنی تمہارا ہی ہے)  
یہ حالت نہیں تو اور کیا ہے۔

(ج) انکاری ہے۔

گر گناہ سچ نہ ہم کو قید بھیلوں کی  
یہ جنوں عشق کے غلبہ بھٹ جائیں گے کیا (غالب)۔  
کیا انداز بھٹ جائیں گے ؛ یعنی نہیں بھٹیں گے یا اس شعر کے  
دوسرے شعر میں۔

دوست غم خواری میں میری سمجھ جائیں گے کیا  
زخم کے صبر نہ ملک ناخن نہ ہر دو جائیں گے کیا۔  
(د) تجاہل یعنی جان بوجھ کر پرچھنا ہے کسی کو کھتے ہوئے دیکھ کر  
پرچھنا کہ کیا کر رہے ہو؟

پرچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟  
کون بتاؤ کہ ہم بتائیں کیا؟  
باشا و سرور کے متعلق تجاہل سے سوال کرتا ہے حالانکہ خوب  
جانتا ہے کہ وہ کون ہے۔

کون ہے جس کے در پناہ میں  
ہیں ہر درد ہر دہرہ ہر سہرا  
اور پھر خود ہی اس کا جواب دیتا ہے۔  
تو نہیں جانتا تو کچھ سے سن      تا شاہنشاہ بلند مقام  
قبلہ چشم دول بہادر شاہ      منظر ذوالجلال والا کرام  
یا اسی طرح ایک مقرر زدودینے کے لئے سوال پر سوال کرتا ہے  
حالانکہ خود بھی جانتا ہے اور دوسرے بھی جانتے ہیں۔  
(د) زبرد طاقت کے لئے ہے اس شعر کے پہلے شعر میں

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے آخر اس درد کی کیا ہے

یا ہم بگڑ کر کسی سے کہیں کیا کرتے ہو؟

(د) تحقیر تو ہیں کسے لئے جیسے،

ہر ایک بات پر کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے؟

نہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

(ذ) حیرت (استغباب کے لئے جیسے، ایسے) یہ کیا ہوا،

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہنگامہ اسے خدا کیا ہے

(ح) انکار کے لئے ہم کیا ہیں کوئی کام جو ہم سے ہوگا۔

(ط) نفی کے لئے جیسے میں کیا باتوں؟

(کی) استنکار کے لئے جیسے اسے لے کر کیا کر دوں گا؟

۱۹۔ اس کے علاوہ کیا، بطور صفت بھی آتا ہے جس کا ذکر دوسرے

موقع پر کیا جائے گا۔

۲۰۔ ”کیا کیا“ یہ تکرار بھی آتا ہے جس کی معنی کثرت کے ہوتے

ہیں۔ جیسے کیا کیا کہوں؟ کیا کیا سنوں؟

۲۱۔ کون اور کون سا لافرق پہلے بیان ہو چکا ہے، کون سا بدیشہ الٰہی

جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں کئی سی سے ایک مقصود ہو، مثلاً کٹھ کتا ہیں

ہوں اور پوچھیں کوئی چاہئے۔

۲۲۔ کون اور کیا بعض اوقات تنکیری معنوں میں آتے ہیں، جیسے: مجھے

معلوم نہیں کہ کون آیا اور کون گیا دیہات استغابی معنی نہیں ہیں اسی

طرح کچھ معلوم نہیں اس نے مجھ کیا کہا تھا، میں کیوں کر وعدہ کروں خدا ہمارے

وہ کیا مانگ بیٹھے، اے معلوم نہ تھا کہ اس زمانہ میں کوئی رہتا ہے۔  
۲۳۔ مائز تنکیر کا کچھ اور کوئی میں۔ ان کا استعمال اور فہم کا بیان  
صرف میں ہو چکا ہے۔

۲۴۔ کوئی بطور ضمیر ہمیشہ جائز اور گئے لے استعمال ہوتا ہے اور د اذ آتا ہے۔  
جمع میں نہیں آتا۔ بعض اوقات کچھ جائز اردن کے لئے بھی آتا ہے، جیسے  
دہاں بہت سے لوگ بیٹھے تھے کچھ یہاں کچھ وہاں۔ یہ استعمال مخصوص ہے  
اور صرف اس وقت استعمال ہوتا ہے جب مجبوراً تعداد ہو۔

۲۵۔ ایک ہی جملے کے دو حصوں میں کوئی اور کچھ الگ الگ بطور جواب کے  
استعمال ہوتے ہیں، اگرے کوئی بھرتے کوئی، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ کوئی  
سرے اور کوئی بلبار گائے، کچھ ہم کچھ کچھ تم کچھ، ایسے جملوں میں کوئی اور  
کچھ کے معنی ایک جگہ ایک اندر دوسری جگہ دوسرے کے ہیں۔

۲۶۔ کوئی اور کچھ تکرار کے ساتھ قلت کے معنوں میں آتے ہیں جیسے کوئی  
کوئی اب بھی مل جاتا ہے، کچھ کچھ باقی ہے۔

۲۷۔ کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ بھی قلت کے معنوں میں آتا ہے، اور اس  
میں زیادہ زور ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی، اب میں نظر آ جاتا ہے، ماچھوں کی  
صحبت میں کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔

۲۸۔ کوئی کا استعمال استفہام کے ساتھ دوسرے میں بڑے لطف سے  
ہوتا ہے جیسے۔

مرد دزدہ عیش و دزدہ نہیں ہے تو  
میں چھوڑتا ہوں کوئی عباد راں تجھے (دراغ)  
لادش دل دور ہو میرے دل دیراں سے کیا  
فارہا تھے ہیں کوئی میرا لاداسن چھوڑ کر

۲۹۔ کچھ کا کچھ اور کچھ سے کچھ ایسے سوچے پر پوتے ہیں جہاں ایک حالت سے دوسری حالت ہو جائے گی اور تغیر یا انقلاب پیدا ہو جائے، جیسے کچھ کا کچھ ہو گیا یا کچھ ہو گیا یا کچھ سے کچھ ہو گیا، لیکن بعض اوقات کچھ کا کچھ اصل کے خلاف معنوں میں آتا ہے۔ جیسے کچھ کا کچھ کہنا کچھ کا کچھ سمجھا دیا۔

یہاں بھی وہی معنی تغیر کے ہیں یعنی اصل کے خلاف یا اسے بدل کر کچھ اور کہنا یا سمجھانا۔

۳۰۔ کوئی کے بعد بعض اوقات ساحل استعمال ہوتا ہے، جیسے کوئی سالے دو، کوئی سالے نو، یہ عموماً اس وقت استعمال ہوتا ہے جب سنی میں سے ایک مقصود ہو یہ استعمال ہے جان اور جان دار دونوں کے لئے یکساں ہوتا ہے بغیر (سا) کے بھی کوئی ان معنوں میں آتا ہے کوئی دس، دو۔ کوئی بھی دسے دو۔

۳۱۔ بعض اوقات کچھ ایسا اور مضامین موصولہ کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے اور اس میں زیادہ تنگی پائی جاتی ہے جیسے، جیسا کچھ ہو گا دیکھا جائے گا، اور جو کچھ کہو گے کر دوں گا۔

۳۲۔ اسی طرح کوئی کے ساتھ کیسا مل کر تنگی معنوں میں اور زور پیدا کر دیتا ہے جیسے کوئی، کیسا ہی ہو نفی میں زور اور تاکید ہوتی ہے جیسے، کوئی کیسا ہی کیونکہ ہو۔

۳۳۔ جتنا، اتنا، اتنا، ایسا، ایسا، کیسا جو الفاظ تنگی میں اور بطور صفت مستعمل ہیں تنیزی میں واقع ہوتے ہیں۔ لہذا ان کا ذکر تہر فصل میں کیا جائے گا۔

۳۴۔ مضامین موصولہ، استقامت، تنگی جب تکرارات ہیں تو معنی کثرت کے دیتی ہیں مگر ان معنوں کا اطلاق کل پر فرداً فرداً ہوتا ہے۔ سوائے مضامین تنگی کے جو کہ معنی دیتی ہیں جیسے اس نے جو کہا میں نے مان لیا جس میں کے پاس

گیا۔ اس نے یہی جواب دیا۔ جن جن سے تعلق تھا، کون کون اُٹے ہیں۔

کس کس سے کہوں؟ کس کس کے پاس جازن؟ کیا کیا کہا؟ کوئی کوئی  
اب بھی ہے کچھ کچھ اب میں نظر آجاتے ہیں۔

۳۵۔ ضامنہ سو سوار، استقامت اور تشکر جب اس کے ساتھ آتی ہیں تو صفت  
کا کام دیتا ہیں جیسے جو شخص آئے تو زامیرے پاس بیٹھا وہ جس شخص کو کہو بھیج  
دوں۔ جن لوگوں نے ایسا کہا غلطی کی۔ یہ کون آدی ہے؟ یہ کس شخص کی ملک  
ہے؟ کیا چیز چاہیے؟ کوئی آدمی کام کا نہیں تھا۔

کچھ بوگس دہان بیٹھے، جون سا (جون سی) جون سے، اور کون سا (کون  
سی) کون سے، میں بطور صفت استعمال ہوتے ہیں، جون سی کتاب کہو دلو  
دوں، کون سے کام پر ہمارے ہو۔ آج کون سی تاریخ ہے۔

ضامنہ شخص بھی کہیں صفت کا کام دیتی ہیں خصوصاً جب "ہی" کے  
ساتھ مل کر آتی ہیں جیسے، یہ وہی شخص ہے یہی بات میں نے کہی تھی۔

کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ بھی کہیں بطور صفت استعمال ہوتے ہیں  
جیسے کچھ نہ کچھ کام مزدور کرتے رہا کرو، روز کوئی نہ کوئی لہان آجاتا ہے اور

# فعل

فعل زبان کی جان ہے اور جملے کے بنانے میں محبت کار آمد ہوتا ہے تقریباً ہر جملے میں فعل آتا ہے اور ایسی مثالیں ہوتی ہیں جہاں جملہ بغیر فعل کے ہوتا ہوتا ہے البتہ کہاوتوں اور نظم میں یا اخبارات اور مضامین کے عنوانات میں جملے بغیر فعل کے بھی آتے ہیں جیسے، کہاں داجا بھوج کہاں گنگا تیلی، ناگھر تیرا نہ گھر میرا، چڑیا رین بسرا رے دھیرہ دھیرہ

مصدر اور فاعل کا شمار بھی افعال میں ہے، لیکن یہ تکمیل فعل کا کام نہیں دیتے مصدر اکثر اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور فاعل بطور صفت۔

۱۔ مصدر کے استعمال مختلف ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ اکثر بطور اسم اسم کے جس کا تفصیل یہ ہے،

(۱) فاعل۔ جیسے، کھلنا ناگوار نہیں گزرتا پڑھنا ناگوار ہوتا ہے۔

(ب) مفعول جیسے دیکھنا پسند کرتا ہے

(ج) ضرورت اور مجبوری کے معنوں میں جیسے ہم سب کو ایک روز مرنا ہے

انہیں معنوں اور ایسا فاعل حالت میں پڑنا کے ساتھ بھی استعمال

ہوتا ہے جیسے آخر بچہ وہاں جانا پڑا۔

دل اب صحبت سے کوسوں بھاگتا ہے،

ہیں یاروں سے شرمانا پڑے گا۔ (حالی)

بعض اوقات اس طرح مجبوری کے معنوں میں مصدر کے ساتھ ہوگا،

لا استعمال ہوتا ہے جیسے انہیں جانا ہوگا، لےکھنا ہوگا۔

کہوں کہ اب نگہ ناز سے مینا ہوگا

زہر دسساں پہ یہ تاکید کہ مینا ہوگا۔

(د) حرف افعالیت (کا) کے ساتھ فعل کی صورت میں مستقبل کے معنی دیتا ہے اور اس میں مہمزم اور یقین پایا جاتا ہے، جیسے میں نہیں جانتے گا۔

یہ "کا" مونسٹ میں کی اور جمع میں کے ہو جاتا ہے۔

(۵) "کوہ" کے ساتھ جب کہ فعل ہے، میں دیکھا تھا یا تھے ہوں، ایسے کام کو ظاہر کرتا ہے جو اب نورا ہوئے والا ہے جیسے، وہ ہانے کو ہے ہم کچھ کہنے کو گئے۔

(رو) بعض اوقات ایک فعل کا دوسرے فعل کے ساتھ ایک ہی وقت میں واقع ہونا ظاہر کرتا ہے جیسے، اس کا نظر بھر دیکھنا تھا کہ وہ فٹن کھا کر گر پڑا۔ اس کا چوک پر پاؤں دھرتا تھا کہ تختہ نکل گیا۔ (۲) امر کے معنوں میں بھی آتا ہے اور معمول امر اس میں کسی قدر زور اور تاکید پائی جاتی ہے جیسے، دیکھو بھول نہ جانا۔ کل ضرور آنا (۳) استعمال یا تو بے تکلفی کے موقع پر جوتا ہے یا لازمین وغیرہ کے ساتھ بڑوں یا برابر والوں کے ساتھ کبھی بے استعمال نہیں ہوتا (۴) مصدر کی تذکیر و تانیث اس اہم کے لحاظ سے ہوتا ہے جس سے اس کا تعلق ہے جیسے۔

بات کرنے کی جگہ مشکل بھی ایسی تو رہی۔

بات کرنی اور بات کرنا دونوں درست ہیں لیکن اکثر مذکور ہوا  
ہونا پسند کرتے ہیں۔

لیکن جب اسم اور مصدر کے درمیان واقع ہوتا ہے تو مصدر ہیشہ تہ  
مذکور ہوگا، جیسے خط کا لکھنا، ہل کا ہلانا، نظم کا پڑھنا وغیرہ  
م۔ بعض اوقات جب مصدر کے بعد کوئی حرف ربط آجاتا ہے تو علامت  
صدر حذف ہو جاتی ہے، اور کی جگہ یا گئے بھول لے لیتی ہے جیسے ان کے  
اس کے آنے سے جو آجاتی ہے منہ پر دنت

یعنی اس کے آنے سے۔ اس کے گئے سے کیا جوتا ہے یعنی ان کے  
کہنے سے ان کے ہکا سے میں آگیا، یعنی ہکا سے میں۔

## حالیہ

- ۱۔ حالیہ کی تین قسمیں ہیں، ایک تمام دوسری ناقص تیسری حالیہ معطوف  
تمام سے فعل کا ہونا پایا جاتا ہے جیسے۔ مرا ہوا حال ناقص تمام میں فعل  
فتم نہیں ہوتا جیسے روتی ہوئی عورت، بنتا ہوا پایا۔
- ۲۔ بلحاظ استعمال کے بھی اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک تو بطور  
صفت ہے دوسری بطور خبر صفت کا شایس اور پرکھی ہوئی ہیں، بعض  
اوقات وہ ہوا، محذوف بھی ہوتا ہے، جیسے اجڑا ہوا ڈھرونی صورت  
۳۔ اب ہم دوسری قسم کا ذکر کرتے ہیں جو بطور خبر استعمال ہوتی ہے  
یہ بھی صفت ہے، لیکن اسم کے ساتھ ساتھ نہیں آتا ہے، وہ  
بنتا ہوا آیا۔ مہنے سے مرا ہوا پایا۔

جملے میں استعمال کے وقت اس کی صورت میں تبدیلی واقع ہوتی

ہیں اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) جب اصل فعل لازم یا متعدی بطور مجہول ہو تو عاقل و غیر عاقل کے متعلق  
میں فاعل کے مطابق ہو گا جیسے، وہ اکثر تا ہوا چلا، وہ دھڑکی ہوئی آئی،  
وہ روتے ہوئے آئے، وہ دھڑکی ہوئی پکڑی گئی، وہ ہنست ہوا چلا گیا، وہ  
لٹا ہوا آیا، وہ لٹی ہوئی آئی۔

(ب) اگر فعل متعدی طور پر معروف میں ہے تو عاقل و غیر عاقل یا سنے مجہول  
کے ساتھ آئے گا، خواہ تعداد میں کچھ بھی ہو جیسے ہم نے اسے ناچتے ہوئے  
دیکھا، اس نے ہمیں کھیلتے ہوئے پکڑا میں نے زمین کو روتے ہوئے پکڑا لیکن  
عاقل و غیر عاقل جب کہ اس کا تعلق اشیاء سے ہو جس تعداد کے مطابق  
ہو تا جیسے میں نے روٹی جلی ہوئی دیکھی۔ میں نے کپڑا دھویا ہوا دیکھا،  
اشخاص کی حالت میں یا سنے مجہول یا الف کے ساتھ آئے گا جیسے میں نے زمین  
کو سونے ہوئے یا سو یا جوا دیکھا تھا میں نے ان تمام کو سو یا ہوا یا پا۔

(ج) اگر وہ فعل جس سے عاقل و غیر عاقل بنا ہے متعدی ہے اور اس کے ساتھ  
کوئی اسم مفعول کی حالت میں ہے تو عاقل و غیر عاقل تمام بلا لحاظ میں تعداد  
یا سنے مجہول کے ساتھ ساتھ آئے گا جیسے، حکم سر پکڑتے کھڑی ہے  
وہ سر جھکائے کھڑی ہے، وہ سر جھکانے ہوئے آیا۔ بھڑکنے لگے جلا  
آ رہا ہے۔

درا جب عاقل و غیر عاقل یا سنے یا اس کا تابع دو سرا عاقل و غیر عاقل کے  
ساتھ آئے تو فعل لازم کی صورت میں الف اور و دونوں کے ساتھ  
آ سکتا ہے، ایسے کے ساتھ زیادہ فیصل ہے، مگر فعل متعدی کے ساتھ  
بغیر تبدیلی صرف کے ساتھ آئے گا جیسے وہ ڈرتے ڈرتے یہاں آیا یا ڈرتا ڈرتا

یہاں آیا، یا ڈرتی ڈرتی آئی) میں کہتے کہتے بیزار ہو گیا یا ہو گئی وہ پڑے پڑے بیمار ہو گیا۔ (یا پڑا پڑا بیمار ہو گیا) وہ لڑتے جھگڑتے یہاں تک پہنچ گیا (یا وہ لڑتا جھگڑتا یہاں تک پہنچ گیا یا وہ لڑتی جھگڑتی یہاں تک پہنچ گئی) وہ بیٹھے بیٹھے بے کار ہو گیا۔ (یا وہ بیٹھا بیٹھا بے کار ہو گیا) اس نے مجھے بھٹانے مجھے بدنام کر دیا اس نے کہتے کہتے کاغذ پھینک دیا۔

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے بولتے

تکرارِ حال سے فعل کی کثرت ظاہر ہوتی ہے جیسے پڑے پڑے بیمار ہو گیا، یعنی زیادہ تر پڑے رہنے سے کہتے کہتے بے زار ہو گیا، یعنی بار بار کہنے سے بتدریج کے معنی بھی دیتا ہے، جیسے کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے دیا جیسے سیکھتے سیکھتے ہی سیکھے گا :

کوئی دن طبیعت کو ہو گا، قلعی !

سجھتے سمجھتے سنبھل جائے گا !

بعض اوقات اس قسم کا حالیہ بھراسم کے آتا ہے، جیسے، ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے، روتے روتے بھکی بندھ گئی، چلاتے چلاتے گلا بیٹھ گیا یہاں ہنستے ہنستے اور روتے روتے تیز فعل ہیں۔

(ح) بعض اوقات حالیہ مطلقاً استعمال ہوتا ہے، یعنی اصل فعل کا فاعل ایک اسم ہوتا ہے اور حالیہ کا دوسرا اور گزردہ نزل اسم ایک جملے میں ہوتے ہیں مگر لہذا فعل ایک دوسرے سے قلعی نہیں رکھتے جیسے۔

صبح ہوتے چل دیا۔ رات گھر آیا۔ دن نکلتے ہی اکھڑا کھڑا ہوا۔ دن چڑھے اٹھا۔ اس قسم کے حالیہ مع اپنے اسم کے تیز فعل (یا متعلقہ فعل) ہوتے ہیں۔

۴۔ بعض اوقات حالیہ بالکل بطور اسم کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے  
 سوتے کو جگانا آسان ہے مگر جاگتے کو جگانا مشکل ہے۔ ڈرتے کو تنکے  
 کا سہا ماہیت ہے۔ اپنے کتنے کی سزا پائی، میرا کہنا نہ مانا۔ آزمائے ہوئے  
 کو کیا آزمائے دہ بے کہے چل دیا۔ اسے سوتے سے کیوں جگایا۔ دینرو دینرو  
 ۵۔ بعض اوقات حالیہ بطور تمیز فعل کے استعمال ہوتے ہیں جیسے ساری  
 رات جاگتے ہی جاگتے کئی۔ وہ سنتے ہی چل دیا۔ اس کا ذکر تیز فعل  
 میں کیا جائے گا۔

۶۔ اس جگہ حالیہ کے استعمال میں ایک نازک فرق بیان کرنا بھی ضروری  
 ہوتا ہے، مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ میں نے اسے تیرے دیکھا، تو اس  
 کے کیا معنی ہیں؟ آیا جس وقت تیرا تھا، میں نے اسے دیکھا  
 یا اس حالت میں دیکھا جب وہ تیرا تھا۔ عام بول چال میں اس  
 قسم کے فقرہ میں کچھ فرق نہیں کیا جاسکتا مگر سب موقع کوئی ایک  
 معنی لئے جاتے ہیں ہماری رائے میں اس میں یوں فرق کرنا چاہئے کہ  
 جب حالیہ فاعل کے متصل ہو تو فاعل کے متعلق مثلاً جب ہم کہیں  
 کہ میں نے تیرے ہوئے اسے دیکھا، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب  
 میں نے اسے دیکھا تو میں تیرا تھا اور جب یہ کہیں کہ میں نے اسے تیرے  
 ہوئے دیکھا، اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جب میں نے اسے دیکھا تو وہ  
 تیرا تھا۔ اسی طرح سے میں نے آج اسے دیکھا، اور میں نے اسے  
 آتے ہوئے دیکھا۔

## حالیہ معطوف

اردو میں حالیہ معطوف کا استعمال کمزور ہوتا ہے، اس کا تعلق ہمیشہ چلے

کے اصل فعل سے ہوتا ہے، چونکہ اس میں حرف علت کا بچاؤ ہے۔ اور حرف کے معنی اس میں شریک ہوتے ہیں۔ اس لئے عالیہ معطوفہ کہلاتا ہے۔

۱۔ یہ پیشہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جیسے کے اصل فعل سے جس کام کا اظہار ہوتا

ہے اس سے پہلے ایک کام ہو چکا ہے۔ مادہ فعل کے ساتھ کر یا رکھے کے

زیادہ کرنے سے بنتا ہے جیسے: وہ ہیا کر سو گیا۔ کان دھ کر سنو وغیرہ

ایسے جملوں میں دو فعلی ہوتے ہیں ایک تقدیمی اور دوسرا فاعلی۔

۲۔ دونوں عملوں کے ساتھ دو حصے کئے جاتے ہیں تو اس میں بکثرت عطف جاتا ہوگا۔

مثلاً: وہ ہیا کر سو گیا یعنی وہ ہیا پا اور سو گیا۔ مگر ایسی صورتوں میں فعل

معطوف کا استعمال زیادہ فصیح ہے کیونکہ پہلا فعل دوسرے فعل کا مقدمہ

ہے۔ لیکن ہر ایسے جملے کے جس میں فعل معطوف ہوتا ہے دو حصے نہیں ہو

سکتے، کیونکہ بعض اوقات تقدیمی بطور غیر مرکب آتا ہے، جیسے: کان دھ کر سنو،

جہاں ہر دو فعل ایک ہوتے کے اور آزادانہ حیثیت رکھتے ہیں، اور بالآخر

عطف لانا ضروری اور فصیح ہے۔

غیر کفایت معنیوں سے بھی اور پلاڈ

آئیے موقوف پر کچھ حرف عطف بتا دو جو جاتا ہے، جیسے: وہ لکھتا پڑھتا

کچھ بعض اوقات محاورے میں دکر آیا کے بھی قذف ہو جاتا ہے جیسے: وہ اسے

بلا لایا۔ یہ بھی جاتا ہے لائے لایا کہیں گئے لائے جہاں نے بجائے کے یا کر کے

آیا ہے۔ اسے کھا کھینچ کر دے کھینچا کہ گیا۔

۳۔ کبھی فعل تقدیمی سے فعل فاعلی کا سبب ظاہر ہوتا ہے جیسے: پولیس

سے ڈر کر بھاگ گیا۔ شہر کو جلتا دیکھ کر بھاگ نکلا اور کمر پلا گیا۔

۴۔ کبھی ذریعہ ظاہر کرتا ہے۔ جیسے: دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ وہ دیر ہو کر پاک

کر دیا۔

کچھ کہہ کے اس نے پھر مجھے دیوانہ کر دیا  
اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا!

۵۔ کبھی اعتراف یا فرضی صورت ظاہر کرتا ہے، لیکن یہ عموماً جو کر کے  
صورت میں آتا ہے جیسے، شرم نہیں آتا، ایسے بڑے سورا ہو کر عورت ذات  
پر ہاتھ اٹھاتے ہو۔ بڑے بوڑھے ہو کر بچوں کی باتیں کرتے ہو،

۶۔ راہ سے، رکے سہی میں جیسے، یہ نالی جو کہ سے ہو کر گئی ہے، کھنڈ سے

ہو کر دہلی جاؤں گا، یہ استعمال بھی عموماً جو کر کے ساتھ ہوتا ہے

۷۔ محاورے میں اعداد کے ساتھ یہ استعمال صرف رکے سے مخصوص

ہے ایک ایک کر کے آڈ، چار چار کر کے گنور، ایسی صورت میں اعداد تکرار  
کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔

۸۔ بعض اوقات صفت کے معنوں میں آتا ہے، جیسے ایہ اس سے  
کہیں بڑھ کر ہے۔

کبھی تیز کام دیتا ہے، جیسے وہ مقام اس سے آگے بڑھ کر ہے  
یعنی اور آگے ہے۔

۹۔ یہاں اس امر کا بیان کرنا ضروری ہے کہ بعض اوقات عالیہ ناتمام  
اور عالیہ معطوفہ کے معنوں میں ذرا سا فرق ہوتا ہے جو قابل  
ملاحظہ ہے جیسے۔

۱۔ وہ گھر میں سے شراب پئے دیا ہے، بوسے نکلا۔

۲۔ وہ گھر میں سے شراب پیتا رہا پیتا نکلا۔

۳۔ وہ گھر میں سے شراب پلا کر نکلا۔

۴۔ پہلے قبلہ کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت وہ گھر سے باہر آیا تو وہ حالت نشہ

میں تھا۔

»سرے جملے کے معنی ہیں کہ شراب گھر میں بیٹی شردے کی اور باہر آتے وقت بھی پا رہا تھا۔  
تیسرے جملے کے معنی ہیں کہ پہلے اس نے گھر میں شراب پی اور اس کے بعد باہر نکلا۔

۱۰۔ اسی طرح دو جملوں میں بھی باریک فرق ہے۔

۱۔ جا کر کہو۔ ۲۔ کہہ کر آؤ۔

۳۔ وہ لاہور۔ ۴۔ لاہور آیا۔

۵۔ وہ لاہور سے ہوتا ہوا آیا ہے۔ یعنی کسی اور جگہ سے آیا اور لاہور پھر کہ آیا ہے۔

۱۱۔ ہوتا ہوا حالہ معطوفہ کا تعلق فاعل سے ہوتا ہے اور بطور صفت کے آتا ہے۔ لیکن بعض اوقات تیز فعل بھی ہوتا ہے جس کا ذکر مع استعمال کے تیز کے بیان میں آئے گا۔

۱۲۔ کہ اور کے، عالیہ معطوفہ کے لئے جدید فیصیح ہندی اور اردو دونوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ قدیم ہندی میں ان کا استعمال نہیں ہوا تھا بلکہ صرف مادہ فعل پر کام دیتا تھا جس کا استعمال اب بھی باقی ہے جیسے، وہ صرف یہ دیکھ کر بھاگ نکلا۔ نظمیں استعمال اب بھی ہے۔ دیکھ عادت کا تسلط دیکھنے عادت سے کہتا ہے۔

ان دونوں میں (یعنی کہ اور کے) میں کچھ فرق نہیں ہے اب رہا یہ امر کہ کہیں استعمال کرنا چاہئے اور کئے جائیں، اس کا انحصار من صورت یا حسن سماعت پر ہے۔

## اسم فاعل

یہ وہ اسم ہے جو فعل سے بجا چھ اسم فاعل ہے اور اس کے معنی کام کرنے والا ہے۔

عمر نامعد کے بعد والا یا ہار (ہارا) بڑھانے سے بجا ہے۔ والا کے ساتھ ہمیشہ معد کا الف یا تے بھول سے بدل جاتا ہے، ہار کے ساتھ معد ر کا الف گر جاتا ہے۔ جیسے مرنے والا، ڈرنے والا، جانے والا، مگر سوئٹ میں اس کا الف یا تے معروف سے بدل جاتا ہے جیسے مرنے والی وغیرہ۔  
چلن ہار، چرون ہار۔

پہننا ول (مذکر) پہننا رکی سوئٹ (اسم طرح پہننا را، پہننا ری۔  
بعض اوقات صرف اسم کے ساتھ والا آتا ہے اور فعل خفیف ہوتا ہے جیسے محبت والا، بدلت والا یعنی محبت کرنے والا، اور بدلت رکھنے والا۔  
عمر نامیہ ایسے اسم کے ساتھ آتا ہے جو اضافی یا سفعولی حالت میں ہوتا ہے جیسے دونوں کا پھرنے والا، اپنے پرانے کاغذ کھانے والا۔ رحم کرنا والا وغیرہ۔ کبھی یہ صورت زمانہ مستقبل کے ظاہر کرنے کے لیے بھی آتی ہے جیسے وہ آئندہ سالہ لایت جانے والا چھ میں میں جانے والا ہوں۔  
کبھی زمانہ ماضی کے ساتھ مستقبل کے ذکر کے لئے بھی آتا ہے جیسے میں نہیں خط لکھنے والا ہی تھا کہ اتنے میں تم آ گئے۔

## زمانہ

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ زمانہ تین ہیں گزشتہ، ماضی، کچھ اور موجودہ جو حال کہلاتا ہے۔ آئندہ جس کا نام مستقبل ہے، ہر فعل کے لئے ضروری ہے کہ ان تینوں میں سے ایک زمانہ میں واقع ہو۔ لیکن یہ لحاظ معائنہ و کمونین فعل

کی تین حالتیں ہوں گی۔

(۱) کام جو ابھی شروع نہیں ہوا یعنی مستقبل۔

(۲) کام جو شروع تو ہوا لیکن ختم نہیں ہوا۔ یعنی افعال ناقصہ۔

(۳) کام جو ختم ہو چکا۔ یعنی افعال تمامہ۔

اس تقسیم کے لحاظ سے ایک قواعد نویسی جو فلسفی دماغ داغ کرتے ہیں۔

مضارع اور امر کو شکی اول یعنی مستقبل کے تحت میں دیکھنے کا، کیونکہ ان دونوں

میں فعل زمانہ حال میں شروع نہیں ہوتا، بلکہ زمانہ آئندہ میں شروع ہوتا

ہے۔ لیکن جب زبان کی ساخت اور نشوونما پر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ

فعل کی تین قسمیں ہیں، اول سادہ، دوم وہ جو محض حالیہ سے بنتے ہیں۔ یا

حالیہ کے ساتھ کسی قدیم فعل کا کوئی جز لگا جوتا ہے جو مل کر جبراً فعل ہو جاتا

ہے، سوم مرکب افعال۔

## مضارع

یہ تقسیم زیادہ صحیح اور منجمل ہے اور اس لحاظ سے سادہ، توانی میں

سب سے پہلا بنیہ سنسکرت کے قدیم فعل حال کا ہے جس میں اب تک اصل

کی بھلک پائی جاتی ہے، موجودہ حالت میں وہ مرکب طود سے زمانہ کے معنی

نہیں دیتا بلکہ اس کے معنوں میں کوئی قسم کا ابہام پایا جاتا ہے، اور وہ اس

کو زمانہ مستقبل شرطیہ کے لئے مخصوص ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اسے مستقبل

نام مضارع دیا ہے اور ان معنوں کے لحاظ سے زیادہ سوز و گداز ہے قدیم

ہندی میں نہ صرف شرط و استقبال بلکہ حال کے معنی دیتا ہے جو ہندی

ضرب الامثال اور رے تکلف بول چال کے فقروں سے صاف ظاہر ہے، یہ

حال ہی سے تعلق رکھتا ہے اسی لئے ہم نے سادہ افعال میں اسے سب سے پہلے

دکھا ہے اب ہم اس کے مختلف استعمالات کا ذکر کریں گے۔

مضارع کا استعمال دو قسم کا ہے ایک تو شرطیہ اور احتمالیہ جو اکثر مستقبل کے معنی دیتا ہے اور دوسرا خبریہ۔

۱۔ معروف امثال اور دوزمرہ کے فقرہوں میں عموماً حال کے معنی دیتا ہے۔ جیسے: کوئی اور بھرے کوئی، کوسے موقعیوں والا پکڑا جلسے داڑھی والا، کچھ ہم سمجھے کچھ تم سمجھے خدا جانے کیا ہوا کیا جانے کیا ہوا۔ یہ استعمال مضارع کا اصل استعمال ہے۔

۲۔ امکان، جیسے، کوئی، پدھے کو آپ، کو اس سے کیا فرض۔

۳۔ اجازت۔ جیسے، آپ فرمائیں تو آؤں، اجازت ہو تو عرض کروں کیا وہ جائے۔

۴۔ اگر شرط اور جزاء دونوں کے جملوں میں شک، امکان یا اہام پایا جائے تو مضارع دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: میں بڑے سے تو کھیتی ہری ہو رہے آئے تو میں جاؤں، اگر وہ فرمائیں تو ڈھونڈھ نکالوں

۵۔ ہم پکاریں اور کھیلے، یرن کون جائے۔ یا رکاوٹ دارانہ پائیں گر کھلا با بعض اوقات جب احتمال یا امکان صرف جملہ شرط میں ہوتا ہے۔ تو مضارع، شرط کے ساتھ آتا ہے، اور جزا میں فعل مستقبل یا حال ہوتا ہے اگر وہ نہ آئے تو میں چلا جاتا ہوں (یا چلا جاؤں گا اگر مل جائے تو پھر بڑی بات ہے۔ اگر وہ یہ قبول کرے تو میرا ہزاروں کا فائدہ ہو جائے گا۔

۵۔ جب جملہ تابع کاف بیانہ بشرطیکہ، شاید وغیرہ کے ساتھ شروع ہوتا ہو مقصد یا فرض دعائیت، نتیجہ، ارادہ، خواہش، ضرورت، مشورہ، حکم وغیرہ ظاہر کرتا ہے یا کہیں چاہئے اور لازم ہے وغیرہ کے ساتھ اکراں معنوں

کا انطا رکڑے تو اس میں اکثر مفاد و استعمال کیا جاتا ہے جیسے میں نے کہا،  
 کہ وہ آئے تو بہتر ہے، میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس آؤں، مناسب یہ  
 ہے کہ وہاں نہ جائے بادشاہ کو چاہئے کہ رعایا سے ایسا برتاؤ نہ کرے  
 مجھے ڈر ہے کہ کہیں گھر نہ پڑے میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں، بشرطیکہ  
 اس میں جھوٹ نہ ہو، شاید اس کا کہا سچ نکلے، بہتر تو یہ ہے کہ ہم سب  
 ساتھ چلیں، میں نے یہ اس غرض سے کہا کہ اس کا شبہ جاتا رہے،  
 ” رعایا تمنا کے لئے جیسے غذا تجھے برکت دے، عمر دراز ہو، عمر و اقبال  
 بڑھے، خدا کرے کہ وہ کامیاب ہو جائے جو ایسا کرے وہ ہمیں پیٹیا بہارا  
 ملوا کھائے۔“

۷۔ شیخہ اور اضطراب کے لئے جیسے کیا کہ دن کہا نہ کہ دن کہوں بھی یا  
 نہ کہوں

ہائے میں کیا کہ دن کہاں جاؤں

یہ خط کے دن

۸۔ کہیں مستقبل کا ایسا زمانہ ظاہر کرتا ہے جو غیر محدود ہوتا ہے جیسے

جب ملائیں، تب آنا، جب کہیں تو لانا

۹۔ تعجب اور افسوس کے لئے۔

جیسے

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

کہیں ہم ان کو بھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

افسوس وہ اتنی دور آئے اور ناکام واپس بلا جاتے وہ اور ایسا

کدے میں اور شراب پیو ل۔

یوں پھر یہ اہل کمال آشفستہ حال افسوس ہے

اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

۱۱۰ تشبیہ و مقابلہ کے لئے، جب کہ وہ تشبیہ حقیقی نہ ہو بلکہ احتمالی یا

فرضی ہو جیسے اس نے اپنے حریف کو اس طرح . پھینک

دیا جیسے کوئی تنکا توڑ موڑ کر پھینک دیتا ہے وہ اس طرح دھشت زدہ کھڑا کھڑا  
جیسے کوئی بھرے صحیح میں ہرن کو کھڑا کھدے ۔

۱۱۱ اظہار توقع کے لئے جیسے، اگر آپ آئیں تو عین عنایت ہو گی،

آپ کل تک آہائیں تو میں بھی ہمراہ بلوں، وہ آئے تو میں بھی ساتھ  
فیلوں ۔

۱۱۲ کیسا، کتنا وغیرہ الفاظ تمیز کے ساتھ جب تک کہ یہ الفاظ تاکید

معنوں میں ہوں، ایسی صورت میں جملہ اکثر منفی ہوتا ہے، جیسے، کوئی کتنا ہی

شکر نہ مہمائے، اسے خبر بھی نہیں ہوتی، کوئی کیسی عقلندی کرے، وہ فاطمہ

ہا میں نہیں آتا آپ ہزار کہیں وہ سنتا ہی نہیں ۔

۱۱۳ ایک صورت اپنی حالت کے اعتراف کی ہے۔ جیسے نہ میں شعر کہوں

نہ شاعر کہلاؤں۔ نہ مجھے نوکری کی خواہش ہو نہ خوشامدی کہلاؤں، نہ

آئیں اور نہ میں ان سے اظہار مطلب کو سکوں

۱۱۴ مفاد کا ایک اور استعمال ہے، جس میں ایک قسم کا مشورہ اپنے

دل سے ہوتا ہے۔

رہنے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

۱۱۵ چاہئے میں مفاد ہے جس کے معنی مناسب ہے یا لازم ہے کہ میر

اس میں کہیں افلاک فرض کے ادا کرنے کی تاکید ہوتی ہے، جیسے ہیلو

اسے ملنا چاہئے ان سے ادب کے ساتھ پیش آنا چاہئے وغیرہ

## امر

مفاد کے بعد دو سرا فعل جو دراصل مادہ فعل ہے وہ امر ہے، اور یوں بھی مضارع سے بہت مشابہ ہے۔ کیونکہ سوائے ماضی کے مضارع کے باقی تمام صیغے وہی ہیں جو مضارع کے ہیں۔

- ۱۔ حکم اور ممانعت کے لئے عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔
- ۲۔ استثنائی صورت میں امر کے ساتھ نہ اور مت آتا ہے، نہ میں نقلی اور کبھی استثنائی بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن مت سے ہمیشہ نہیں یا استثناء تاکید کا ظاہر ہوتا ہے یہ لفظ خاص اسی لئے مخصوص ہے اور اس میں نہ سے زیادہ زور ہوتا ہے۔ "نہیں" یوں تو امر کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی آخر میں استعمال ہوتا ہے جیسے "نہیں، مگر اذ نہیں۔"
- ۳۔ غائب اور متکلم کے صیغے صرف مشورے اور اہدات کے لئے آتے ہیں جیسے ہم جائیں، اوروہ جائے، اور یہ حالت مضارع کی ہے جیسے ذرا میں بھی تو سنو، کوئی میرے پاس نہ آئے، وہ اپنی بات بہت نام نہ ہے۔

- ۴۔ ادب اور تعظیم کے لحاظ سے امر کی کئی صورتیں ہیں۔  
 علاوہ معمولی صورت کے ایک یہ ہے کہ ہائیں۔ آئیں۔ مگر یہ صورت معمول درجے کے لوگوں یا خدمت گاروں وغیرہ سے گفتگو کرنے میں استعمال کی جاتی ہے البتہ بہرہ جیور، رہیور، وغیرہ دعا کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔  
 دوسری صورت ہے آئیے، جائیے، لائیے، یہ ادب اور تعظیم کے لئے بڑے لوگوں سے گفتگو کرتے وقت استعمال ہوتی ہے۔

بظاہر یہی صورت بعض اوقات خصوصاً نظم میں مضارع کے لئے استعمال ہوتی ہے اسے امر نہ سمجھا جائے۔ رہتے اب ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو۔

حاضر کے ساتھ غائب کا صیغہ استعمال کرنے سے بھی تقطیع کا پہلو نکلتا ہے جیسے، آپ جائیں، آپ فرمائیں۔

۵۔ عالیہ ناتمام کے بعد (وہ) کے آنے سے امر امداہی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ یعنی اس فعل کے ہمیشہ ہماری رہنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے جیتا رہ، کھاتا رہ، پھوٹتا پھلتا رہ

۶۔ امر کے بعد کہیں نہ آتا ہے۔ جس میں نفی کے معنی نہیں ہوتے بلکہ بخلات اس کے اثبات میں اور تاکید ہوتی ہے۔ آدہ ہم بھی چلیں ابھی تو نہ، کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب

اڈنا ہم بھی سیر کریں کہہ طور کی!

کہیں، تو جی، انہیں تاکید معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے سوتو، بیٹھو تو ذیفرہ۔

## مستقبل

- ۱۔ مستقبل مطلق میں زمانہ آئندہ کا علم حقیقی ہوتا ہے یا ایسا سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ مضارع میں احتمالی یا شرطی ہوتا ہے اور امر میں امکانی
- ۲۔ کہیں پھر ایسا آدمی نہیں ملے گا، جہاں جاؤ گے میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ یہ مثالیں ایسی ہیں جن میں حقیقی اور تقریبی طور پر ایک امر کا بیان کیا گیا ہے مگر بعض اوقات صرف ایسا سمجھ لیا جاتا ہے گو حقیقت میں ایسا نہ ہو مثلاً اگر میں نے وعدہ پورا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے! وہ نہ آیا تو بڑی مشکل

پڑے گہ تم امتحان میں کامیاب نہ ہوئے تو نوکری مشکل سے ملے گی،  
مستقبل کے متعلق بات حال صرف میں بیان ہو چکا ہے۔

## فصل حال

(۱) حال مطلق اصل میں تو یہ فعل حالات موجودہ کو ظاہر کرتا ہے یا  
کسی ایسے کام کو جو اس وقت ہو رہا ہے، لیکن منہذا زمانہ حال کے متعلق  
دوسرے معانی بھی پیدا ہوتے ہیں مثلاً۔

(۱) عادت یا تکرار فعل جیسے جب وہ آتا ہے یہی شکایت کرتا ہے شام  
کے کھانے کے بعد وہ روزانہ باغ کی سیر کو جاتا ہے، یہ دونوں بھائی  
ہر ایک ساتھ آنے اور ساتھ چلتے ہیں۔

(۲) عام اسوہ اوقات جو کبھی باطل نہ ہوں گے یا جن کی نسبت ایسا خیال  
کیا جاتا ہے جیسے داد بھار ہوتے ہیں جو خلق اللہ کی خدمت کرتا  
ہے خدا کے نزدیک بڑا ہی ہوتا ہے، ہزار عتق کر دہمت کا  
لکھا پورا ہوتا ہے۔

(۳) مستقبل قریب میں جگہ قریب کے لئے جیسے میں ابھی جاتا ہوں، ابھی  
حاضر ہوتا ہوں، حال نا تمام ابھی بعض اوقات ان معنوں میں آتا  
ہے جیسے میں شہر جا رہا ہوں۔

(۴) زمانہ گزشتہ کے لئے جسے حال حکائی کہتے ہیں جیسے ابابہ ہندوستان  
پر حملہ کرتا اور افغانوں اور راجپوتوں کو شکست دیتا ہے مولانا روم  
فرماتے ہیں میں جو زندہ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بے چاری معصوم لڑکی  
زمین پر پڑی تڑپ رہی ہے۔

۵ بعض اوقات ایسے فعل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو زمانہ گزشتہ میں شروع ہوا اور حال میں بھی جاری ہے، جیسے، میں چند روز سے دیکھتا ہوں یا دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ اپنا فرض پورے طور پر ادا نہیں کرتے (ب) وہ تمام ایسے فعل کے لئے آتا ہے جو بلحاظ زمانہ حال پورا ہو چکا ہے لیکن بعض اوقات اس کے سوا اور بھی معنی دیتا ہے مثلاً۔  
(۱) کبھی ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں فعل تمام نہیں ہوتا، لیکن دوسرے میں حال تمام ہی لکھا اور پورا جاتا ہے۔ جیسے تم کیسے بے فکر بیٹھے ہو۔

۱۲ بعض اوقات ایسے موقع پر جہاں ازروئے قیاس ماضی ہونا چاہئے تھی مثلاً یہ لوگ کسی زمانے میں بڑے نامور گزروے ہیں پچھلے زمانے میں وہ بھی اپنا نام کہہ گیا ہے۔  
(۳) بجائے ماضی مطلق، جیسے مجھے کل ہی بادشاہ نے حکمت عطا فرمایا ہے (۴) گزشتہ زمانہ بعد کو ظاہر کرنے کو جیسے حدیث میں آیا ہے، خدا نے فرمایا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے۔

## ماضی

(۱) ماضی مطلق، ایسے فعل کو ظاہر کرتا ہے جو زمانہ گزشتہ میں ہلا تھیں (۲) انت ہوا مگر علامہ اس کے محاورے میں بعض دوسرے مقامات پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً  
(۱) بعض اوقات حال بجائے جیسے، آپ یہاں بہت دنوں رہے (یعنی بہت دنوں سے ہیں)  
یا حال تمام کے بجائے، جیسے، آپ بہت دنوں تک بچے رہے (یعنی

بہت دنوں سے بچے بوئے ہیں، اب یہاں تنکا نہیں بچا، نہیں دیتا ہے۔

(۲) بجائے مال مطلق، جیسے اس شہر میں جو آپ سے نہ ملا اس کا آنا یہاں بے کار رہا، یعنی جو آپ سے نہیں ملا اس کا آنا یہاں بے کار رہا۔ (۳) بجائے مستقبل، وہ آیا اور میں چلا، جس وقت وہ آئے گا، میں چل دوں گا، یعنی اس کے آتے ہی چلا جاؤں گا، یا بول چال میں نوکھ کو آواز دیتے ہیں۔

’یہاں آؤ، وہ جواب دیتا ہے، آیا،‘ یا اس سے کہتے ہیں: ’پانی پلاؤ‘ وہ کہتا ہے: ’لایا۔‘ ان میں مستقبل کے معنی ہیں۔

(۴) ماضی ناتمام، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاص زمانہ گزشتہ میں کام جاری تھا، اس کا اظہار مختلف صورتوں سے ہوتا ہے۔

۱۱: وہ کانچ میں پڑھتا تھا۔

(ب) وہ کانچ میں پڑھتا رہا تھا۔

(ج) وہ ایک مدت تک کانچ میں پڑھتا رہا، وہ مدت تک کانچ میں پڑھا کیا

صورت اول فعل جاریہ بلا تعین (بہ تعین وقت ہے۔

صورت اول فعل جاریہ بلا تعین (بہ تعین وقت ہے۔

صورت دوم اس وقت استعمال ہوتی ہے، جب ہم کسی وقت خاص

یا مدت کا ذکر کرتے ہیں مثلاً جب میں وہاں گیا تو وہ کانچ میں پڑھ

رہا تھا صورت سوم ایسی حالت میں استعمال ہوتی ہے، جب کہ زیادہ مدت کا اظہار کرنا

مقصود ہو یا جب اس کے ساتھ دوسرے فقرے میں اس سے کوئی نتیجہ نکالا

جائے مثلاً وہ ایک مدت تک کانچ میں پڑھتا رہا، اگر کچھ حاصل نہ کیا۔

صورت چارم، صورت سوم کے مثل ہے یا بعض اوقات ایسے سورج پر استعمال ہوتی ہے کہ دوائے فعل متواتر جاری ہوں جن کا باہم تعلق ہے میں کہا کیا اور وہ سنا کیا۔

صورت سوم بھی اسی طرح استعمال ہوتی ہے۔

ماضی ناتمام سے بعض اوقات خاص زمانے میں فعل کا بہ تکرار واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً جہاں کہیں وہ پہنچے تھے لوگ ان کا گرم جوش سے استقبال کرتے تھے۔

بعض اوقات فعل امرادی حذف بھی ہو جاتا ہے، جیسے جہاں کہیں وہ جاتے ہیں لوگ ان کا گرم جوش سے استقبال کرتے۔

(۳) ماضی تمام، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کام کو ختم ہونے ایک مدت گزر گئی۔ جیسے میں اس سے ملے گیا تھا۔

کبھی ماضی تمام ایک فعل گزشتہ کے فعل ماقبل کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے، جیسے وہ اس وقت آیا جب کہ میں کھانا کھا چکا تھا۔

### افعال احتمالی و شرطیہ

حال احتمالی۔ اس سے پہلے حصہ صرف حال احتمالی کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ یعنی آتا ہوگا، یا آ رہا ہوگا ان دونوں کے مفہوم میں جبروت ہے وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔

لیکن ان دونوں سے فعل کے متعلق گمان غالب کا ہونا پایا جاتا ہے۔ یعنی گمان غالب ہے یا اغلب ہے کہ وہ آتا ہو، لیکن ایک صورت ان کے علاوہ حال احتمالی کی اور ہے جس میں گمان آخر میں نہیں آتا، یعنی وہ آتا ہو۔ یہ صرف گمان احتمال صورت ہوتی ہے اور انجیب کا خیال مطلق نہیں ہوتا مطلقاً شاید وہ ایسا کہتا ہو، لیکن یہ کہ وہ صبح کو گھر سے نہ نکلتا ہو، وہاں سے چلو جہاں وہ بہتے ہیں، اسی

طرح دوسری حالت بھی بغیر ماحول کے استعمال ہوتی ہے جیسے شاید وہ آ رہا ہے۔ اس کھیت میں شاید اسی کے مویشی چر رہے ہوں۔

حال احتمالی کی یہ آخری صورت ایسے موقع پر تشبیہ کے لئے استعمال ہوتی ہیں کہ جہاں واقعی اور حقیقی حالت نہ ہو بلکہ فرضی ہو جیسے وہ اس طرح سے چلا آ رہا ہے، جیسے کوئی تجارتی آ رہا ہو، درختوں پر سے آم ایسے پٹ پٹ گر رہے ہیں، جیسے اولے برس رہے ہوں،

بعض اوقات حال ماضی کے معنی میں دیتا ہے۔ مثلاً کسی سے پوچھیں کہ تم نے اسے کبھی ایسا کرتے دیکھا تو جواب دے کہ کرتا ہو گا، مگر اس کے احتمالی کے ساتھ ہمیشہ زمانہ گزشتہ کی حالت کا اظہار ہوتا ہے۔

حال شرطیہ، حال شرطیہ درحقیقت مفارع ہے لیکن مفارع میں اور حال میں فرق ہوتا ہے، یہ فرق پہلے بیان میں ہو چکا ہے یعنی مفارع سے اسکا فی حالت معلوم ہوتی ہے اور حال سے واقعی جیسے۔

(۱) سینہ بر سے تو کھیت پینے مفارع

بچو برستا ہے تو کھیت پینتا ہے (حال)

(۲) اگر وہ آئے تو آنے دو۔ (مفارع)

اگر وہ آتا ہے تو آنے دو۔ (حال)

دوسری مثال میں بھی مفارع سے وہی اسکا فی حالت معلوم ہوتی ہے مگر حال سے فاعل کی آمادگی ظاہر ہوتی ہے۔

### ماضی احتمالی

(۱) اس میں احتمال پایا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی فعل کی تکمیل کے متعلق گمان غالب ہوتا ہے جیسے آپ نے خبر سنی ہوگی اب تو اس سے

کھانا کھا دیا ہوگا۔

(۱) بعض اوقات اس سے تشویش بھی پائی جاتی ہے، مثلاً اتنی رات گئے

جو سو را آیا ہے تو نہ معلوم کیا خبر لایا ہوگا،

(۲) بعض اوقات علامت آخر کا، حذف ہو جاتی ہے مگر اس کے ساتھ

ہی معنوں میں بھی فرق ہو جاتا ہے، عموماً ذیل کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) شرطیہ جملوں میں شرط میں واقعیت نہیں ہوتی بلکہ فرضی صورت ہوتی

ہے۔ جیسے اس نے اگر کوئی حرکت کی ہو۔

(۲) اس کا وہ جیساں لڑکوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے امتحان

دیا ہو اور کامیاب نہ ہوا ہو۔

(۳) شک، جیسے، شاید اس نے یوں ہی کہہ دیا ہو ممکن ہے اس نے

دل لگی کی ہو۔

(۴) تشبیہ کے لئے جیسے، وہ اس سے ایسا جلتا ہے جیسے اس نے اس

کا باپ مارا ہو۔

(۵) آزادی۔ جو کچھ بھی اس نے کہا ہو اور جو کچھ بھی اس نے کیا ہو

سب سچ ہے۔

## ماضی شرطیہ

(۱) اس سے شرط کے ساتھ ایک ایسے فعل کا اظہار ہوتا ہے جو درتو

میں نہیں آیا جیسے اگر تم اس سے اس وقت ذکر کر دیتے تو یہ نوبت نہ آتی،

علامہ اس کے اس سے اور بھی چند معنی پیدا ہوتے ہیں۔

(۲) اکثر اس سے زمانہ گزشتہ میں فعل کا بالمرہ واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے

جیسے جہاں کہیں وہ بیٹھتا مجلس کو گزار بنا دیتا، یہ کہیں وہاں طے آتا

### اپنا دکر اڈتا۔

(۳) اس ماضی میں عموماً دو جملے ہوتے ہیں، ایک شرط اور دوسرا اعتداء، جہاں یہ بتاتا ہے کہ اگر شرط پوری ہو جاتی تو کیا ہوتا جیسے، اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں یہاں بھی نہ آتا، اگر وقت پر نہ پہنچ جاتے، ایک بھی نہ بچتا، اگر میں یہاں ہوتا اس کی بجائے مٹی کہ وہ ایسا کرتا۔

کبھی مفرد جملوں میں شرط کے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: "میں اسے کیوں نہ پیار کرتا، وہ اس سے کیوں نہ ملتا۔"

(۴) بعض اوقات آرزو کے اظہار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: "کاش وہ آج میرے ساتھ ہوتا۔"

ایسے جملوں میں جملہ آرزو کو جو محذوف ہوتا ہے شرط کی جزا سمجھنا چاہئے یعنی تو کیا اچھا ہوتا۔

۵۔ اس فعل سے عموماً تنہا بھی ظاہر ہوتی ہے اور اسی لئے بعض تو اظہار کیوں نے اس کو ماضی تنہا ہی لکھا ہے، جیسے میں اب یہ بڑھا ہو گیا ہوں ورنہ تمہاری کچھ فرصت کہتا، وہ آجاتا میں بھی اس سے مل لیتا۔

(۶) ایک صورت اور اس ماضی کی ہے، جیسے، اگر میں وہاں نہ گیا ہوتا تو اچھا ہوتا، جانا کی بجائے "گیا ہوتا، استعمال ہوا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں فعل ختم ہو چکا ہے، باقی شرطیہ صورت وہی ہے لیکن اب ایسے واقعے کا اظہار ہے جس کا ہونا گزشتہ زمانے میں ممکن تھا لیکن وقوع میں نہ آیا۔ اور یہ حالت ماضی شرطیہ کی دوسری صورتوں میں بھی پائی جاتی، لیکن جب تک فعل، فرضی، کی اہمیت کا زیادہ خیال ہو تو آخری صورت استعمال کی جاتی ہے۔

## افعال مجہول

طور مجہول اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کہ فاعل نامعلوم ہو یا  
فاعل طور پر اس کا ذکر نہ کیا جائے۔

اگرچہ یہ اکثر فعل متعدی سے مخصوص ہے مگر بعض اوقات یہ صورت  
فعل لازم کے ساتھ بھی آتی ہے۔ مثلاً اس سے جا کر آیا نہ گیا۔ مجھ سے ملا نہیں  
جاتا طور متعدی کے ساتھ یہ صورت عام طور پر مستعمل ہے۔

خط میرا پھینک دیا یہ کہہ کر  
ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا

ان مثالوں میں جانا، معنی سکنا ہیں، اگرچہ ادب کے جملوں میں فعل کی  
صورت طور مجہول کی کام ہے مگر وہ درحقیقت طور۔ لازم میں ہیں یہ استعمال  
ہمیشہ نفی کی حالت میں ہوتا ہے۔

یہاں، جانا، بطور معروف میں فعل امدادی کے آیا ہے، اس میں  
اور طور مجہول میں فرق کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو تو اعراب پہلے کہ چکے ہیں  
اس موقع پر یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افعال مجہول کی  
نفی نہیں اور نہ دونوں کے ساتھ آتی ہے اور نفی افعال کے متعلق جو تو اعراب پہلے  
بیان کر چکے ہیں وہی اس پر حائل ہوتے ہیں۔ لیکن صرف نفی فعل کی ابتداء  
یا اصل فعل اور اسے ہی فعل جانا کے درمیان دونوں طرح آتا ہے جیسے  
وہ آج نہیں نکلا مہلے گا، وہ آج نکلا نہیں جائیگا وہ نہیں پڑا لگا وہ پکڑا نہیں گیا۔  
تعدیہ افعال

تعدیہ افعال کی مفعول بحث حصہ صرف میں آچکی ہے یہاں کسی

امر کے فاعل طور پر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے،

## افعال مرکب

افعال امدادی میں چند امور فاعل طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

۱۔ افعال مرکب تاکیدی میں جب امدادی فعل لازم اور خواہ اصل فعل متعدی کیوں نہ ہو، مرکب فعل کی صورت زمانہ تمام میں لازم کی سی ہوگی، اور فاعل کے ساتھ نہ، استعمال نہ ہوگا جیسے، اس نے سٹھال کھانا لیکن وہ سٹھال کھا گیا یا کھا چکا، یہاں گیا اور چکا، افعال امدادی لازم ہیں اس لئے باوجود دے کہ اصل متعدی ہے مگر فاعل کے ساتھ۔

نے، استعمال نہیں ہوا۔

لیکن جہاں فعل امدادی متعدی ہے وہاں، نے، براہ استعمال ہوتا

ہے، جیسے، اس نے پرندے کو مار ڈالا۔

لیکن، لینا، دینا کی حالت مشتق ہے، یعنی جب یہ فعل متعدی کے ساتھ آتے ہیں تو، نے، استعمال ہوتا ہے اور جب لازم کے ساتھ آتے ہیں تو، نے، نہیں آتا اور صورت لازم کی ہوگی ہے جیسے وہ میرے ساتھ ہو گیا، وہ چل دیا۔ میں نے کھانا کھا لیا، اس نے بات سن لی، وہ نہیں کھائی دیا۔ اس مرکب فعل میں اگرچہ دونوں جز متعدی ہیں مگر مرکب حالت میں لازم ہیں، اسی طرح آواز سنائی دی۔

۲۔ سکتا، الگ استعمال نہیں ہوتا۔ ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھ آتا

ہے، لیکن البتہ الگ استعمال ہوتا ہے جیسے میرا بھگڑا چک گیا، اس کا متعدی چکا نا ہے جیسے بھگڑا یا قرض چکا دیا۔

۳۔ چاہئے۔ اکثر افعال کے ساتھ فرض و اجبیت کے اظہار کیلئے استعمال

ہوتا ہے، جیسے اسے وہاں جانا چاہئے تھیں یہ کتاب پڑھنی چاہئے، بعض اوقات بجائے مصدر کے حالی تمام کے، جو ماضی مطلق کی صورت میں ہوتا ہے، استعمال ہوتا ہے۔ جیسے۔

میر نہیں پیر تم کا بی اللہ دے

نام خدا ہو جو اچھ تو کیا چاہئے

یہ استعمال قدیم ہے، جواب کم ہوتا جاتا ہے، اور اس کی جگہ مصدر نے لے لی ہے۔

۵۔ بعض امدادی افعال آخر میں آنے کے بجائے اصل فعل کی ابتداء میں آتے ہیں جیسے، دے مارا، دے چکا، یہاں تانیث تذکیر کا اثر اصل فعل پر ہوگا، میں نے کتاب دے چکی، اس نے گھر ادا دے چکا، اسی طرح آ، اور جا بھی ابتدا میں آتے ہیں جیسے آچھا، جا لیا، آ لیا، نیز، لے، کا استعمال بھی اسی طرح ہوتا ہے، جیسے، لے بھاگا، لے اڑا

۶۔ مرکب افعال کا باقی ذکر صرف میں مفصل ہو چکا ہے، البتہ ان مرکب افعال کے متعلق جو اسماء صفات وغیرہ کی ترکیب سے بنتے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ان اسماء و صفات کے اثر فعل کی تذکیر و تانیث پر کچھ نہیں پڑتا مثلاً، وہ میرے کام کو برا کہتی ہے، وہ میرے کام کو برا کہتا ہے، وہ اس حرکت سے باز رہا، وہ اس حرکت سے باز رہی، اس نے فوج کا شمار کیا، اس نے جمیع کے دانے شمار کئے، اس نے کوسیاں شمار کیں۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ قاعدے صرف انہیں اسماء کے ساتھ ہرنا جاتے گا۔ جو جز و فعل ہو کر مفعول فعل کا کام دیتے ہیں، جیسے، شمار کرنا، یاد کرنا، شروع کرنا وغیرہ مگر جہاں ایسے اسم مفعول واقع

ہوتے ہیں تو فعل بنس و تعداد میں ان کے مطابق ہوتا ہے، مثلاً: دلاسا  
دیا، تسلی دی، اطلاع دی وغیرہ میں اسم کا اثر برابر فعل پڑتا ہے، البتہ صفات  
کا اثر ہرگز فعل پر نہیں پڑتا کیوں کہ وہ تیز کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

ہندی مرکب افعال کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً نام دھرنا، میں نام کا اثر  
فعل پر نہیں پڑے گا، وہ میرے کام پر نام دھرتا ہے، وہ میرے کام پر نام  
دھرتی ہے اس نے فضول سیری راہ دیکھی، اس نے فضول میرا راستہ دیکھا، یہاں  
اسم کا اثر فعل پر ہوا، کیونکہ یہاں اسم مفعول واقع ہوا ہے مگر نام دھرنا  
ادھار دینا یا لینا، یا کھانا، یا کھانا وغیرہ میں اسم جز فعل ہے اور اس کا  
کوئی اثر فعل پر نہیں پڑتا۔

مرکب افعال میں انہیں اسماء کا اثر فعل پر نہیں پڑتا جو ادل تو جو فعل  
ہو گئے ہیں، وہ سرے جب کہ یہ اسم خود مفعولی واقع نہ ہوئے ہوں،  
۱۔ افعال مرکب کے متعلق ایک امر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اکثر اوقات  
بعض تعظیم و ادب استعمال کئے جاتے ہیں، مثلاً اس نے کہا، اس سے زیادہ  
تعظیم مقصود ہوتی تو کہیں گے، انہوں نے فرمایا، اور اس سے بڑھ کر ارشاد  
فرمایا وہ آئے اور تشریف لائے۔

بعض اوقات متانت و ثقاہت کے لئے مرکب فعل استعمال  
ہوتے ہیں، مثلاً پوچھنے کی جگہ دریافت کیا یا استفسار کیا، مانگنے کی جگہ  
طلب کیا، اسی طرح تنادل فرمانا، نوش فرمانا، ایسی صورتوں میں عربی اور  
فارسی الفاظ ہندی کے سادہ مصادر کے ساتھ آتے ہیں۔

## تتمیز

صرف میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض الفاظ تمیز حروف ربط سے مل کر مرکب صورت میں آتے ہیں، مثلاً کہ سے، جب سے، اب تک، جب تک کہاں تک، جہاں تک، وغیرہ اسی طرح تاکیدی صورتوں کے ساتھ بھی یہ استعمال ہوتا ہے جیسے ہیں سے، کہیں سے وغیرہ لیکن بعض اوقات تمیز زبانی و مکانی حروف اضافت کے ساتھ مل کر صفت کا کام دیتے ہیں جیسے اب کے سال کس کا روزہ کہاں کی نماز، وہ کہاں کا باشندہ ہے، وہ ایسا کہاں کا امیر ہے۔

۱۔ کہاں علاوہ استفہام کے جب ایک جملے میں یہ تکرار الگ الگ نفردوں کے ساتھ آتا ہے تو اس سے تعجب یا فرقِ عظیم ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے، جیسے کہاں وہ، کہاں میں، کہاں زرہ، کہاں آفتاب، کہاں، راہِ بھونچ، کہاں گنگا تیلی

کہاں کہاں جب ایک ہی ساتھ آتے ہیں تو اس کے معنی جگہ جگہ کس کس جگہ کہہ جاتے ہیں جیسے۔

اذان دی، کیسے میں، ناگرمی دیر میں پھونکا۔

کہاں کہاں تیرا عاشق تجھے پکار آیا؟

کہاں کہاں گیا اور کیا کیا دیکھا ایک طویل داستان ہے۔  
رسنکرت میں اسی طرح کما کما استعمال ہے۔

جہاں جہاں، ہر جگہ، جگہ جگہ، ہر کہیں کے معنوں میں جیسے جہاں جہاں  
یہی ردنا ہے۔

۲۔ کہیں کے معنی کسی جگہ کے ہیں لیکن بعض اوقات محاورے میں اظہار  
شک یا اندیشے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہیں وہی نہ ہوں مجھے  
ڈر ہے کہ کہیں اس نے راز ظاہر نہ کر دیا ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ چلا جائے  
کہیں وہ آگیا تو غضب ہو جائے گا۔

کبھی یہ صفات کے ساتھ آتا ہے، اور صفاتی معنوں کے بڑھانے  
کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے وہ اس سے کہیں بڑا ہے یہ درخت اس  
سے کہیں اونچا ہے۔

کہیں کہیں، کسی کسی جگہ کے معنوں میں آتا ہے بعض اوقات اس میں  
حرف نفی میں بھی داخل ہوتا ہے، لیکن اس سے نفی مقصود نہیں ہوتی بلکہ  
اس سے اثبات میں زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے جیسے کہیں نہ کہیں ضرور  
مل جائے گا۔ ان دونوں کے معنوں میں قصور اس فرق ہے

کہیں کہیں معنی ہیں، کسی جگہ یعنی بہت کم، مثلاً کوئی کہے "اس ملک میں اکثر پھرا  
نیم کا درخت کہیں کہیں نظر آتا ہے" یا کوئی کہے "اس ملک کے اکثر مقامات  
میں پھرا مگر نیم کا درخت کہیں" نظر نہ آیا۔ صورت معنی میں زیادہ  
زور دیتا ہے جیسے مل جائے گا کہیں نہ کہیں :-

۳۔ جہاں جہاں جس جس جگہ معنوں میں آتا ہے، جیسے جہاں  
جہاں گیا یہی افتاد پڑی۔

۴۔ ادھر ادھر ایک ساتھ مل کر بھی آتے ہیں اور بالقابل الگ الگ  
فقرہ میں بھی استعمال ہوتے ہیں:

جیسے، کیوں ادھر ادھر پھر رہے ہو ادھر یہ چلا رہا ہے، ادھر  
وہ کھڑا رہ رہا ہے۔

۵۔ یوں۔ جیسے، یوں کہو۔ یوں تو یہ بھی برا نہیں۔

کہتے تھے کہ یوں کہتے جو وہ آتا

سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

یہاں اس طرح کے معنی ہیں، لیکن کبھی اس خیال یا اس لحاظ  
کی جگہ آتا ہے (مگر تو کے ساتھ) جیسے

یوں تو محضوں کے بھی چچا ہیں ہم (میر)

یوں تو ہر شخص اپنی رائے کا مختار ہے،

کبھی یہ کے معنوں میں جیسے۔

یوں کیوں نہیں کہتے کہ مجھے مانا ہی منظور نہیں؟

۶۔ پردے سمیت کے ساتھ فاصلے کو بھی بتاتا ہے جیسے، وہ کھیت اس

سے پردے سے پردے جابا پردے سے ہٹ کے معنی دور ہو کے ہیں۔

اہل لکھنؤ اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے لیکن مشکل یہ ہے کہ ان معنوں

میں کوئی دوسرا لفظ بھی نہیں ان کی طرف سے ادھر کا لفظ پیش کیا جاتا ہے،

لیکن اہل ذوق جانتے ہیں کہ ادھر ادھر پردے میں بہت فرق ہے درے

قریب کے لئے انہیں معنوں میں مستعمل ہے،

۷۔ دیے قریب قریب یوں کے معنوں میں آتا ہے جیسے، دیے تو یہ

بھی اچھا ہے یعنی معمول حالت میں کیسا کیسی، کیسے، کبھی تعجب کے اظہار

کے لئے کس قدر کے معنوں میں آتے ہیں جیسے بادل آسمان پر کیسے

دورے دورے پھرتے ہیں، کسی تلملاتی ہوئی پھر رہی ہے اور کبھی کیوں کر

کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے پہاڑی رات کیسے کٹے گدہاں کیسے آنا ہوا،  
اتنا میں کے ساتھ مل کر تیز زماں کا کام دیتا ہے، جیسے، اتنے میں  
دہ آگیا بعض اوقات قیمت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے یہ چیز  
اتنے میں آئے گی۔

۸۔ ہی تاکید اور ہر کے لئے آتا ہے، جیسے، یہ تو ہے ہی مگر تلاش اس  
سے اچھی کی ہے، دہ بانٹا ہی نہ تھا، بڑی مشکل سے بھیجا ہے میں تو آ ہی  
چکا تھا، بلانے کی ضرورت نہ تھی، دہ بانٹا ہی نہیں، دہ اس کے دم میں  
آ ہی گیا۔

۹۔ سہی داس کی اصل صحیح بتائی جاتی ہے قدیم اردو میں اس  
لفظ کو صحیح ہی لکھتے ہیں، جیسے، سن تو سہی، کہہ تو سہی، اکثر تو، کے ساتھ  
مل کر آتا ہے، بعض اوقات اپنے اصل معنوں کی طرف رجوع کرتا ہے،  
جیسے جھڑکی سہی ادا سہی ہیں، جہیں سہی  
سب کچھ سہی ہر ایک نہیں کی ہیں سہی  
کبھی جھکی کے معنی دیتا ہے، جیسے آؤ تو سہی، کھاؤ تو سہی ان  
معنوں میں ہمیشہ تو کے ساتھ آتا ہے۔

کبھی آمادگی ظاہر کرتا ہے جیسے تم جاؤ تو سہی پھر دیکھا جائے گا،  
کبھی استغنا ظاہر کرتا ہے، لیکن حرف نفی کے ساتھ۔  
نہ ستائش کی تمنا نہ میلے کی پروا۔  
نہ سہی گھرے اشعار میں معنی نہ سہی

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ ہوئی

استحصال اور بھی باقی ہیں تو یہ بھی نہ سہی۔

۱۰۔ کو تیز کے لئے آتا ہے، جیسے دیکھوں تو، بیٹھو تو۔

۱۱۔ کہ بعض اوقات محاورے میں ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ جب کہ

ایک فعل کے وقوع میں آنے سے پہلے کوئی دوسرا فعل واقع ہو جیسے میں

آواز دینے کو ہی تھا کہ وہ آگیا، وہ بولنے ہی کو تھا کہ میں نے ردک دیا،

ان جملوں میں کہ تیز زماں ہے اور جب یا اتنے میں کے معنی دیتا

ہے۔

۱۲۔ بھی، کبھی ذرا اور تھوڑا اور کے معنوں میں آتا ہے، جیسے ٹھہر

کبھی، چلے جانا۔

کبھی رفق تال کے لئے جیسے، کھا بھی لیا، لکھ بھی لیا،

کبھی اظہار اضطراب کے لئے جیسے چلو بھی (یعنی بہت بیٹھے اب چل دیو)

اشتراک کے لئے، وہ بھی آئے تم بھی آؤ۔

یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے دماغ

رہا ہوں رند بھی اسے شیخ پارا بھی میں حال

۱۳۔ خیر (سے کے ساتھ) اچھی حالت کے ظاہر کرنے کے لئے جیسے خیر

سے ہیں یا خیر سے ہو پئے گئے!

کبھی طنزاً جیسے خیر سے آپ ملک کے بڑے ہمدرد اور ہی خواہ ہیں اکثر

خیر کا لفظ ابتدائے کلام میں آتا ہے، جس سے مقصود گفتگو ختم کرنے

کا ہوتا ہے، جیسے خیر سے یہ سب کچھ ہوا۔ اب ارادہ کیا ہے خیر اب

تشریف لے جائے پھر دیکھا جائے گا۔

کبھی استغنا کے معنی ظاہر کرتا ہے، جیسے اخیر کیا مضافتہ ہے،

کبھی اچھا، یا بہتر کی بجائے جیسے خیر یوں ہی ہے۔

کبھی دھکی کے لئے۔ جیسے خیر دیکھا جانے گا۔

۱۴۔ اچھا، خیر کے تیسرے معنوں میں بھی استعمال ہے جیسے اچھا تو تم آؤ گے کب، اچھا اب چلتے ہو یا نہیں؟

استدراکی معنوں میں جیسے، اچھا تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے کیوں

پڑے ہو،

ہم پیشہ و ہم مشرب ہم راز ہمیر۔ غائب کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے،

کبھی اظہار تعجب کے لئے خصوصاً جب کسی ایسے امر کی اطلاع ہو

جو خلاف توقع ہے، اچھا یہ بات ہے، اچھا تو معاملہ یوں تھا۔

مخاطب کے جواب میں کسی امر سے اتفاق ظاہر کرنے یا حکم کی تعمیل

کے لئے جیسے، اچھا جاتا ہوں، اچھا میں حاضر ہوا۔

جملے کی ابتدا میں محض تزیین کلام کے لئے جیسے اچھا یہ تو کہو تمہارے

والد کب تک یہاں ٹھہریں گے۔

دھکی کے لئے جیسے، اچھا سمجھوں گا۔

۱۵۔ بھلا، جملے کی ابتداء میں محض حسن کلام کے لئے آتا ہے، جیسے

بھلا اس کی کس کو خبر تھی، بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا، اچھا کے معنوں میں جیسے

بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں (میر)

کو، کے ساتھ عا درے میں اچھا ہوا، خیر، جیسے کے معنوں میں

بھلے کو دہاں موجود تھے۔

میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ  
 ہر ایک پوچھتا تھا کہ حضرت ادھر کہاں داغ  
 ۱۶۔ بارے، کچھ مگر یا لیکن کے معنوں میں آتا ہے، جیسے، یہ سب  
 کچھ ۱۷، مارے اسے کیا جواب دو گے۔  
 لیکن تیز کی حالت میں اس کے معنی، آخر، یا بہر حال کے ہوتے  
 ہیں، جیسے بارے وہ بہتارے کہنے سے مان تو گیا، بارے گرتے پڑتے  
 کچھ ہو تو گیا۔

بارے دنیا میں رہو مزدور یا شاد رہو،  
 ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بیت یاد رہو (میر)  
 مگر یہ استعمال کم ہوتا جاتا ہے۔  
 ۱۸۔ کیوں، برائے استفہام جیسے، تم وہاں کیوں گئے، کبھی محض  
 اظہار سبب کے لئے یعنی کسی لئے، کے معنی میں جیسے، میں وہاں کیوں جاؤں  
 جسے مزدورت ہوگی آپ آجائے گا۔  
 فعل نہ ہوا کے ساتھ کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔  
 کبھی مخالف کے کلام کی تائید کے لئے، جیسے کیوں نہ ہو۔  
 جب آپ جیسے قدردان ملک کے ہوں،  
 ۲۔ کبھی طنز بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کیوں نہ ہو، آپ ہی  
 تو فائدہ ان کے چراغ ہیں۔  
 ۳۔ کبھی محض زور دینے کے لئے، جیسے۔

۴۔ انجمن سمجھتے ہیں فلوٹ ہی کیوں نہ ہو۔  
 ۵۔ کسی ہی مشکل کتاب کیوں نہ ہو وہ فر فر پڑھتا اہلا جاتا ہے۔

(یہ صورت منفی، تاکیدی اثبات کے لئے استعمال ہوتی ہے،  
۱۸۔ مترادف پہلے اکثر لکھا اور بولاجاتا تھا، اب صرف نظم میں رہ گیا  
ہے، اس کے معنی ضرور کے ہوتے ہیں، جیسے، آنکھوں کے میلے مقرر چلو  
میر انشاء اللہ خاں۔

سخرہ بن کے بھی آنے گا مقرر کوئی (شعری)  
۱۹۔ بلا سے یہ فقرہ عموماً اظہارِ بے پردائی کے لئے استعمال ہوتا  
ہے جس کے معنی ہیں: ہماری طرف سے کچھ بھی ہو جائے گا۔  
دنیا میں بادشاہ ہو کوئی یا وزیر ہو  
اپنی بلا سے بیٹھا رہے جب فقیر ہو!  
اس صورت میں ضمیر کی اضافی حالت کے ساتھ آتا ہے۔  
کبھی اس کے معنی کم سے کم لکھی ہوتے ہیں، جیسے بلا سے یہی ہو  
جائے۔

۲۰۔ آگے، مکان کے لئے جیسے، آگے آؤ،  
زماں کے لئے۔ یہ معنی زمانہ گزشتہ جیسے  
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی  
اب کسی بات پر نہیں آتی  
بہ معنی زمانہ مستقبل۔ آگے کا حال خدا جائے۔  
ابتداءئے عشق ہے روتا ہے کیا  
آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا،  
۲۱۔ ہونہ ہوتا تاکیدی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی  
ضرور کے ہوتے ہیں، جیسے ہونہ ہویتو وہی معلوم ہوتا ہے،

۲۲۔ بعض اوقات عالیہ معطرہ بھی تیز کا کام دیتا ہے، جیسے وہ  
کھلکھلا کر ہنس پڑا، وہ زندہ کھود کے نکالا گیا۔  
ہنیں کھیل اسے داغ پاروں سے کہہ دو  
کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے

جو مجھے میں بیٹھو تو اٹھو نہ جب تک  
کہ اکٹھ جائیں ساتھی سب ایک لیک کر کے  
۲۳۔ بعض اوقات اسم بھی تیز فعل کا کام دیتا ہے مگر ایسی صورت  
میں یہ عموماً جمع میں استعمال ہوتا ہے، جیسے اس موسم میں اناج اگیوں  
بڑھتا ہے، وہ گھٹنوں پہناتا ہے خوشی کے مارے اس کا دل ہانسون  
اچھلنے لگا۔

۲۴۔ اسی طرح صفت بھی بعض اوقات تیز کا کام دیتی ہے۔ جس  
کا بیان ہو چکا ہے۔ جیسے ان کی بھل کہی، وہ شر خوب کہتا ہے، میں نے  
بہت سمجھایا۔

۲۵۔ اس کے علاوہ ہندی، فارسی، عربی کے چھوٹے چھوٹے فقرے  
جو حرف کے ساتھ دو دو تین تین الفاظ ل کر بنتے ہیں تیز کا کام دیتے  
ہیں۔ جیسے کم سے کم، زیادہ سے زیادہ، تا اسکان۔  
حقاً الوسیح، بیٹھے بٹھائے، رفتہ رفتہ، جوں کا توں، ہویہ  
ہو دینرہ دینرہ۔

## حروف حروف ربط

حروف ربط میں سے حروف اضافت، حروف فاعل، مفعول کا ذکر مفصل اپنی اپنی جگہ پر کر دیا گیا ہے نیز ہندی کے ماخذ اصل سے بھی بحث ہو چکی ہے، اب یہاں بعض حروف ربط کا صرف استعمال بتایا جائے گا، حروف ربط (چار) مفصل ذیل کے اسماء کے بعد آتے ہیں۔

- ۱۔ اسم کے بعد، جیسے احمد سے کہو،
- ۲۔ صفت کے بعد، جب بطور اسم مستعمل ہو، جیسے برس سے چکو نیک سے لو۔

- ۳۔ ضمیر کے بعد، اس سے کہو۔
- ۴۔ فعل کے بعد، اس کے سننے میں فرق ہے،
- ۵۔ تیز کے بعد، آہستہ سے نکل جاؤ۔

میں

ظرف مکان کے ساتھ۔ جیسے  
 عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں  
 وہ تجھ گلی میں ملا۔  
 جودل میں ہے وہ زبان پر نہیں۔  
 ح خال جیم کھ بیٹ میں ایک نقطہ

مذہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت  
مرد ہو تو میدان میں آؤ،

سیر پہ لٹ پل نہ پاؤں میں جوتا،  
شیشے میں پری اتر آئی،

ظرف زمان کے ساتھ جیسے  
آٹھ میں پانچ منٹ باقی ہیں،  
دیر میں آنے سے نہ آنا اچھا۔

سیر کا مزہ ہانڈی رات میں ہے،  
سال میں ایک بار ہفتے میں چار بار  
آن میں کچھ ہے، آن میں کچھ،

گھڑی میں تول گھڑی میں ماشہ،  
حالت یا کیفیت، طور یا طریقے کے لئے جیسے۔

وہ غصے میں ہے، رنج یا خوشی میں ہے، وہ مارے خوشی کے  
آپے میں نہیں سماتا، ہوش میں آؤ، اللہ کے نام میں برکت ہے حرکت  
میں برکت، بیس دانتوں میں زبان نام میں کیا دھرا ہے، بات  
میں بات پیدا کرتا ہے، دم میں آگیا، اس کی زبان میں اثر ہے  
ہاتھ میں شغل ہے، دل میں کھوٹ ہے۔

اظہار نسبت کے لئے جیسے عمر میں بڑا، اپنی گلی میں کتا بھی  
شیر ہے مقابلے کے لئے۔ جیسے کچھ میں اس میں زمین د آسمان کا  
فرق ہے لاکھ میں ایک ہے، آدمی آدمی میں کیا فرق ہے۔  
دزن کے لئے جیسے تول میں کم ہے سیر میں چار چڑھتے ہیں،

تعداد کے ساتھ جیسے، دس آدمیوں میں تقسیم کر دو، سو میں کہدوں  
لاکھ میں کہہ دوں، بیس میں کیسے گزر ہوگا، تین چنانچہ میں، ہم بھی ہیں  
پانچویں سواروں میں۔ تیز کے لئے کسی دوسرے اسم سے مل کر  
جیسے حقیقت میں، آخر میں، باتوں باتوں میں، ہنسی میں، خوشی میں وغیرہ،  
سے

کسی سے کی ابتدا یا مافذ کو ظاہر کرنا ہے، کبھی ابتدا یہ بہ لحاظ  
مکان جیسے سر سے پاؤں تک پہنچا دے اور تک پسینہ اس سر سے اس  
سرے تک زمین سے آسمان تک کہاں سے کہاں تک بہ لحاظ زمانہ جیسے  
"سے" چھ بجے سے بٹھا ہوں، صبح سے انتظار کر رہا ہوں، کل سے ہی  
عالم ہے، برسوں سے اسی غم سے، میں گرفتار ہوں، مدت سے، قدیم  
سے وغیرہ

بہ لحاظ تعداد کے  
چھ سے سات تک،  
ما فذ یا اصل جیسے۔

وہ عالی خاندان سے ہے، یہ کہاں سے آیا ہے، زمین سے نکلا  
ہے، عین کا آواز ملنے سے نکلتی ہے۔  
نسبت یا علاقہ جیسے۔

مجھے کام سے کام ہے اس سے مجھے کیا تعلق اسے بڑھنے سے  
نفرت ہے، آنکھوں سے اندھا، کانوں سے بہرہ دل سے دل کو  
راہ ہوتی ہے، مقابلہ جیسے  
وہ اس سے کہیں بہتر ہے، سخی سے سو م بھلا،

استعانت جیسے،

تلوار سے فتح کیا، قلم سے لکھا، ڈنڈے سے خبر لی، شاہ صاحب  
کی دعا سے اچھا ہو گیا۔

انحراف، جیسے،

قول سے، بات سے، وعدے سے پھر گیا، راستے سے لوٹ  
گیا، علیحدگی یا جدائی، جیسے۔

وہ نوکری سے الگ ہو گیا، کام سے گھبراتا ہے، شہر سے نکل  
گیا کام سے جی چراتا ہے، دل سے اتر گیا۔

تیز (کسی دوسرے سے اسم مل کر) جیسے،

خبر سے، شوق سے، دل سے دغیرہ

(ف) بعض جملوں سے الوداع کے، کئے استعمال سے بین فرق پیدا ہو

جاتا ہے، لہذا اس موقع پر اس کا فرق بتا دینا مناسب معلوم ہوتا  
ہے، مثلاً۔

کمرے کے باہر اور کمرے سے باہر

میں فرق ہے، کمرے کے باہر کے معنی میں کمرے کے باہر کی طرف

اور کمرے سے باہر یعنی کمرے کے اندر نہ جونا جیسے کمرے کے باہر

بیٹھو، کمرے سے باہر جاؤ۔

اسی طرح کس لئے اور کس کے لئے۔

میں فرق ہے، کس لئے کے معنی ہیں، کیوں یا کس کی طرف سے اور

کس کے لئے یعنی کس شخص دغیرہ کے واسطے۔

## تک

انتہا کے لئے بہ لحاظ مکان جیسے  
مشہر تک، سر سے پاؤں تک  
بہ لحاظ زمان جیسے

شام تک، مہینہ بھر، یا سال بھر تک چھبجے تک،  
عام اشیاء اور خیالات کے لحاظ سے جیسے،  
بھگت تک اس کا نام تک نہ لیا۔ خبر تک نہ ہوئی، سلام تک نہ لیا  
اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے، خیال تک نہ لیا، گمان تک نہ تھا۔  
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کر دے گئے لیکن  
خاک ہو جائیں گے ہم کو قبر ہونے تک

پھر

اصل میں اوپر ہے، پر کا تخفیف پہ بھی (اہل لکھنؤ) پر سے اور  
اہل دہلی زیر سے بولتے ہیں، مابین معنوں میں آتا ہے،  
پر کسی شے کی اوپر سطح سے تعلق ظاہر کرتا ہے، خواہ متصل ہو یا  
منفصل اس کے بعد قربت اور درمیان کے معنوں میں بھی آتا ہے  
بہ لحاظ مکان جیسے۔

خدا کا دیا سر پر، چھت پر بنارس گنگا پر واقع ہے،  
دروازے پر کھڑا ہے۔

بہ لحاظ زمان جیسے۔ دقت پر کام آتا۔

اختصار جیسے

میری زندگی اسی پر ہے، ایک جگہ پر کیا ہے، سب کا یہی حال

ہے۔ فاطر کے معنوں میں جیسے۔

وہ نام پر مرتا ہے، رد ہے پر بان دیتا ہے۔

واسطے کے معنوں میں جیسے۔

کام پر گیا ہے ہم پر گیا ہے۔

طرف کے لئے جیسے۔

اس کی باتوں پر نہ جانا۔ اس پر کسی کا خیال نہ گیا۔

تردا منی پر شیخ ہماری نہ مانیو

داسن پخوڑ دیں تو فرشتے دھوکریں

آگے

سکان کے لئے آتا ہے جیسے۔

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے

وہنے ددا بھی سا عذر مینا میرے آگے

مقابلے کے لئے جیسے سرے آگے اس کی کیا حقیقت ہے یعنی

میزے سامنے یا مقابلے میں۔

زماں کے لئے گزشتہ زمانہ جیسے

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی

اب کسی بات پر نہیں آتی

آئندہ زمانے کے لئے جیسے آگے کو کاہ ہوئے،

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

مساحت

ایک تو معیت کے عام معنوں میں ہے دوسرے جب ضمیر کھاتا ہے

تو بادِ جود اور بادِ صف کے معنی دیتا ہے، جیسے آگے اس وقت اس نے  
صاف جواب دے دیا لیکن اسی کے ساتھ آئندہ کا وعدہ بھی کیا۔

## حروف عطف

۱۔ لفظوں یا جملوں کو لانے کے لئے اور عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے  
لیکن اکثر حالیہ معطوف اس کی ضرورت کو رفع کر دیتا ہے اور وہ فصیح  
بھی ہوتا ہے، مثلاً وہ کل ہی مجھ سے ملا، اور واپس گیا، کہنے کے بھانے  
وہ کل ہی مجھ سے مل کر واپس گیا، کہنا زیادہ فصیح ہے،

ایسے الفاظ میں جود و در ساتھ آتے ہیں اور مل کر ایک مفہوم  
پیدا کرتے ہیں، خواہ معنوں میں تضاد ہو یا مترادف، کسی حرف  
عطف کا داخل نہ ہونا ہی درست ہے بلکہ حرف عطف کا لانا ضلالت  
کھادرہ اور فصیح ہو گا۔ جیسے

ہاتھ پاؤں میں سکت نہیں کھیل کود میں رہتا ہے دن رات  
یہی مشغول ہے، برے بھلے میں تیز نہیں دکھ سکھ میں کام آنے والا ہلنے  
پھرنے سے معذور ہے۔ کام کا جود دست و دشمن، اپنا پرایہ آج کل  
کھانا پینا، ردنا بھیکنا، لنگڑا ہوا، سینا پر دنا، بین دین دکھ درد، بھیا  
بھاکہ پھٹے پرانے کپڑے پھوٹے بڑے، امیر، غریب، ادنیٰ، اعلیٰ وغیرہ  
وغیرہ فارسی میں بخلاف اس کے ایسے مقامات پر عموماً حرف عطف  
استعمال ہوتا ہے)

ہندی کا اور فارسی کا دو دنوں ایک ہی معنوں میں آتے ہیں  
لیکن استعمال میں فرق ہے کہ در، حرف فارسی و در، الفاظ کے ساتھ آتا



کیا شکایت کوئی ہمارا کرے  
 تم کو کیا ہے کوئی جیسے کہ مرے  
 ”یہ حرف کہ، سنکرت کے لفظ کینوا یا کنیا بمعنی یا سے بنا ہے،  
 مرکھی میں بھی کینوا ہے، لیکن نیپالی میں مثل اردو یا ہندی کے کوہی  
 مستعمل ہے کہ ان معنوں میں اکثر استفہامیہ جملوں میں آتا ہے)  
 بعض اوقات حروف تردید محذوف بھی ہوتا ہے، جیسے، ملو نہ لو  
 وہاں اس کی پرکشش نہیں،

(یہاں یا محذوف ہے) شرط

۴۔ جو، شرطیہ معنوں میں بھی کبھی کبھی آتا ہے، جیسے، میں جو وہاں  
 گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بے ہوش پڑا ہے، یہ عورتا لول جال اور نظم میں  
 زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔

حروف علت شرطیہ بعض اوقات محذوف بھی ہوتے ہیں جیسے  
 وہ نہیں مانتا تو میں کیا کر دوں۔

جب، ادل بمعنی جس وقت جیسے، جب، میں آؤں تو انہیں  
 اطلاع کر دینا۔

دوسرے بمعنی اسی وقت بطور تیز، جیسے یہ کام، جبہ دیا  
 جبہ ہی، ہو سکتا ہے کہ وہ بھی مود دے!

اس صورت میں جب کے ساتھ ہی بھی آتا ہے اور جواب  
 میں بھائے تو کہے، کہ استعمال ہوتا ہے،

تیرے بچنے تب، جیسے، لکھنے میں بڑی سخت محنت کرنی

پڑتی ہے۔ جب کچھ آتا ہے۔

جب اکثر تک سے لے کر آتا ہے اور شرطیہ معنی دیتا ہے جیسے  
جب تک میں نہ آؤں تم وہاں سے نہ ہلنا، یہ استعمال حرف نفی نہ یا  
نہیں کے ساتھ ہوتا ہے۔

بعض اوقات بغیر حرف نفی کے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس  
وقت اس کے معنی جس وقت تک کے ہوتے ہیں، جیسے جب تک میں  
یہاں ہوں تمہیں کوئی اذیت نہیں۔

۵۔ جب اور تو شرطیہ جملوں میں شرطیہ کے جواب میں آتے ہیں اس  
لئے ان کو حرف جزا کہتے ہیں، تب کا استعمال جزا کہنے بہت کم  
ہو گیا ہے۔

نہیں تو، وگرنہ اور ورنہ بھی شرطیہ معنوں میں آتے ہیں، جیسے آتے  
ہو تو آؤ نہیں تو میں جاتا ہوں وغیرہ۔

### استدراک

۶۔ گو، اگرچہ، مگر، لیکن، بلکہ، پر، استدراک معنوں میں آتے ہیں  
اس کی جہن حالتیں ہوتی ہیں یا تو۔

(۱) قول ماقبل کی مخالفت یا۔

(۲) اس میں تغیر بوجہ توسیع معافی یا۔

(۳) قول ماقبل کے محدود کرنے کے لئے۔

حرف مندرجہ بالا میں سے مگر، لیکن، پر، عام طور سے گو اور  
اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں، جیسے جانتے سب ہیں پر زبان سے کوئی  
نہیں نکالتا، اگرچہ تم ہر فن میں کمال رکھتے ہو لیکن قسمت کا کھانا کون

مٹا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ پختی امیر ہے۔ مگر مزاج فقروں کا سا پایا ہے گوہ  
بظاہر خوش ہے مگر دین دل کا مالک اللہ ہے۔

مگر اور شہباز سب لاج پر ہیں  
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال در ہیں۔

کم تو کیا ہوتا، بلکہ اور بڑھ گیا۔  
دلے، دیک، لیک، بجائے، لیکن کے صرف نظم میں استعمال ہوتے  
ہیں۔

پر کا مخف پہ بول بال کے فقر و اور نظم میں اکثر آتا ہے جیسے  
سمجھ ہم کو آئی پہ نادقت آئی،  
اگرچہ اور گو کے جواب میں تو بھی اور تا ہم بھی استعمال ہوتے  
ہیں، سو بھی سمجھ سنو دنوں میں آتا ہے، جیسے۔  
ہم نے چا پا ہکا کہ مر جائیں سودہ بھی نہ ہوا۔

### استثنا

۷۔ حروف عطف جو استثنا کے لئے آتے ہیں یہ ہیں الا، مگر اور  
بعض اوقات لیکن، جیسے، سب آئے مگر احمد نہ آیا سب نے  
ہای بھری الا اس بندے نے

### علت

۸۔ حروف علت جو علت یعنی سبب کے ظاہر کرنے کے لئے عموماً  
استعمال ہوتے ہیں یہ ہیں۔

کہ، کیوں کہ، اس لئے کہ، اس واسطے کہ تاکہ، لہذا جیسے گوشش  
کئے جاؤ کہ اسی میں کامیابی کا راز ہے، بخت پیدا کر دینے کا عالم اسی؟

قائم ہے، ان سے فرزد ملو اس لئے کہ ان سے ملنا باعث سعادت ہے،  
 وہ خود گیا، تاکہ سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے  
 اس لئے اور لہذا، چوں کہ، کے جواب میں آیا کرتے ہیں جیسے  
 جو نگہ دارا من ہیں، لہذا میں بھی ان سے نہیں ملتا۔  
 کبھی، جو بھی، علت لئے آتا ہے، جیسے۔  
 فقیروں کے دل میں اس کی کچھ ایسی ہی محبت ہے جو ایسے وقت  
 میں بھی اسی کا دم بھرتا ہے،

### مقابلہ

۹۔ جیسا، جیسے، اور گو یا بعض وقت عطف کا کام دیتے اور صرف  
 تشبیہ یا مقابلے کے لئے آتے ہیں جیسے، وہ لکڑی اس طرح رکھی تھی جیسے  
 کوئی انسان کھڑا ہو، ہرگز برا اس کو نہیں لگتی، گو یا تانوں اس کی  
 آسمان ہے، باغ دیوار،  
 بیانیہ۔

۱۰۔ کہ حرف بیانیہ ہے، اور ہمیشہ دو جملوں کے ملانے کے لئے آتا ہے  
 جیسے میں سمجھا کہ اب وہ نہ آئے گا،

یہ حرف عموماً منقولہ کے بعد آتا ہے، یا مقصد، ارادہ، امید،  
 خواہش، رجحان، حکم، نصیحت، یا مشورہ، ڈر، اجازت، کوشش یا  
 ضرورت، یا فرض کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے۔

میرا ارادہ ہے کہ اب یہاں سے چل دوں۔

میں نے کہا کہ تمہارے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں،

میں نے کہا کہ بزم نانا چاہئے غیر سے تھی ہنس کے ستم ظریف نے جھکواٹھا دیا کیوں

تم کو لازم ہے کہ اب وہاں نہ جاؤ، اسے چاہئے کہ ایسا نہ کرے اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ خانہ نشین ہو جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ آ نہ جائے اس کی یہاں رزد ہے کہ اس بارے میں کامل تحقیق کرے، تو کسی ماہر فن سے ملنا چاہئے، میری رائے یہ ہے کہ تم اب چل دو وغیرہ کبھی منیر موصوفہ کے بعد آتا ہے، جیسے جو رائے کہ تم نے ظاہر کی وہ صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح جب کے ساتھ مل کر آتا ہے، جیسے جب کہ وہ یہاں نہیں ہے، تو ہمیں ایسا کرنا لازم نہیں۔

### حروف تخصیص

حروف تخصیص یا حصر میں، ہی، کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے، تو، کے متعلق البتہ یہاں کسی قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہو تا ہے،

- (۱) تاکید فعل جیسے، سنو تو، کہو تو، وغیرہ۔
- (۲) تکمیل مقصد جیسے، یہ کہہ کر وہ چلے تو گئے، سارا سامان مہیا کر کے وہ تو الگ ہو گئے یعنی جو کام ان کے ذمہ تھا اس کی تکمیل کر دی،
- (۳) خاص قسم کا زور ظاہر کرنا جیسے جیتیم تلاش کرتے تھے وہ میں ہی تو ہوں، جس کے سامنے ایک عالم سر قبعکا تا ہے، وہ ہی تو ہے۔
- (۴) دھمکی کے لئے، جیسے، دیکھو تو وہ کیسے کرتا ہے۔

ان معنوں میں اکثر یہی کے ساتھ مل کر آتا ہے جیسے، آئے تو ہی، ہی، حرف تخصیص ہمیشہ ان الفاظ کے متصل آتا ہے جن کی تخصیص تاکید مقصد ہوتی ہے، سوائے منیر متکلم، میں، کے جب کہ اس کے

ساتھ علامت۔

فاعل، نے، آئے۔ اس صورت میں نے، ان کے درمیان واقع ہوتا ہے، جیسے، میں نے ہی کہا تھا۔ باقی حالتوں میں ہمیشہ متصل آتا ہے، جیسے اسی نے کہا تھا وغیرہ۔

تو بھی ہمیشہ اسی لفظ کے ساتھ آتا ہے، جس کی تخصیص کرتا ہے، مگر جب فاعل مفعول اور اضافت کی علامتیں یا حرف ربط آتے ہیں تو ان کے بعد آتا ہے، جیسے تم کو تو خبر تک نہیں ہوئی میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اس کا تو کام ہی تمام ہو گیا۔

جب تو اور محمول کھاتے ہیں، تو کلام میں مزید قوت پیدا ہو جاتی ہے، جیسے، یہ میں ہی تو تھا، تم ہی تو تھے،

فعل کی تکرار کے درمیان تو آئے اور جملے میں ہی بھی ہو تو فاعل معنی پیدا ہو جاتے ہیں، یعنی کسی امر آخری پارہ کا انحصار بنانا مقصود ہوتا ہے، جیسے، میں ہی کر دوں، وہی سمجھائیں تو سمجھائیں، دودھ دوسرے کی کیا مجال جو کچھ کہے۔

موت ہی سے کچھ علاج در فرقت ہو تو ہو،

فصل میت ہی ہمارا غسل محبت ہو تو ہو،

.....

## تکرار الفاظ

تکرار لفظی اردو زبان کی بڑی خصوصیات میں سے ہے اس لئے ہم نے یہ مناسب خیال کیا کہ اس خصوصیت کا ذکر مختصر طور پر ملاحظہ کیا جائے۔ اردو میں تمام اجزاء کے کلام (یعنی اسم، صفت، ضمیر، فعل، تہیز، سوائے صرف ربط و عطف کے ایک ہی ساتھ مکرر استعمال ہو سکتے ہیں، الفاظ کے دہرانے سے اکثر ہر ایک کے معنی پیدا ہوتے ہیں، نیز اختلاف، زور، تاکید یا سہانے کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۔ اسم کی تکرار سے، ہر ایک کے معنی پیدا ہوتے ہیں، مگر وہ سب پر شامل ہوتا ہے۔

جیسے گھر گھر عید ہے۔ یعنی ہر گھر میں۔

کبھی یہ اضافت کے بعد آتا ہے، یعنی وہ اسم جس کی تکرار ہوتی ہے، وہ مضاف واقع ہوتا ہے جیسے میرا رداں رداں اس کو دعا دے رہا ہے (یعنی ہر ایک رداں)۔

بعض وقت اضافت کے ساتھ بھی، ہر ایک کے معنی میں آتا ہے مگر سب پر شامل نہیں ہوتا، مثلاً وہ برس کے برس آتا ہے یعنی ہر برس۔

۲۔ کبھی مختلف کے معنی نکلتے ہیں، جیسے ملک ملک کا جانور دہاں جمع تھا، یعنی مختلف ملکوں کے جانور، کبھی اسم کی تکرار سے زور مبالغہ یا تاکید نکلتی ہے، جیسے دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ یہی سیلی سیلی پکا زما رہا

(۱) یہ استعمال جو اکثر ہی کے ساتھ ہوتا ہے بعض اوقات جب پہلا اسم جمع ہو تو بغیر ہی کے بھی آتا ہے جیسے ہاتھوں ہاتھ، راتوں رات، بعض اوقات پہلا اسم کے بعد اضافت کا حرف آتا ہے، یعنی ردنوں کے بیچ میں حرف اضافت ہوتا ہے جیسے، اتنا پڑھا گر بیل کا بیل ہی رہا، بیل کا بیل ہی رہا، آدی کیا ہے۔ دیوار کا دیوار ہے یا ڈھوکا ڈھوکا ہے۔

(ج) بعض اوقات اس قسم کی تکرار سے کل کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے فاندان کا فاندان، کل فاندان، قوم کی قوم، شہر کا شہر اسی میں مبتلا ہے۔ آدے کا آڈا بگڑا ہوا ہے ایک شعر کیا غزل کی غزل مرع ہے۔

(د) کثرت کے معنی بھی آتے ہیں، جیسے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے تھے، دیوان کے دیوان پڑھ ڈالے، خم کے خم پی گیا۔ ہرنوں کی قطاریں کھڑی تھیں۔

(۵) کبھی اس تکرار سے کام کا تسلسل پایا جاتا ہے، جیسے، سڑک کے کنارے پلا بار بار ہاتھ لگتی کے آگے آگے جا رہا تھا، اور بہتر چھے چھے (د) بعض اوقات تکرار فعلی سے اضافت کے ساتھ تفسیل ظاہر ہوتی ہے جیسے :-

رات کی رات ملاقات رہی۔

سینے میں تیزم کوئے قطرے کا قطرہ رہا

بل بے سمان تری اف رہے سمندر کچھ

وہ بات کی بات میں بگڑ گیا یعنی ذرا سی بات میں، وقت کے وقت یعنی فی الوقت

(ن) کبھی ایک جملے میں دو لفظوں کا تکرار ہوتا ہے اور اس سے ہر دو کی شمولیت ظاہر ہوتی ہے جیسے روپیہ کا روپیہ گیا اور عزت کی عزت یعنی روپیہ اور عزت دونوں گئے، وہ آدمی کا آدمی ہے اور بند کا بند یعنی آدمی بھی ہے اور بند بھی، آم کے آم کھائے اور سیر کی سیر ہوئی۔

(ج) مثل ہے کہ دزدہ کا دزدہ اور پانی کا پانی الگ (برابر انصاف) کھوٹے کھرے کی بدی پرکھو،

کبھی ایک اسم کی تکرار اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے بیچ میں الفا بطور ربط کے آتا ہے، اور معنی سبالتے یا زیادہ جاری رہنے کے ہوتے ہیں جیسے مارا مارا، دڑا دڑا۔

۴۔ صفات کے تکرار سے بھی ہی معنی پیدا ہوتے ہیں یعنی اسم کی طرح کل کے معنی دیتے ہیں، جیسے شہر کے شہر بڑے بڑے لوگ موجود تھے، چھوٹے چھوٹے ایک طرف ہو جائیں اور بڑے بڑے ایک طرف؛

(۱) بعض اوقات اختلاف، یعنی مختلف ہونا، ظاہر ہوتا ہے جیسے نئے نئے کام یا طرح طرح کی انوکھی باتیں۔

(۲) اظہار مبالغہ یا استیازی کے لئے جیسے میٹھی میٹھی باتیں کھٹے کھٹے آم سفید سفید دانے، اچھے اچھے کپڑے، مثلاً اس کی میٹھی میٹھی باتوں نے دل موہ لیا، سفید سفید دانے ایک طرف کر دو اور کانے کانے ایک طرف، اچھے اچھے کپڑے الگ نکال لو، کبھی بیچ میں اضافت بھی آتی ہے جیسے، ننگے کانگے بھوکے کا بھوکا دلیر۔

(۳) تفصیل کے لئے، جیسے، دال میں کچھ کالا کا لارہے، اس میں مجھے کچھ سفید سفید دکھائی دیتا رہے۔

(۴) اسی طرح اعداد بھی بہ تکرار آتے ہیں،

(۱) ہر ایک کے معنے میں جیسے ان کو چار چار روپے ملے یہ احتمال جب عالی معطوفہ کر کے، کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے معنے میں الگ الگ کا مفہوم پایا جاتا رہے، جیسے دد دد کر کے گئے، ایک ایک کر کے آئے چار چار کی ٹولی بن گئی۔

(۲) جب عدد مرکب ہو تو صرف آخری حصے کا ٹکراؤ ہوتا ہے جیسے ایک ایک روپے آٹھ آٹھ آنے دیئے۔

(۳) آٹھ روپے دید اور آٹھ آٹھ روپے دے دے، ان دونوں میں فرق ہے، پہلے جملے کا مطلب ہے کہ کل روپے جو دینے ہیں آٹھ ہیں، دوسرے جملے کے یہ معنے ہیں کہ کسی آٹھ روپے دے، اسی طرح چار چار پر بیٹھا رہتا ہے یعنی ہر دفعہ جب وہ آتا ہے تو چار پر گہاڑ دیتا ہے، تین تین گھنٹے کے بعد کھاڈ یعنی ہر تین گھنٹے کے بعد آٹھ آنے کا ٹکٹ لاؤ، اور آٹھ آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ، دونوں کے معنوں میں بھی فرق ہے پہلے کے معنی یہ ہیں کہ کل آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ، دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ٹکٹ آٹھ آنے کا ہے، (۶) ظاہر بھی بہ تکرار آتا ہے۔

(۲) الگ الگ کے معنوں میں، جیسے، وہ اپنے اپنے گھر سے ہارے

(ب) مختلف کے معنوں میں جیسے جو، جو جس کا طالب ہو حاضر ہوئے اس نے کیا کیا کہا، اور میں نے کیا کیا نہ سنا۔

ج۔ کوئی اور کچھ کی تکرار سے کمی یا تغیل ظاہر ہوتی ہے جیسے، اب بھی کوئی کوئی مل جاتا ہے، کچھ کچھ درد باقی ہے،

کبھی پنج میں دن، مائل ہوتا ہے جیسے، کوئی نہ کوئی مل ہی رہے گا کچھ نہ کچھ ضرور کہتے رہتے ہیں۔

۷۔ افعال کا تکرار مالیہ تک محدود ہے اور اردو زبان کے محاورے میں اس کا استعمال بکثرت ہے،

(۱) فعل کے تکرار سے فعل کا متواتر ہونا پایا جاتا ہے، جیسے یہ نکر وال بہ بہ کہ آتی ہیں، وہ پوچھتے پوچھتے یہاں تک پہنچ گیا۔  
کھیاں پھولوں پہ آکر بیٹھی ہیں۔

(۲) بعض اوقات تکرار سے سبب یا کثرت ظاہر ہوتی ہیں، جیسے میں کہتے کہتے تھک گیا، روتے روتے اس کی آنکھیں سوخ گئیں درد کہ اپنا مال کہنے لگا، ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے پانی پیتے پیتے پیٹ آجھ گیا۔

مرے آشناں کے تو تھے پار تنکے

سکال اڑ گئے اندھیاں آتے آتے

تن تن کے بیٹھا تھا، پڑھتے پڑھتے اندھا ہو گیا۔

مالیہ تمام کبھی کبھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے، جیسے وہ درڑا

درڑا پھر رہا ہے، وہ مارا مارا پھر رہا ہے۔

(۳) کبھی فعل کی مدت طوالت اور جاری رہنے کو بتاتا ہے، جیسے

اسی طرح چلتے چلتے منزل مقصود کو پہنچ گئے، اُم پڑے پڑے

سڑ گئے، کیچے کیچے آ ہی جاتا ہے، کھٹے کھٹے خواجھا ہو ہی جاتا ہے

(۴) کبھی مختلف یا کثرت کے معنی دیتا ہے، جیسے، وہ پتیرے بدل بدل کر آتا ہے، یا نام بدل بدل کر آتا ہے شعر یا قصے سنا سنا کر خوش کرتا ہے، کھانے کھلا کھلا کر ملا لیا۔

(۵) بعض اوقات آہستہ آہستہ یا رفت رفتہ کے معنی ہوتے ہیں فاصلہ کوڑ ہوتے ہوتے، تو ان معنوں میں بہت آتا ہے، علاوہ اس کے دوسرے افعال بھی ان معنوں میں آتے ہیں۔ جیسے۔

ہنیں کھیل اسے داغ یا روں سے کہند  
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

(۶) دیکھتے دیکھتے، دفعتاً یا بہت کم عرصے کے معنوں میں آتا ہے جیسے وہ دیکھتے دیکھتے بڑا آدمی ہو گیا، یعنی ہمارے دیکھتے دیکھتے بہت ہلکا کم عمر میں بکا یک۔

(۷) کبھی تکرار سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں، کہ ابھی ایک کام ہونے رہا یا تھا کہ دفعتاً کوئی اور واقعہ ہو گیا جیسے وہ کہتے کہتے رک گیا، وہ جاتے جاتے رہ گیا، سنبھلتے سنبھلتے گر پڑا۔

(۸) جب کسی کام کے اثناء میں رکاوٹ ہو جاتی ہے تو بھی غالباً تکرار آتا ہے، جیسے وہ پڑھتے پڑھتے سو گیا، وہ قصہ سناتے سناتے یکبارگی چپ ہو گیا، مرتے مرتے بچا۔  
اصل مر رہی تو کہاں آتے آتے۔

(۹) بعض اوقات پہلا فعل مذکور ہوتا ہے اور دوسرا موند جیسے دیکھا دیکھی رو رواری۔

(۱۰) بعض اوقات فعل فہم اور ای کے متضادی کا حال یا کار سے منکر

آتے ہیں جیسے، خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے سعیت میں پھنس گئے مگر یہ سچائی ہے ہر فعل کا استعمال اسی طرح نہیں ہو سکتا۔

دونوں مل کر کبھی صفت کا کام دیتے ہیں جیسے سنی، سنائی باتوں پر نہ جاؤ، بنی بنائی عزت کو کیوں بگاڑتے ہو۔

(۱۱) بعض اوقات لازم یا استعدادی کا حال یہ دوسرے فعل لازم کے ساتھ آتا ہے اور ان کے درمیان، نہ حرف نفی واقع ہوتا ہے جیسے مارے نہ مرے، مٹائے نہ مٹے اس سے بھی کلام میں زور پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۱۲) کبھی زور اور تاکید کے لئے ماضی بھی مثبت اور منفی صورت میں بہ تکرار آتی ہے اور حرف 'پر'، 'بچہ' میں آتا ہے جیسے گیا پر گیا، نہ ہوا پر نہ ہوا۔

(۱۳) کبھی خاص طور پر متوجہ کرنے کے لئے امر کو بہ تکرار بولتے ہیں، جیسے دیکھو دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے، سنو سنو کوئی گارہا ہے۔ اسی طرح ہٹو ہٹو، بچو بچو!

(۱۴) تیز کے الفاظ بھی زور اور تاکید کے اظہار کے لئے بہ تکرار آتے ہیں جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے جیسے، جہاں جہاں، جوں جوں زور زور ہمیشہ ہمیشہ کہیں کہیں کہیں نفی کے ساتھ جیسے کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی۔

(۱۵) انہیں معنوں میں حرف انصاف کے ساتھ بہ تکرار آتے ہیں جیسے وہاں کا وہاں رہ گیا، اسی طرح یہاں کا یہاں یہیں کی یہیں، یا جہاں کا جہاں یہ سب تکرار زور پیدا کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح جیسے جیسے، کیسے کیسے وغیرہ بھی مستعمل ہیں!

(۲) جاننے کے لئے جیسے وہ مجھ سے دور دور رہتا رہے، وہ ہم سے الگ الگ پھرتا رہے۔

(۹) حروف ربط بھی اسی طور پر محاورے میں بہ تکرار آتے ہیں اور

ان سے معنوں میں خفیف سا تغیر پیدا ہو جاتا رہے جیسے ادھر ادھر وہ تھے اور نہ بچہ نہ بچہ میں ہم،

کبھی زیادہ زور دینے کے لئے اور عین وسط کے ظاہر کرنے کی خاطر پہلا بچہ جمع میں لاتے ہیں، یعنی بچوں بچہ جیسے معن کے بچوں بچہ یا تالاب کے بچوں بچہ۔

اسی طرح میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، وہ آگے جا رہے تھے، وہ ان کے ساتھ ساتھ تھے۔

# تجوید کی کتاب جملوں کی ساخت کے باب میں مفرد جملے

## جملے کے اجزاء

اردو میں بھی دنیا کی اردو بالوں کی طرح جملے کے اصل مفرد ہیں  
ایک مبتدا اور سر اخیر۔ ان میں مبتدا اردو شخص یا شے ہے جس کا  
ذکر کیا جاتا ہے،

خبر جو کچھ اس شخص یا شے کی نسبت ذکر کیا جائے۔ اردو میں  
مبتدا مفصلہ ذیل اجزائے کلام ہو سکتے ہیں۔

(۱) اسم یا ضمیر فاعل حالت میں۔

(۲) دو یا دو سے زائد اسم یا ضمیر پر فاعل حالت میں۔

(۳) صفت یا اعداد بطور اسم کے فاعل حالت میں۔

(۴) مصدر

(۵) کوئی فقرہ یا جملہ۔

## مثالیں

(۱) احمد آیا، وہ گیا،

(۲) شیراز بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ ہم تم کو کہہ نہیں گئے

(۳) دو دہاں میں چار پیمان، کوئی شریف ایسی بات نہ کہے گا۔

(۴) رونا اچھا نہیں، گھناؤنے صحنے سے مشکل ہے۔

(۵) دلی پہنچنا آسان نہیں، اس سے معاملہ کرنا مشکل ہے، کامل جلد جو

بطور مبتدا کے استعمال ہوتا ہے اس کا ذکر مرکب جملے کے بیان میں آئے گا۔

بعض اوقات اسم جو، تک کے ساتھ آتا ہے، مبتدا ہوتا ہے، جیسے تکا تک نہ رہا، گھر تک چل گیا۔

بعض اوقات مبتدا عند ذن قحط ہے۔

(۱) جہاں قرینے سے آسانی کے ساتھ مبتدا معلوم ہو سکتا ہے مثلاً خطاب یا استفہام میں، جیسے کیا وہ آگیا، ہاں آگیا، بھائی جان یہ صورت بنائی ہے۔

(۲) جب کہ صورت فعل سے فاعل ظاہر ہو جیسے، سید ہوں، مظلوم ہوں، میرے مال پر رحم کر، جاؤ اپنا کام کر،

(۳) ضرب الامثال اور اسی قسم کے دوسرے جملوں میں اختصار کے خیال سے جیسے ناچ نہ جانے آنگن چڑھا۔

غیر مفقہ ذیل اجزائے کلام ہو سکتے ہیں۔

(۱) فعل، جیسے، میں کہتا ہوں۔

(۲) اسم یا ضمیر مفعولی یا انسانی و حیوانی میں جیسے، اس کا نام احمد ہے

وہ ملک کا بیٹا ہے، وہ چھت پر ہے، یہ گھر کس کا ہے، یہ رعب و داب کسی میں نہیں۔

(۳) صفت، جیسے، وہ شخص بڑا جری اور دلیر ہے،

(۴) عدد، جیسے، گھرا نمبر سولہ ہے۔

(۵) کوئی لفظ یا فقرہ جو بطور اسم استعمال کیا جائے، جیسے: میں شاہ ایران کا بیٹنا ہوں۔

بعض اوقات فعل جو بطور خبر کے آتا ہے، محذوف ہوتا ہے، وہ جہاں جہاں گیا لوگوں نے سر اور آنکھوں پر بٹھایا، کسی نے مذہبی پیشوا سمجھ کر اور کسی نے محب وطن مان کر تیرے سر پر خاک۔  
فعل ناقص بھی جسے بعض قواعد نویسوں نے مبدوء سے بھی تعبیر کیا ہے، کبھی محذوف ہوتا ہے۔

(۱) مفرد بیان میں جہاں اس کا حذف آسان سے سمجھ میں آسکتا ہے جیسے اسے نہ کسی کے نفع سے یا من نہ مزد سے کام تیرے سر پر خاک، ایک کا نام احمد دوسرے کا محمود،

(ب) مقابلے میں بھی اکثر محذوف ہوتا ہے، جیسے، ایسی بنی سنوری جیسے دہن۔

(ج) منفی جملوں میں، جیسے اسے خبر نہیں۔

(د) ایسے جملوں فعل ناقص کا حذف صرف بظاہر ہے کیونکہ نہیں، جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے، نہ اور فعل ناقص کا قدیم صورت آئیں سے مرکب ہے۔

مغرب لا مثال دیگرہ میں موتا محذوف ہوتا ہے، غریب کی جو رد سب کی بھا بھی۔ چوری کا گڑھ میٹھا،  
(۸) نظم میں بھی موتا محذوف ہوتا ہے:

ہونا اگرچہ فعل ناقص ہے لیکن کبھی کبھی بطور فعل یعنی فعل صحیح ہی آتا ہے، جیسے، فدا ہے اس فعل کا تمام زبانوں میں یہی حال ہے، اور اس کی

ان صورتوں میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔

میساکہ اور زبانوں میں ہے اسی طرح اردو میں بھی مبتداء اور خبر کی توسیع مختلف الفاظ کے اضافے سے ہوتی ہے۔ یہ الفاظ اردو کے قواعد ان کے متعلقات ہوتے ہیں، جس طرح ان کی توسیع ہوتی ہے، اسی طرح الفاظ کے اضافے سے بعض اوقات ان کے معنی محدود ہو جاتے ہیں،

(۱) اسم سے یا ایسے اسم سے جو بطور مبتداء کی بدولت آتا ہے، ہوتی ہے، مثلاً وہی شہر بہت قدیم ہے، ڈاکٹر صدیقی پرنسپل کلیر جامعہ عثمانیہ تشریف لائے،

(ب) سب گھروالے کیا چھوٹے کیا بڑے اس سے محبت کرتے ہیں، یہاں اکھا، محاورے میں تو فیض تو وسیع کے لئے استعمال ہوا ہے، (ج) میں آپ کا ادنیٰ غلام، ہر وقت آپ کی خدمت کھٹے کھٹے حاضر ہوں۔ یہاں میں کا بدل آپ کا ادنیٰ غلام ہے،

(۲) مبتداء کی توسیع صفت سے بھی ہوتی ہے، اس صورت میں ہیں صفت کی درنوں صورتیں (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) یعنی توصیف اور خبری میں امتیاز کرنا ضروری ہے،

(۱) توصیفی صورت میں صفت اسم کے قبل آتی ہے اور درنوں مل کر خیال قائم کرتے ہیں جیسے خوبصورت تصویر ملکہ کی ہے،

(ب) خبری صورت میں صفت اسم کے بعد آتی ہے اور اسم سے الگ خیال کی جاتی ہے، گو یا جملے کی خبر ہے جیسے وہ گواہ ہو گیا ہے اس کا بھائی بڑا طاقتور ہے۔

(۳) متہدا کی توسیع ایسی نہیں ہے جی ہوتا ہے جو بطور صفت کے آتی ہے۔ جیسے یہ بچہ بڑا شریف ہے، جربات کی خدا کی قسم لا جواب کی۔

(۴) اعداد سے۔ جیسے، دس سو آدمی اکھڑے ہوئے۔ اتنے میں دونوں بھائی آپہنچے۔

(۵) اضافی حالت سے۔ جیسے، اب میرے دل کا ارمان نکلا، مدرسے کے سارے لڑکے حاضر کئے گئے۔  
بعض اوقات مضاف الیہ محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے بڑی فکر  
حق کہ اتنی کھوڑی تنخواہ میں تمہاری گزریسے ہوگی بلکہ یعنی اس کی  
بڑی فکر تھی)

۶۔ عالیہ سے، جیسے، اجر اگادوں، اڑتا ہوا پرندہ، مرا ہوا جانور۔  
بعض اوقات اس کا استعمال بھی بطور خبر کے ہوتا ہے، جیسے، سڑک پر

ایک جانور سکتا ہوا پڑا ہے۔  
خبر کی توسیع

- ۱۔ اس میں یا کسی لفظ یا فقرے سے بطور اسم کے استعمال ہو،
- (۲) مفعول قریب جیسے تم میری بات سنو۔ اس نے کچھ نہ کہا۔
- بعض اوقات فقرہ یا جملہ بھی مفعول ہوتا ہے، مثلاً عالیہ معطوف کے ساتھ جیسے وہ مال داسباب لٹا دیکھ کر جان سلامت لے گیا۔ شہزادے کو قریب آتے دیکھ کر استقبال کے لئے چلا (جس طرح متہدا کی توسیع ہوتی ہے اسی طرح مفعول کی بھی ہو سکتی ہے، مثلاً آپ میرے کپڑوں کو ہاتھ نہ لگائے، ان کو گھر میں اکیلا نہ چھوڑیئے،
- (ب) مفعول بعید ہے۔ اس نے مجھے کو پیغام کہلا بھیجا!



(ج) اسم یا ضمیر کی حالت سے جس سے خبر کی بلحاظ وقت، مقام، طریقہ  
دیکھ تو وسیع ہوتی ہو، جیسے اس کے دل سے سب کدورت رخنہ ہو گئی۔  
اس نے یہودی کو مسجد میں آنے دیا، وہ درخت کی پھنگ تک چڑھ گیا۔

(د) بعض اوقات فاعل کا بدلہ خبر کی توسیع ہوتا ہے جیسے اس کا چھوٹا  
بھائی تیرا سعادہ ہو گا۔

۲۔ خبر کی توسیع صفت سے بھی ہو سکتی ہے جیسے، اس صراحی کا پانی ٹھنڈا  
کیجئے، میرے کپڑے صاف کر دو۔

جب خبر اسم ہوتی ہے تو اعداد سے توسیع ہو سکتی ہے جیسے۔  
احمد نے چار آم کھائے، یہ مکان ۱۶ فٹ اونچا ہے۔

(۳) عالیہ معطوف سے۔

جیسے اس نے پریشان ہو کر گھر چھوڑ دیا۔

۴۔ عالیہ سے

جیسے، اے شہر میں رہتے ہوئے کئی سال گزرے، حامد سے  
لئے ہوئے پنچا، وہ کھیلنا کوڑا گھر پہنچ گیا۔

۵۔ حرف ربط سے اسم کے اسم کے۔

جیسے، سب کے سب کو تو ال کے پاس حاضر ہوئے،

۶۔ تیز فعل سے

جیسے وہ بہت ناراض ہوا، سبھا سبھا چلتا ہے، میدانے  
جلدی جلدی لکھ دیا۔

## مطابقت

مطابقت تین قسم کی ہے۔

(۱) صفت کی، جو تو معنی ہوا اپنے اسم سے،

۱۔ (توصیفی) کی مطابقت موصوف سے پہلے بیان ہو چکی ہے، موصوئے ان صفات کے جن کے آخر میں اہوتا ہے، اور جن میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، مونث میں صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے، باقی تمام صفات ہر حالت میں دیسی ہی رہتی ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔ صفت موصوف کے مطابق ہوتی ہے، اس طرح حرف اضاقت کی تذکیر و تانیث و وحدت و جمع موصوفا صفت کے مطابق ہوتی ہے، لیکن جب ایک صفت کئی مختلف الجنس اسماء کی تعریف کرے، یا ان کے ساتھ آئے تو مطابقت میں اختلاف ہوتا ہے۔

(۱) صفت (یا مضاف) جنس میں قریب کے اسم سے مطابق ہوتا ہے، جیسے، اس کی بہو اور بیٹے، بہن اور منگ و ناموس سمجھے اس کی چھوٹی باتوں اور کاموں سے کچھ غرض نہیں۔

(۲) بعض اوقات اگرچہ قریب کا اسم مونث ہوتا ہے لیکن چونکہ مذکر کی شان بڑی کبھی جاتی ہے، اس لئے مطابقت مذکر سے ہوتی ہے۔ جیسے، اس کے بی بی بچے آگئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بی بی، بچے مل کر ایک کلمے کا کام دیتے ہیں۔

(۳) لیکن صفت جب اسم کے ساتھ بطور خبر کے آئے، بشرطیکہ اسم واحد کے ساتھ، علامت مفعول موجود ہو، تو اسم بلا لحاظ جنس و تعداد واحد استعمال ہوگا، جیسے۔ میں نے ان لوگوں کو بہت کالا پایا۔ اگر کو، نہ ہوتا تو صفت جمع آتی ہے جیسے میں نے یہاں کے آم میٹھے دیکھے۔ یہاں کے لوگ کالے پائے ہیں نے یہاں کی عورتیں کالی پائیں، میں نے یہاں کی عورتوں کو کالا پایا۔

صفت جو تیز کے طور پر ہوتی ہے اس کا اثر فعل کی تذکیر و تانیث پر نہیں ہوتا، جیسے اتم نے اچھا کیا، تم نے خوب کیا، یہاں خوب اور اچھا کی تذکیر و تانیث سے کچھ بحث نہیں۔

تم نے مجھ نکمی کو کیوں دکھ دے دکھا ہے۔  
لیکن یہاں نکمی مجھ کا بدلہ ہے، اور بدل جملے کی ترکیب سے متاثر نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ جملے کی باقی حالت میں فرق نہیں آیا اور فعل حسب معمول واحد مذکور ہے، لیکن خبر کی حالت دوسری ہے جو بیان ہو چکی ہے،

حالیہ کی مطابقت کے متعلق اس سے پہلے حالیہ کے بیان میں ہو چکا ہے۔

۳۔ خبر یہ فعل یا اسم جہاں جہاں ممکن ہو جنس و تعداد میں مبتدا کے مطابق ہونا چاہئے، جیسے سب دولت ڈھونڈتے ہیں، لکھنے پڑھنے کا سامان نہیں ہے، علم اور نیک چلنی یہ دونوں انسان کا درجہ بڑھا دیتے ہیں، ان متعدی افعال کی جن کے افعال ماضی کے ساتھ آئے، آتا ہے، دوسری حالت ہے، اس کا ذکر پہلے مفصل ہو چکا ہے۔

جب کسی فعل کا مبتدا جملہ یا جزو جملہ ہوتا ہے، تو خبر ہمیشہ واحد ہوتی ہے، جیسے ساپنہ کو آہنچ نہیں، بالکل صحیح ہے، اسے دیکھ کر میری زبان سے بے اختیار کلا طویل احق نکل جاتا ہے۔

تعلیمی خبر جب مبتدا تعلیم جمع یا تعلیمی لفظ ہو اگرچہ مقصود اس سے فرد واحد ہے، خبر نیز تمام تو صیغی مکے جمع ہی ہوں گے، جیسے آپ کب تک قیام فرمائیں گے، یہی مولوی صاحب ہیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا ہمارے پیر و مرشد یہاں نہیں ہیں۔

جب فاعل ضمیر ہو اور مذکر و مؤنث دونوں کی طرف را جمع ہو تو خبر مذکور ہوگی جیسے از نیب نے اپنے شوہر سے کہا اب یہاں نہیں ٹھہرتے اس نے میاں بیوی سے صاف کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔

جب مبتدا ایک سے زائد اسماء یا ضماائر مختلف الجنس پر مشتمل ہو تو خبر عموماً سب کے قریب کے اسم سے مطابق ہوگی جیسے، آدمی کے دوکان، دو آنکھیں اور ایک منہ ہے۔

اگر سب کے سب واحد اور ایک جنس کے ہیں تو خبر ان لفظوں کی جنس کی تابع ہوگی جیسے اس سے کم ہستی اور بزدلی پیدا ہوتی ہے ایسی باتوں سے رعب اور وقار جا تا رہتا ہے،

لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد جمع ہیں تو خبر جمع ہوگی، ایسی حالت میں جمع خبر کے متعلق ہونی چاہئے جیسے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ نیز اگر کہ سبیاں گہ پڑیں۔

(۵) لیکن جب دو اسم ہوں اور آخر میں لفظ دونوں یا دونوں کے دونوں نہیں تو فعل جمع ہوگا جیسے ماں اور بچہ دونوں مر گئے یا دونوں مر گئے، مگر جب دو یا دو سے زائد اسماء کے فاعل یا مبتدا ہوں اور آخر میں سب آئے تو فعل جنس و تعداد میں آخر اسم کے مطابق ہوگا جیسے اس کا مال و اسباب جاگیر، مکانات سب بک گئے اس کا مال و اسباب گھر بار سب بک گیا۔

مگر جب سب کا تکرار حرف افہانت کے ساتھ ہو تو سب کا سب واحد سب کے سب جمع مذکر اور سب کی سب مؤنث و اعداد جمع کیلئے ہیں لیکن جب سب کچھ آخر میں آئے تو فعل ہر حالت میں واحد

ہو گا جیسے مال و اسباب جاگیر، مکانات سب کچھ بک گیا۔

آخر میں جب کوئی یا کچھ ہو تو بھی فعل : اعد مذکر ہو گا جیسے باپ بیٹا جو رد بھائی بہن کوئی ساتھ نہ جائے گا۔ مال و اسباب باغ و جاگیر کچھ نہ رہا۔  
(۶) عام طور پر فعل مبنس وقتہ از میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے جیسے

یہ آلات اور کتابیں میری ساری پونجی ہیں۔

(۷) جب مبتدا دو یا زائد ایسی ضمیروں پر مشتمل ہوں جن کی نوعیت الگ الگ ہو یعنی کوئی متکلم ہو کوئی مخاطب اور کوئی غائب تو خبر جمع ہوگی جیسے ہم تو دہاں گئے تھے وہ اور میں راست بھول گئے ہیں اور تم دہاں مل چلیں گے۔ میں اور وہ ساتھ ساتھ آئے۔ ایسی صورت میں جہاں تک ممکن ہو ضمیر جمع آخر میں لانی چاہئے۔

(۸) جب مبتدا اسم جمع ہو تو خبر داعد ہوگی، نوع جار ہی ہے وغیرہ

(۹) کتابوں اخباروں اور رسالوں کے نام کو جمع ہوں گے مگر وہ

مثل داعد کے استعمال ہوتے ہیں جیسے تعزیرات ہند چھپ گئی (کتاب چونکہ مونث ہوا لئے فعل مونث آیا) میں نے قصص ہند ختم کر دی۔

(۱۰) افعال ناقصہ میں جب مبتدا اور خبر دونوں اسم ہوں تو فعل مبتدا کے

مطابق ہونا چاہئے۔ اگرچہ بعض اساتذہ نے اس کے خلاف بھی کیا ہے وہ قابل تقلید نہیں جیسے۔

”ظلمت عقیباں سے میرے من گیا شب روز حشر“

یہاں روز حشر من گئی کہتا ہے نہ ہو گا۔ اگرچہ اسی استاد نے

”دسری جگہ فرمایا ہے۔

تیغ خمیدہ یار کی لوسہ کا پل ہوا۔

مگر اس کی تقلید درست نہیں ہے، قاعدہ یہی ہے کہ فعل مبتدا کے مطابق ہوگا۔

(۱۱) بعض اوقات دو واحد اسم ہم جنس یا مختلف الجنس بلا تانیث عطف مل کر جمع کا حالت پیدا کرتے ہیں تو ایسی حالت میں فعل جمع مذکر آنے لگا رہیے، میاں بیوی ہنسی خوشی بسر کرتے ہیں اب تو دن رات چین سے گزر رہے ہیں، گھوڑا گھوڑی کلیں کو رہے ہیں باپ بیٹا جا رہے ہیں۔

(۱۲) بعض صورتوں میں جب دو لفظ بلا حرف عطف مل کر آتے ہیں اور ایک کلمہ کا حکم رکھتے ہیں تو فعل واحد آتا ہے اور مثنوی تذکیر تانیث، آخری لفظ کے لحاظ سے قرار دی جاتا ہے جیسے، گھوڑا گاڑی بک گئی، قلم و دات رکھی رہے دات قلم رکھا ہے لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی آتا ہے جیسے ہتھارے کھانے میں نمک مرچ زیادہ ہوتا ہے۔ فارسی میں ایسے لفظوں کے درمیان حرف عطف و آتا ہے جیسے کھانے میں آب و نمک ٹھیک ہے۔

لیکن شود نما اور آب و گل مذکور اور مونث دونوں طرح مستعمل ہیں، جیسے

فاکساری نے اسی دن دیشنی پائی تھی ذوق۔  
آدم فاکس کا جس دم آب و گل پیدا ہوا

شرافت مئی جواب و گل میں اس کی  
 چشم پر آب سے ہے نشو و نما ساون کی (وزیر)  
 خط کوروس یار پر نشو و نما ہوتا نہیں (ناسخ)  
 لیل و نہار (زمانہ کے معنوں میں) واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہے۔

اگر یہی لیل و نہار ہے۔ یا اگر یہی لیل و نہار ہیں۔ مگر واحد کو ترجیح ہے۔  
 دن رات، روز و شب جمع استعمال ہوتے ہیں۔

(۱۳) ایک صورت خاص رشتہ داروں کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رشتہ کے واسطے بلا حرف  
 عطف آتے ہیں۔ ہوتے دونوں واحد ہیں، مگر چونکہ دو کے ملنے سے جمع کی صورت پیدا ہوتی ہے  
 دوسرا لفظ باوجود واحد ہونے کے جمع کی صورت میں آتا ہے اور فعل کو بھی اسکی مطابقت لازم  
 ہوتی ہے۔ گو یا یہ دونوں مل کر ایک لفظ ہیں جس کی جمع بنائی گئی ہے۔ جیسے مامون بھانجے  
 لڑ پڑے۔ چچا بھتیجے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ باپ بیٹے ذرا سی بات پر اڑ بیٹھتے ہیں۔ مدت ہوئی  
 باپ بیٹوں کا انتقال ہو گیا۔

جب آخر میں دونوں کا لفظ آتا ہے تو واحد یا جمع دونوں صورتیں جائز ہیں۔ جیسے  
 مدت ہوئی باپ بیٹا دونوں مر گئے یا باپ بیٹے دونوں مر گئے۔

ایک وقت یہ ہے کہ جمع کی حالت میں بھی یون ہی بولتے ہیں اور اس لیے واحد اور جمع  
 میں تمیز کرنا دشوار ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ”چچا بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں“ تو اگر ایک  
 بھتیجا ہے تو بھی یون ہی کہیں گے اور اگر ایک سے زیادہ ہیں تو بھی یونہی۔ مگر عام طور پر واحد  
 ہی مقصود ہوتا ہے۔

ہماری رائے میں جب مراد جمع ہو تو حرف عطف اور لانا چاہیے۔ مثلاً جب کہیں چچا  
 بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے تھے تو اس سے مراد واحد ہو۔ لیکن جب تخصیص کے ساتھ کئی بھتیجوں کا  
 جتنا نام مقصود ہو تو یوں کہنا چاہیے کہ ”چچا اور بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں“ یہ فرق نازک ہے  
 مگر ضرورت کو پورا کر سکتا ہے۔

(۱۴) جب خبر مصدر ہو تو اگر مبتدا ذکر ہے تو مصدر کا الف یا اے معرفت کے بدل جاتا ہے

اور اگر مبتدا ذکر ہے تو الف قائم رہتا ہے۔ متاخرین لکھنؤ ہر حالت میں مصدر کو اصلی ہی صورت میں  
 رکھتے ہیں۔ اگرچہ اساتذہ لکھنؤ اسکے پابند نہیں۔ جیسے

جانا زلف کف میں یعنی  
 ہے سانپ کے سنہ میں انگلی دینی (نسیم لکھنوی)  
 سرنگ دیدے تھے دھوڑالوں کا عصیان کو  
 انھیں چشموں سے اے دل آبرو محشر میں پانی ہے (امانت)  
 خواب میں وہ آنے کا کیوں نہ اب کرے وعدہ  
 یعنی کب جدائی میں محلو غنیمت آتی ہے (ناسخ)

اب تو میرے حال پہ لطف دکر مفرما سٹھے۔

ہر مکی ہونی جو تھی جو درد جفا درد چار دن!

(صبا)

(۱۵) بعض یو بی اسما ہندی مصادر کے ساتھ اس طرح مل کر آتے ہیں،  
کہ وہ بالکل ان کا جز ہو جاتے ہیں، لہذا ان اسما کو فعل کے  
تذکرہ تانیث میں مطلق دخل نہیں ہوتا، فعل متبدا کے مطابق ہوگا، اور اگر خبر  
(یا مفعول) موجود ہے، تو خبر (یا مفعول) کے مطابق ہوگا جیسے یہ قرار پایا یہ  
بات قرار پائی، یہ امر قرار پایا، میں نے یہ امر تجویز کیا، میں نے یہ بات طے پائی  
یہ امر قرار پایا، میں نے یہ امر تجویز کیا، میں نے یہ بات طے پائی، یہ طے پایا۔  
ان مثالوں میں تجویز قرار، طے عرض کو فعل کی تذکرہ تانیث میں  
کول دخل نہیں

اسی طرح مثلاً یاد کرنا ایسا مصدر ہے جو اردو کا کٹھنٹ مصدر ہوگا  
ہے، اور اس کا استعمال بھی ہندی مصادر کی طرح ہوتا ہے میں نے اسے  
یاد کیا، ہم نے ان کو یاد کیا، میں نے سبق یاد کیا، اس نے کہا، یاد کر،  
یہاں یاد کرنا فعل کی تذکرہ تانیث پر کچھ اثر نہیں۔

لیکن تذکرہ کرنا، تاخیر کرنا، فریاد کرنا، صبر کرنا، تعمیل کرنا، شور مچانا  
ہدایت کرنا، سزا دینا وغیرہ مصادر میں جزا دل الگ لفظ ہے اور اسی  
لحاظ سے فعل کی تذکرہ تانیث آتا ہے، کیونکہ یہ لفظ یہاں خود مفعول  
واقع ہونے میں۔

۱۶ یو بی طرح افعال ناقصہ میں فعل متبدا کے مطابق ہوتا ہے، اسی طرح افعال  
قلب میں بھی فعل متبدا کے مطابق ہی ہوتا ہے، اس کے مفعول یا خبر کا فعل کی  
تذکرہ تانیث میں کچھ داخل نہیں جیسے ۔

میں اس عورت کو ایبجڑا سمجھا، میں نے اسے بے وقوف خیال کیا۔  
 کیوں کہ ان افعال کے مفعول کے ساتھ ہمیشہ کو آتا ہے یا مفعول  
 ضمیر آتی ہے، اس متبدا کا فعل پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔  
 (۱۷) کبھی متبدا مذکور مانیں ہوتا، قرینے سے معلوم ہو جاتا ہے  
 لہذا خبر اس لحاظ سے تعداد اور جنس میں محذوف متبدا  
 کے مطابق ہوتی ہے، جیسے اب تو آرام سے گذرتی ہے،  
 یعنی زندگیاں کب آئے، یعنی آپ یادہ !

—————

## مرکب حملے!

جب دیا دد سے زیادہ حملے مل کر کسی ایک سفیر یا خیال کو ادا کریں تو وہ مرکب حملہ کھلانے گا، اگر یہ حملے غری لحاظ سے جدا گانہ اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں تو ایسے حملوں کو "ہم رتبہ" حملے کہیں گے، اگر کوئی حملہ دوسرے حملے کے مقابلے میں برابر کی حیثیت نہیں رکھتا ہے بلکہ "دوسرے کے تحت میں" ایسے حملے کو "تابع" کہیں گے۔

## ۱۔ ہم رتبہ حملے

ہم رتبہ حملے حرفت عطف کے ذریعے سے باہم ملے ہوتے ہیں، اردو میں مثل دوسری زبانوں کے ان کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں۔  
 وصلی، ترمیدی، استہراکی، اور سیبی،  
 ۱۔ وصلی حملے، درہم رتبہ حملوں کو باہم وصل کرنے کے لئے حرف عطف "اور" آتا ہے، ان میں سے ہر حملہ برابر کی حیثیت کا اور ایک دوسرے سے آزاد ہوتا ہے،  
 جیسے: میں آیا اور وہ چلا گیا۔ سورج صبح کو نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا ہے۔  
 بعض اوقات "پھر" بھی یہ کام دیتا ہے، جیسے پہلے تو وہ اسباب جمع کرتا، پھر چل دیا۔

۲۔ تردیدی جملے وہ اصلی جملوں کی ضد ہیں۔ یعنی یہاں حرف تردید  
 دو جملوں کو معنائاً جدا کرتا ہے۔ اس کے لئے عموماً حرف ”یا“ استعمال  
 ہوتا ہے۔ اسے گھڑبیج دیا یا باہر نکال دو۔  
 کبھی ”کہ“ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے، تم نے کچھ دیا کہ  
 نہیں وہ گیا کہ نہیں۔

کبھی ”نہیں تو“ اور ”در نہ“ بھی حرف تردید کا کام دیتے ہیں،  
 جیسے حاکم ہمدرد ہونا چاہئے۔ در نہ رعایا تباہ ہو جائے گی۔ اسے جلدی  
 چھوڑ دو، نہیں تو بہت مشکل پڑے گی۔

بعض اوقات خواہ... خواہ اور چاہے... چاہے بھی  
 تردید کے لئے آتے ہیں، جیسے، چاہے رہے چاہے جائے۔ خواہ خود  
 آجائیں خواہ مجھے بلالیں۔

نہ... نہ بھی تردید کے لئے آتے ہیں، جیسے، نہ خود گیا نہ مجھے  
 جانے دیا۔

اس قسم کے جملوں میں عموماً ”نہ“ محذوف ہوتا ہے، جیسے  
 خود گیا نہ مجھے جانے دیا، وہاں آقا کا نہ نوکر۔

۳۔ استدراکی جملے، ہم رتبہ استدراکی جملوں میں ”دیباچت کا  
 باہر مقابلہ ہوتا ہے، یہ جملے یقین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ دوسرا بیان پہلے بیان کے مخالف یا اس سے فاریع ہو۔

۲۔ دوسرا بیان پہلے بیان کو صرف مقید اور محدود کرتا ہو۔

۳۔ یا پہلے بیان کی توسیع یا ترقی ہو۔

ان کے لئے عموماً حروف، لیکن، مگر، پر، اور، بلکہ استعمال ہوتے ہیں مثالیں اسی ترتیب سے دی گئی ہیں جس ترتیب سے تقسیم کی گئی ہے، چکورا اور شہباز سب اداس ہیں۔

مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پیر ہیں!

وہ تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہے، مگر تم چاہو کہ نہ پیہ ہاتھ آئے تو اس سے ہاتھ دھو رکھو۔

(۲) وہ وعدہ تو بہت کرتا ہے، لیکن یاد نہیں رکھتا، وہ سناٹھی تو ہے پر معیبت کا سناٹھی نہیں، درست ہے مگر دقت پر کام نہیں آتا۔

(۳) خوشامد سے ایک دنیا ہی نہیں ملتی، بلکہ قدا بھی اس سے ملتا ہے، یہ ایک کیا بلکہ ایسے سو بول تو مار پھاڑا۔

اس نے صرف طوطا چشتی ہی نہیں کی بلکہ طرح طرح کی تکلیفیں بھی پہنچائیں ان مثالوں سے مگر، لیکن (پر) اور بلکہ استعمال میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اور قابل لحاظ ہے کیونکہ ان کے استعمال میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے، نظم میں پر کی بجائے یہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ کبھی سو بھی ان معنوں میں آتا ہے، مگر بہت کم جیسے،

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا۔

بعض اوقات، اور بھی بخلا رہے ہیں مگر کے معنی دے جاتا ہے،

---

۱۔ پرسنل کے پران سے بنا ہے اور یہ پر کا مخفف ہے اہل لکھنؤ بالخصوص یہ لیتے اور لکھتے ہیں، لیکن صحیح زیر سے ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ برصغیر ہما بالکسری آتا ہے۔



جیسے، ایسا، فاضل اور نکمّا، اتنا بڑا یا کمال اور اس قدر تنگ دل۔  
بعض اوقات، مگر اور لیکن، گو اور اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں۔  
جیسے اگرچہ وہ بہت بڑا اور دلت مند ہے لیکن دل کا بھوٹا ہے۔

۴۔ سببی جملے، ان جملوں کے ایک جز میں دوسرے جز کے سبب دہرایا  
نتیجہ کا ذکر ہوتا ہے، جو جملہ کی علت یا سبب کو ظاہر کرتا ہے وہ ہوتا  
کیونکہ اس لئے کہ، اس واسطے کہ، اسے، شروع ہوتا ہے جیسے میں ان کا  
ساتھ دوں گا، کیوں کہ (اس لئے کہ یا اس واسطے کہ) معیبت کے وقت  
انہوں نے میرا ساتھ دیا تھا۔

جو جملہ نتیجہ یا اثر کو ظاہر کرتا ہے اس کے شروع میں اس لئے  
پس یا عربی کا لہذا آتا ہے جیسے، اس نے میرا کہنا نہ مانا، اس لئے  
(لہذا) میں اس سے قطع تعلق کرتا ہوں۔

ایسے مرکب جملے میں جز اول کے ساتھ عموماً چوں کہ استعمال ہوتا  
ہے جیسے، چوں کہ وہ بہت شریہ اور نا اہل ہے۔ اس لئے میں اسے  
مند نہیں لگاتا۔

کبھی پس بھی ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے چونکہ اس  
نے بلا افاقت ایسا کام کیا ہے۔ پس (یا لہذا) اسے سزا بخشنی چاہیئے  
تابع جملوں کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ تابع جملے

۱۔ اسی

وصفی

تبیہی

اصلی جملے کو فاعل اور اس کے تحت جملے کو تابع جملہ کہیں گے

۱۔ اسی جملہ اسمی جملے سے ہماری مراد ایسا جملہ ہے جو بجائے خود ایک اسم کا کام دے اور جملہ کی ترکیب میں بجلنے ایک اسم کے ہو، جیسے میرا ایمان ہے کہ خدا ایک ہے، یہاں خدا ایک ہے، بجلنے ایک اسم کے ہے یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ توحید میرا ایمان ہے،

اسی جملہ دو قسم کا ہوتا ہے، ایک وہ جو اصل جملے کے فعل سے متبدل کا تعلق رکھتا ہو، یا جو متبدل کا بدل ہو، دوسرا وہ جو اصل جملے کے فعل کو یا خبر کے کسی تابع کو محدود کرے یا اس پر اثر ڈالے۔

تمام اسمی جملوں کی ابتداء عموماً حرف (ک) سے ہوتی ہے، جیسے اس نے کہا کہ میں بیمار ہوں، کون نہیں جانتا کہ میرا نام احمد ہے، ہاں وہ چیل پہل تھی کہ بیان سے باہر ہے، دیشاں جملہ خاص جملے کے متبدل ہے (تعلق ہے) یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس کا کام نہیں ہے (یہاں تابع ہے) یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس کا کام نہیں ہے (یہاں متبدل کا بدلہ ہے) جب خاص جملے میں الفاظ مناسب ہے، لازم ہے، چاہئے وغیرہ آئین اور فرض و اجبت وغیرہ ظاہر کریں تو تابع جملے میں مضارع آئے گا جیسے مناسب ہے کہ آپ خود چلے جائیں لازم تو یہ ہے کہ خود آکر ساف مانگے، ان کو چاہئے کہ ابھی بھیج دیں وغیرہ۔

اسی جملہ جس کا تعلق خبر سے ہوتا ہے وہ جملے کے فعل کا مفعول واقع ہوتا ہے۔ جیسے اس نے کہا تم گھبراؤ نہیں، وہ گلی گلی کہتا پھرتا آگ لگی رہے آگ لگی تم دیکھ کر آؤ کہ سلسلے کون چلا آ رہا ہے، کبھی کبھی اور خاص کر چھوٹے چھوٹے فقرہ اور مقولوں کے قبل (کہ) عذوب ہوتا ہے میں نے کہا اب نہ آنا، اس نے کہا دوست

یہاں آؤ۔

کبھی تابع جملہ خاص جملے سے قبل بھی آجاتا ہے، جیسے چلو دینے

چلو دینے، ہر طرف سے پی صدا آرہی ہے،

کبھی جوابی، کہ، کی، جگہ استعمال ہوتا ہے جیسے بادا سے کیوں

نہیں کہتے؟ جو ہمیں بھیجا دیں

کبھی اکہ، خاص جملہ کے فعل کی وجہ یا مقصد کے اظہار کے لئے

آتا ہے۔ جیسے، میں نہیں اس لئے بھیجا ہوں کہ تم ان سے مل سکو ایسے

موقع پر کہ، تاکہ کے معنوں میں آتا ہے، اظہار مقصد کے لئے اس لئے

کہ وہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے، وہاں جاتے ہوئے ڈرتا ہوں کیونکہ میرا بھائی دشمن ہے

بعض اوقات منفی فقرہ، ایسا نہ ہو، کے ساتھ اظہار غرض کے لئے

آتا ہے جیسے، ان سے زیادہ باتیں نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ وہ خفا ہو جائیں،

جب اسمی جملہ کسی نتیجے کو ظاہر کرتا ہے،

(۱) توقع، تنہا یا دعا کے اظہار کے موقع پر فعل مضارع آتا ہے

جیسے ایسی تقریر کر دو کہ ہزاروں کا چنڈ ہو جائے۔ خدا کرے کہ دھماکا

ہو جائے میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آئے۔

(۲) ناممکن یا محال کا اظہار ہوتا ہے تو زمانہ حال کے لئے مضارع

اور زمانہ گزشتہ کے لئے ماضی شرطیہ (یا تنہائی) آتی ہے۔

جیسے اس کی کیا طاقت ہے جو یہاں ایسا کرے اس کی کیا طاقت

تھی جو ایسا کرتا۔

(۳) وصفی جملے، وصفی جملہ وہ ہے جو صفت کا کام دے اور خاص جملے

کچھ لفظ یا فقرے کی تعریف کرے، جیسے، اس نے انہیں لڑکوں کے نام  
پکارے۔ کتاب میں درج تھے، یہاں جو کے بعد کا جملہ کتاب میں  
درج تھے؛ نام کی تعریف کرتا ہے،

تمام وصفی جملے موصولہ یا اشاری ضمیروں کے ساتھ آتے ہیں، جیسے وہ  
کام جو آپ سے نہ ہو سکا میں کیسے کر سکتا ہوں۔

جب تاکید یا زرد دینا مقصود ہوتا ہے تو اس کے اسم کو جس کی تعریف  
جملہ وصفیہ کو تا ہے۔ تکرار استعمال کیا جاتا ہے، جیسے جو کام آپ نہیں کرنا  
چاہتے تھے آخر وہی کام کرنا پڑا۔

وصفی جملوں کے ساتھ عموماً ضمیر موصولہ یا اشارہ آتا ہے اور اس  
کے جواب میں دوسرے جملے میں دوسری ضمیر آتی ہے جیسا کہ اوپر مثالوں  
سے ظاہر ہے، لیکن بعض اوقات خاص کر نظم میں دوسری ضمیر محذوف  
ہو جاتی ہے، جیسے، جو مجھ پر گذرنا ہے، تم کیا جانو۔

بعض اوقات وصفی خاص جملوں میں اسم مذکور نہیں ہوتا جب کہ  
کسی خاص شخص سے مراد نہ ہو یا اشارہ ایسی جانب ہو جو معروف ہے جیسے  
دل اسی سے ملتا ہے جو اس کے قابل ہوتا ہے، اس معیت سے دنیا نجات  
دے گا جو سب کا نگہبان ہے۔

بعض اوقات ضمیر موصولہ محذوف ہوتا ہے، جیسے اڈرا، سو مرا،  
ہو سو ہو، تم کر دیجئے سو اچھا ہی کر دیجئے،

کبھی مرجع اور ضمیر موصولہ دونوں محذوف ہوتے ہیں، جیسے، خوب  
ساپ مارا۔

ایسا عموماً بول چال کے فقرہوں اور نظم میں ہوتا ہے۔

بعض اوقات اس حالت میں جہاں تعلق صاف ظاہر ہے » ذوں ضمیر  
مخدوف ہو جاتی ہیں جیسے اچھا کیا نفس مارا۔

جب اظہار واقعہ صاف طور پر ہوتا ہے تو افعال مطلق آتے ہیں جیسا  
کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے، مگر دوسری حالتوں میں مفارغ یا افعال  
احتمالی وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) مثلاً جب وصفی جملہ کسی فعل کے مقصد غرض یا نتیجے کو ظاہر کرے جیسے  
یہ درخت اتنا مضبوط نہیں ہے جو وہ آسانی سے اس پر چڑھ جائے،  
وہ شریف نہیں ہے کہ جو میں اسے منہ لگاؤں۔

(۲) جہاں تعداد، کیفیت و کمیت کی تعین نہ ہو اور خاص افراد  
مقصود نہ ہوں جیسے وہ کتابیں جن میں اس مضمون کی پوری تشریح ہو،  
ایسا پانی جس میں نام کو خلافت نہ ہو، ایسی تدبیر کر دے سب کو باز  
رکھے، ایسا داعظ بلاؤ جو سب کو ترس پادے۔

کبھی تابع جملے میں بھی اسی قدر ضمیریں ہوتی ہیں، جتنی خاص جملے  
میں جیسے جو جیسے پسند آئے وہ دیکھنا ہی کرے۔

کبھی اہماں، بجائے اسم یا ضمیر کے استعمال ہوتا ہے جیسے مبارک  
ہے وہ شہر جہاں سے تم آئے۔

کبھی اک، بجائے جو، کہ وصفی جملے کے ساتھ آتا ہے جیسے ایسی چیز  
تو میرے پاس ایک بھی نہیں جو آپ پسند فرمائیں، یہ ایسا آدمی نہیں  
ہے کہ میں اس پر اعتماد کر سکوں۔

(۳) تمیزی جملے، تمیزی جملہ درحقیقت تمیز کی طولانی صورت ہے خاص  
جملے کی خبر کی بلحاظ وقت و مقام طور طریقہ کے تعریف کرتا ہے کیلئے

دقت کے لئے جو تیزی جملے آتے ہیں ان کی ابتداء میں 'جو' یا 'جب' آتے ہیں اور ان کے جواب میں 'تو' (یا کبھی 'تب')  
جیسے، جب میں ہی نہ رہا تو مجھے اس سے کیا جب تک میں ہوں  
تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔

کبھی دقت کے تیز الفاظ کے ساتھ بعض اوقات (سے) اور  
رنگ، بل کر بھی آتے ہیں، جیسے جب تک۔ کب سے دیر!۔  
بعض دوسرے اسم مثلاً دقت، دم، دن وغیرہ جو دقت کو ظاہر  
کرتے ہیں، ان ضائر موصول کے ساتھ جملے میں آتے ہیں، اور ان کا جواب  
خاص جملہ میں ہوتا ہے، جیسے جس وقت وہ پہنچا، اس وقت میں سو رہا تھا  
کبھی کبھی ایسا تیزی جملہ کے 'سے' شروع ہوتا ہے۔ جیسے وہ بہت  
اور اس بیٹھا تھا کہ یہ خوش خبری پہنچی۔ کبھی، جو ان معنوں میں آتا ہے  
جیسے، سب سوچ میں بیٹھے تھے جو اس نے یہ کہا۔

(یہاں جو کے معنی (کہ) اتنے میں، کے ہیں)

بعض اوقات تیز زمانہ عذوف ہوتی ہے، جیسے سب نے  
چیننا چلانا شروع کیا تو بھاگ گیا۔

تیزی جملہ مکانی جہاں اور مدھر کے ساتھ آتا ہے جیسے جہاں  
وہ جاتا ہے وہیں تم جاتے ہو، مدھر دیکھتا ہوں اور مدھر تو ہی تو ہے  
کبھی جوابی 'وہاں' عذوف بھی ہوتے ہیں، جیسے، جہاں بیٹنگ  
سلئے چل دو۔

تیزی جملہ بھی طور طریقہ کو ظاہر کرتا ہے اس کے ساتھ چلنا یا جیسے

آتا ہے، مثلاً جو نہی وہ درد ازلے سے نکلا تھا کہ میں پہنچا پہلے، جوں ہی  
کے جواب میں، وہیں استعمال ہوتا تھا، مگر آج کل متردک ہے، اگر ایسی  
صورت ہوتی ہے تو کہے "یا جو" لے آتے ہیں، اور جیسے کے جواب  
میں تیسے، مثلاً جیسے آپ مجھ پر ہر بانی فرماتے ہیں، دیے اس پر بھی نظر  
کرم رکھئے گا،

اکثر دیے محذوف ہوتا ہے، مثلاً آپ کہیں، میں کرنے کو تیار  
ہوں جیسے بنے انہیں ساتھ لیتے آؤ۔

بعض اوقات جوں جوں اور جیسے جیسے بھی استعمال ہوتے ہیں اور  
ان کے جواب میں وہ تو شانہ و نادر اور دلچسپ دیے بہت کم آتے  
ہیں، جیسے۔

• مرض بڑھتا گیا جوں جوں دراکی

جیسے جیسے وہ خط پڑھنا جاتا تھا، اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا،  
جوں جوں اور جیسے جیسے دالے تیزی جملوں میں جب کہ گذشتہ زمانہ  
ہو ہمیشہ انفعال ماضی نامتناہی کی کوئی نہ کوئی صورت استعمال ہوتی ہے مثلاً  
جوں جوں میں اسے سمجھتا تھا وہ اور بگڑتا تھا جیسے جیسے وہ قریب آتا گیا  
میں دور ہوتا گیا، وغیرہ، جب، جیسے، ایسے محض تشبیہ استعمال ہوتے ہیں اور  
تشبیہ خیالی اور فرضی ہو تو فعل مفارع استعمال ہو گا جیسے یہ حرف  
تو ایسا لکھا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہے، وہ اس طرح و نشا اس  
پر اگر جیسے آسمان سے بجلی گرے۔

لیکن تشبیہ حقیقی ہو تو فعل خبر آتا ہے۔

جیسے، یا ایک اس طرح پتھر برسنے لگے، جیسے سارن میں منہو پڑتا  
ہے۔

ایہ استعمال زیادہ تر بولنے یا لکھنے والے کی مرضی یا طرز بیان پر منحصر ہوتا ہے۔  
 تیزی جملہ سببی، خاص جملے کی علت یا وجہ کو ظاہر کرتا ہے اس کی  
 ابتداء محسوس (جو) سے ہوتی ہے جس کے معنی چونکہ ہوتے ہیں، اور اس کا  
 جواب "تو" یا "سو" سے ہوتا ہے، جیسے ہم چو اس تکلف اور معیبت  
 میں ہیں، تو ہماری بات نہیں پوچھتا۔

بعض اوقات تیزی جملہ سببی شرط کو بھی ظاہر کرتا ہے، خاص جملہ شرط  
 اور جملہ تابع، جزا کہلاتا ہے شرطی جملے میں جو یا اگر اور جزا میں تو آتا ہے،  
 جیسے، جو حال یہ ہے تو خدا ہی مانتا ہے،  
 شرطی جملوں کے ساتھ افعال کے استعمال میں احتیاط لازم ہے،  
 شرط میں تین حالتیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ امکان

۲۔ حقیقی

۳۔ غیر امکانی۔

۱۔ صورت امکانی، بعض اوقات ممکن ہے کہ شرط ذہن میں امکانی صورت  
 رکھتی ہو، لیکن واقعے کے مطابق نہ ہو، ایسی صورت میں فعل مضارع یا  
 افعال احتمالی استعمال کئے جائیں گے۔

لیکن جب علت یا نتیجہ یقینی ہو تو اس وقت خاص جملے کا فعل سلتی ہوگا  
 جیسے، اگر وہ کل آگیا تو میں کیا کروں، وہ ہمارے ہی پاس رہے تو اچھا ہے،  
 مگر جب نتیجہ امکانی صورت رکھتا ہے تو فعل مضارع یا کوئی فعل  
 احتمالی استعمال ہوگا، جیسے، میں سوچ لوں گا، تو جواب دہوں یہاں شرط  
 اور جزا دونوں میں فعل مضارع استعمال کیا گیا ہے، اگر آپ اس سے پرہیز

چھڑانا ہی چاہتے ہیں تو ایک تدبیر عرض کر دوں،

۲۔ جب صورت شرط واقعی ہے یعنی مستقبل یا گزشتہ یا زمانہ حال میں جیسی وقوع کی صورت ہو، تب شرطی جملے میں فعل مستقبل ہو گا، یا کوئی اور فعل مطلق لیکن جزا میں حسب حالت مذکورہ فعل مضارع یا احتمالی یا مطلق آئے گا۔ جیسے،

جو تم اسے چھڑ دگے تو خفا ہو جائے گا، میں اگر اسے مارتا ہوں تو کھاگ جائے گا، جو تم ہی نہ آئے تو پھر کون آئے گا، تم نے نہیں کہا تو پھر اور کس نے کہا۔

۳۔ تیسری صورت جبکہ شرط اور جزا دونوں میں خلاف واقعہ اور ناممکن الیہ وقوع شرطی فقرے ہیں ایسی شرط کا اظہار ہوتا ہے، جو وقوع میں نہیں آئے مگر جزا میں اس نتیجہ کا اظہار ہوتا ہے جو شرط کے قاصر رہنے کی وجہ سے واقع نہیں ہونے پایا، ایسی صورت میں عمرتا فعل ماضی شرطیہ استعمال ہوتا ہے، جیسے، اگر میں ان سے پوچھتا تو وہ مجھ سے کہہ دیتے اگر وہ مرنے لگتا تو سارا پاپ کٹ جاتا۔

بعض اوقات ایسے موقع پر خبر میں ماضی بعید بھی استعمال ہوتی ہے، جیسے، وہ چاہتا تو آ سکتا تھا، کبھی کھانا، یا ہوتا کبھی استعمال ہوتی ہے، وہ آ جاتا تو لپکھٹا کھانا، یا اچھا ہوتا،

حرف شرط عمرتا "مخوفہ" بھی ہوتا ہے جیسے، وہ آئے تو میں چلوں وہ کہتا تو میں ضرور جاتا،

اس موقع پر "ہو تو ہو" محاورے کا بھی خیال رہے جو محض تاکید کے لئے آتا ہے جیسے:

”فصل میت ہی ہمارا غل صحت ہو تو ہو“

جو جملے ”نہیں تو“ یا ”ورنہ“ کے ساتھ آتے ہیں ان میں پورا فقرہ شرطیہ محذوف ہوتا ہے۔ لیکن اس کے حکم کی تفصیل ضروری ہے۔ ورنہ فدا جانے وہ کیا کر بیٹھے (یعنی اگر میں نے اس کے حکم کی تفصیل نہ کی تو...) اگر آپ نے قبول کیا تو بہتر ورنہ مجھے اس کے پاس مانا پڑے گا (یعنی اگر آپ نے قبول نہ کیا تو...)۔

بعض ملاقات تیزی جملہ اسکاں اور شرطیہ دونوں ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ شرطیہ جملہ (جب) سے شروع ہونا ہے اور جزا میں ”تو“ آتا ہے، جیسے ”مگر“ نہیں آتا تو میں کیوں جاؤں! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حرف شرط (جب) جملے میں محذوف ہوتا ہے اور صرف ”تو“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جملہ شرطیہ ہے جیسے میں چلنے لگا، تو رد کر کے بیٹھے گئے۔

کبھی حرف جزا ”تو“ بھی محذوف ہو جاتا ہے جیسے ”کیا ہوا، اگر ہم نہ گئے۔“

استدراکی جملہ بھی ایک قسم کا شرطیہ جملہ ہوتا ہے، اور افعال کے استعمال میں اس پر بھی وہی قواعد جاری ہیں، جو شرطیہ جملوں پر۔ جملہ تابع کے ساتھ الفاظ ”تو“ بھی رہتا ہے، لیکن اور سرگرتے ہیں، جیسے، اگر چہ... وہ بے وقوف ہے مگر اپنے مطلب میں بہت ہوشیار ہے۔ اگر چہ وہ بہت متعطل ہے تاہم اس کا غصہ آہی جاتا ہے اگرچہ میری اس سے اچھی ملاقات ہے، تو بھی ایسی فرمائش کرتے ہوئے شامل ہوتا ہے کہ اس وقت وہ نہ ملنے مگر آخر ایک روز ماننا پڑے گا۔

بعض اوقات خواہ، یا چاہے شرطی جملے میں شرطی حرف عطف  
 کے بجائے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے، خواہ اس نے نیکیتی ہی سے  
 کیا ہو مگر کیا بہت برا چاہے وہ کچھ ہی کہے پر مجھے یقین نہیں آتا۔



## جملے میں الفاظ کی ترتیب

۱۔ عموماً جملے کے تین حصے ہوتے ہیں۔

۱۔ مبتدا۔

۲۔ خبر

۳۔ فعل ربط

جیسے، احمد ہوشیار ہے۔

لیکن متعدی افعال کی صورت میں ازل مبتدا (یا فاعل) اس کے بعد مفعول اور اس کے بعد فعل خبر ہوتا ہے۔

۲۔ اردو میں یہ ترتیب اکثر قائم نہیں رہتی اور کبھی تاکید اور زور دینے کی خاطر، کبھی تعجب و افسوس یا خوشی کے لئے اور کبھی کھنکھانے کے خیال سے اس ترتیب میں تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے جیسے، ایسے ہونے ہیں تو م کے سردار حسن حریف ہے تجھ پر کون ہے جو تہیں نہیں جانتا؟ لعنت ہے ایسی حرکات پر دغیرہ وغیرہ۔

۳۔ فعل متعدی کا مفعول اس کے بائیں متصل قبل آتا ہے، جیسے میں نے اسے بلایا، لیکن جب زور دینا مقصود ہوتا ہے تو مفعول جملے کے شروع میں آتا ہے، جیسے اس عمار سے میں کیوں کہ بھاگ کر سکوں گا۔

خود فعل جب شروع میں آتا ہے تو اسی سے زور و ظاہر ہوتا ہے جیسے

، ماروں کہا میں تجھ؟ دوں ایک تھپڑ :-

جب مفعول دو ہوں تو مفعول قریب جو رملوٹا اشیاء کے متعلق ہوتا ہے، فعل کے متصل آتا ہے جیسے، میں تمہیں انعام دوں گا، نیز جو الفاظ فعل کی غرض و غایت ظاہر کرتے ہیں وہ ہمیشہ فعل کے متصل آتے ہیں، جیسے میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں، لیکن جب زور مقصود ہوتا ہے تو یہ الفاظ بھی فعل کے بعد آتے ہیں جیسے یہ شخص اتنی ددر سے آیا ہے، صرف تمہاری ہدایت کے لئے۔

۴۔ بعض اوقات بلحاظ زور تاکید کے مفعول اول آجاتا ہے جیسے آدمی کو آدمی کھانے جاتا ہے، جب، ہونا، سے متعلق افعال آتے ہیں تو خبر اول آتی ہے، ناصح سودا ہوا ہے، خصوصاً طور کی حالت میں، جیسے، گھر میں کوئی شخص نہیں، حامد کے پاس طوطا ہے، لیکن مفعول مثلاً میں مفعول زور دینے کی غرض سے اول آیا ہے ان چیزوں کو تم کہاں لئے چلتے ہو؟ یہ کاغذ میرے کام کے نہیں۔

جو تم کہو گے وہی گروں گا۔

۵۔ جہاں دو چیزوں کا مقابلہ ہوتا ہے، وہاں زور اور تاکید کا ایک لفظ جملے کے پہلے حصے کے شروع میں آتا ہے اور دوسرا لفظ دوسرے حصے کے شروع میں۔ جیسے، کہا میں میاں خان خانان اور لٹائیں میاں نسیم، دکھ میرے لئے ہے، اور سکھ تمہارے لئے، محنت میں کروں اور چین وہ کرے،

۶۔ غنائیہ جملوں میں بھی اظہار قدرت، تعجب و استعجاب وغیرہ کے لئے ترتیب بدل جاتی ہے، اور الفاظ تعجب و استعجاب وغیرہ جملے کے شروع

میں آتے ہیں، جیسے لعنت ہے ایسے کام پر، اس کی تہجدی حالت پر ایسے  
معمولوں میں فعل ربط اکثر محذوف ہوتا ہے۔

۷۔ لفظ نداء عموماً اول آتا ہے، لیکن زور دینے کے لئے آخر میں آجاتا  
ہے جیسے تو نے کیا کیا کیوں ظالم! تیری پی نرا ہے کم بخت!۔  
۸۔ جب ضمائر شخصی ہر قسم ایک جگہ ہو جائیں تو ترتیب حسب ذیل  
ہوگی۔

اول ضمیر متکلم دوم ضمیر مخاطب اور سوم غائب، جیسے در  
ہم تم مل کر چلیں گے، ہمیں نہیں وہ ایک ہی سمجھتے ہیں، ضمیر موصولہ  
ہمیشہ اول آتی ہے جیسے، جو تم کہو وہی کر دلا گا۔

۹۔ ہر قسم کی صفات ان اسما سے قبل آئیں گی جن کی وہ صفت بیان  
کرتی ہیں لیکن جس وقت وہ بعد میں آتی ہیں تو عموماً خبر کے طور پر استعمال  
ہوتی ہیں بازو ردینے یا خصوصیت ظاہر کرنے کی غرض سے جیسے یہ  
بڑا عذار شہر ہے۔ اس اجڑے گاؤں میں کیوں چلے گئے۔ دھارہ  
پکا کر دہہ ہمیشہ کا دکھیا ہے، وہ کچھ ہو بھی گئے ہیں مغرور،

بعض اوقات زور دینے کے لئے صفت کو اسم سے علیحدہ کر کے  
چلے کے آخر میں لاتے ہیں جیسے، یہ جنگ ہے بڑی خوفناک اور خونریز  
چلتے چلتے ایک بڑا پہاڑ ملا، ہرا بھرا اور بہت اونچا۔

۱۰۔ اردو میں بدل، تبدیلانہ بطور صفت موصوف کے ہوتے ہیں،  
یعنی بدل اول آتا ہے، تبدیل مذہ سے جس کی وہ ایک قسم کی صفت  
ہے جیسے، کلہو، چھار آیا تھا، حاجی کا بیٹا شو گیا، کبھی، اس کے خلاف بھی ہوتا ہے

جیسے ہتھارا بھائی احمد کہاں ہے۔

۱۱۔ ترکیب اضافی میں بعض اوقات ترتیب بدل جاتی ہے اور فارسی

کا اثر ہے، جیسے، یہ قلم آپ کا ہے، یہ کتاب میری ہے،

بعض اوقات مضاف الیہ اور مضاف میں فعل پڑ جاتا ہے، جیسے

یہاں تیرا کیا کام ہے، ہتھارا کیوں دم بھردوں۔

لیکن یہ فعل وہیں تک ہاں نہ ہے کہ مطلب مبہم نہ ہو جائے۔

۱۲۔ تمیزی الفاظ یا فقرے جیسے جلدی چلو، وہ شہر میں رہتا ہے، وہ

مجھے ہر روز سنا تا ہے۔ عموماً، ان الفاظ کے قبل آتے ہیں جن

سے ان کا تعلق ہوتا ہے، بعض اوقات وہ فعل اور اس کے

مفعول کے درمیان آ جاتے ہیں، عام طور پر یوں سمجھنا چاہئے،

کہ جوں جوں وہ ایسے الفاظ سے دور دور ہوتے ہیں دیے ہی زور زیادہ

بڑھ جاتا ہے، انہیں الفاظ متعلق کے بعد یا افعال کے درجہ اس کے

درمیان لانے سے زور پیدا کیا جاتا ہے جیسے اس کا مزاج چڑچڑاہٹ

ہے، یہ کہو تم آؤ گے، کب۔ اب تمہیں چھوڑ کر جاؤں کہاں۔

لیکن جب تمیز کا تعلق کل جملے سے ہوتا ہے تو جملے کے اول آتی

جیسے، دفعتاً چھت پہ سے گر پڑا۔

۱۳۔ ہی، جو تمیز کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اس کا استعمال اردو

میں بہت کثرت سے ہے، اور اسم، ضمیر، صفت، فعل کے ساتھ آتا

ہے، جیسے، گھڑی میں، ہو، آپ ہی چلیں، خوب ہی برس، کسی طرح

جاتا ہی نہیں وہ سنتے ہی چل دیا۔

ہے، کے بعد ہی آتا ہے تو اس کا تلفظ اس طرح ادا ہے۔

۱۵۔ نہیں ہے اور ہے کے بعد ایک سی، اضافہ کر دی گئی ہے، یعنی ہنی  
دی ہی، ہی، اب دوسرے کی فکر کر۔

جہاں فعل کے دو جزے ہوتے ہیں، وہاں یہ ان کے درمیان آتا ہے  
جیسے میں تو کر دل ہی گا، میں تیار ہوں پر وہ کسی طرح چلتا ہی نہیں،  
جب فعل کے ساتھ حالہ معطوفہ ہو تو (ہی) ان دونوں کے درمیان  
آتا ہے، جیسے، آدمی کچھ کھو کر ہی سیکھتا ہے، اس نے مجھے سمجھ کر ہی کہا۔  
۱۶۔ فعل جب مفرد ہوتا ہے تو حرف نفی ہمیشہ اول آتا ہے مگر مرکب  
ہونے کی حالت میں فعل کے اول نیز ہر دو جزے کے درمیان دونوں طرح  
جاتا ہے جیسے میں نہیں جا سکا، میں تھا نہیں سکتا، اسے نہ جانے دو۔  
اسے جانے نہ دو، اس کا حال کہا نہیں جاتا، اس کا حال نہیں کہا جاتا۔  
مفرد فعل کے ساتھ بھی نہیں کبھی بعد میں آ جاتا ہے، جیسے، مانتا نہیں  
الٹو مت، اس میں کسی قدر تاکید پائی جاتی ہے۔

مرکب افعال کے اجزاء میں زور اور تاکید کی فرض سے صرف نفی سے  
فعل نہیں آتا، بلکہ دوسرے الفاظ سے بھی اسی فرض کے لئے فعل آتا ہے  
جیسے ہوں تو میں ایسا ہی، وہ ہو تو ایسا ہی گیلے۔

۱۷۔ (دی) کی طرح (بھی) انہیں الفاظ کے متصل آتا ہے جن پر زور  
دینا مقصود ہوتا ہے جیسے میرا بھی ایک بھائی وہاں نوکر تھا، یہاں صرف  
بھائی کی ملازمت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے، اسی  
طرح میرا ایک بھائی نوکر بھی تھا، یہاں صرف ملازمت پر ہی کار کی کے  
مقابلہ میں زور دینا مقصود ہے۔

۱۸۔ (تو) بھی زور دینے کے لئے آتا ہے، اور ہمیشہ اس لفظ کے بعد

استعمال ہوتا ہے جس پر زور دینا مقصود ہے وہ تو ضرور آئے گا۔  
مگر جب یہ لفظ شرط کے جواب میں آتا ہے تو ذہاں صرف جزا کے  
لئے آتا ہے اگر وہ آج آج آئے تو بہت اچھا ہے، اگر آپ اجازت دیں تو  
جاؤں۔

۱۷۔ حرف عطف اور ا کے، یا، پر، لیکن، مگر، جو، اگرچہ جملے کے شروع  
میں آتے ہیں، لیکن نزدیک کے مقام پر زور دینے کے الفاظ ان سے ادل  
بد جاتے ہیں، جیسے، وہ شخص اگر آیا بھی آتیاں، اسے منہ نہ لگاؤں گا، وہ اگرچہ  
بڑا عالم فاضل ہے، مگر تیز چھو کے نہیں گئی۔

۱۸۔ مرکب جملوں میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ زور دینے کی غرض سے مابعد  
کا جملہ ماقبل ہو جاتا ہے، جیسے اس کا دل بڑا ہی سخت ہو گا جس نے  
ایسی سزا اس غریب کو دی ہے۔

شرط کا جملہ ہمیشہ جزا سے قبل آتا ہے۔ اسی طرح وہ تیزی جملے جو  
زماں و مکاں اور حالت ظاہر کرتے ہیں، خاص جملے سے قبل آتے ہیں۔  
لیکن اگر زور خاص جملہ پر ہے، تو وہ ادل آتا ہے جیسے یہ تو ہم اسی وقت  
سمجھ گئے تھے، جب اس نے ایسی حرکت کی تھی، ہمیں یہ کام اسی وقت سمجھ  
کر کرنا چاہئے جہاں تک ہمارے اختیار میں ہے۔

لظہم میں جملہ کی معمولی ترتیب قائم نہیں رہتی، ضرورت شاعری کسی  
ترتیب کے تابع نہیں۔

## رموز اوقات (PUNCTUATION)

ارقاف یا وقفہ ان علامتوں کو کہتے ہیں، جو ایک جملے کو دوسرے

جملے سے یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کرے، ان اوقات کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اول تو ان کی وجہ سے نظر کو سکون ملتا ہے اور وہ ٹھکنے نہیں پاتی، دوسرے بات یہ ہے کہ ذہن ہر جملے یا جزو جملہ کی اصل اہمیت کو جان لیتا ہے، اور مطلب سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، جو علامتیں وقفوں کے اظہار کے لئے استعمال کی جاتی ہیں ان کے نام اور شکلیں حسب ذیل ہیں۔

علامت	اردو نام	انگریزی نام
,	سکتہ	COMMA
;	وقفہ	SEMICOLON
:	رابطہ	COLON
		ملاحظہ فرمائیے
-	تفصیلیہ	COLON DASH
—	ختمہ	FULL-STOP
?	سوالیہ	NOTE OF INTERROGATION
!	فجائیہ یا تاکید	NOTE OF EXCLAMATION
( ) یا [ ]	گروہیں	BRACKETS
—	خط	DASH
" "	دادین	INVERTED COMMAS
~	زنجیرہ	HYPHEN

## علامتوں کا محل استعمال سکتہ (۶)

یہ سب سے چھوٹا دقتہ ہوتا ہے۔ یہ حسب ذیل موقعوں پر استعمال ہوتا ہے۔

- ۱۔ ایسے اسماء یا عناصر کے پہچان میں جو ایک دوسرے کے بدل کا کام دیتے ہوں جیسے، چنانگیرا بن اکبر، شہنشاہ ہندوستان نے جب ....
- ۲۔ ایک ہی قسم کے لکڑے کے ان تین یا تین سے زائد لفظوں کے پہچان میں جو ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہوں (اس حالت میں جبکہ یا تو حرف آخری دو لفظوں کے درمیان حرف عطف و، یا اور یا حرف تہذیبی یا آئے —)

(۱)۔ حیدر آباد، میسور اور ٹراونکور جنوبی ہند کی ریاستیں ہیں (اس میں تینوں الفاظ اسم ہیں۔)

(۲)۔ چوری کرنا مذہب، افلاقا اور ستا برا سمجھا جاتا ہے اس کا طرز عمل عا میانجا ہلانہ اور سو قیانہ ہے (ان میں تینوں الفاظ متعلقات فعل ہیں)

(۳)۔ اکبر بہت عقلمند (سیع النظر) ہمدرد اور مدد پر بادشاہ تھا (یہاں الفاظ صفات ہیں)

۳۔ نذرانیہ لفظوں کے بعد جیسے،

(۱)۔ جناب صدر، خواتین حضرات!

(ب)۔ اسے ماؤں بہنوں، بیٹھو! (یہاں تینوں اسم ساری ہیں)

(ج)۔ جناب من تسلیم!

(د) میرے محب عمار علیکم السلام۔

(د) عزیز من! بہت بہت دعا با

(م) جب ایک ہی درجے یا رتبے کے لفظ جوڑوں میں استعمال ہوں، تو

ایک جوڑے کو دوسرے جوڑے کے درمیان رکھ دیتے ہیں

دن ہو کہ رات سفر ہو کہ حضر، خلوت ہو کہ جوارت انسان کو

چاہئے کہ خدا کو نہ بھولے۔

۵۔ ایسے اجزائے جملہ کے درمیان جو تشریحی ہوں، رکھ آتا ہے۔

یہ چوترا، ہم فٹ مہا، بیس فٹ چوڑا، پانچ فٹ اونچا ہے،

۶۔ دریا زیادہ ایک ہی درجے کے ایسے چھوٹے جملوں کے پہچان میں جو

ایک بڑے جملے کے جز ہوں،

(۱) میں گھر سے بازار گیا، بازار سے مدرسے آیا، اب مدرسے سے گھر

واپس جاتا ہوں،

(ب) کھیلنے کے وقت کھیل، پڑھنے کے وقت پڑھو،

(ج) وہ کھیل کے آیا، ہنایا، پکڑے بدلے، چائے پیا اور سیر کو چلا گیا۔

(د) زباں بگڑی تو نگڑی تھی، خیر بچے وہیں بگڑا۔

(۵) نہ تو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

(۷) شرط اور جزا یا صلے اور سزا

موصول کو بیان کرنے کے لیے سادہ جملوں کے پہچان میں۔

(۱) اگر ہم جانتے راجہ جبرائیل، نہ کہتے اتنی الفت تم سے بھائی،

(ب) اس کے منہ جو کوئی لگا، ذلیل ہی ہوا۔

(ج) جب مطلع صاف ہو گیا، اور سورج نکل آیا، تو میں اپنے گھر سے نکلا

- (د) جس شخص نے مجھ سے آپ سے کل بائیں گیں، وہ زید تھا۔
- (۸) ایسے سادہ جملوں کے بیچ میں حوشستی اور مشتقی مزہ کا بیان کریں۔
- (۲) وہ شخص ایماندار ہے، لیکن سست
- (ب) سارا زمانہ آیا، پر زید نہ آیا۔
- (۹) جب ایک سادہ جملہ دوسرے کی توجیہ کرے، تو دونوں کے بیچ میں  
سکتہ آتا ہے۔
- (۲) میں نہیں گیا، اس لئے کہ وہ خود ہی میرے ہاں آ پہنچا۔
- (ب) اسے گھر بیٹھے نوکری مل گئی پھر باہر کیوں جاتا؟
- (ج) خوب دڑا کہ درجس سے بھوک اچھی طرح ملے گی۔
- (۱۰) جب کسی فعل کے بعد یا کے، مقدر ہو تو سکتہ لگانا ضروری ہے
- (۲) وہ چھڑی ہاتھ میں لے، نکل کھڑا ہوا۔
- (ب) وہ یہ جا، وہ جا چیت ہو گئی۔
- (۱۱) جب مبتدا اور خبر کے بیچ میں کوئی حجاب نہ ہو، تو سکتہ ضرور  
ڈال دیتے ہیں۔
- (۲) یہ مجھ کو انتخاب مضامین، مطبوعہ رسالے کا نہایت ہی اشتہار  
بھی بن گیا۔
- (ب) عالی مدرس مال کے معنی میں۔
- (ج) مدرس عالی کی سب سے ممتاز تصنیف ہے۔
- (د) نذیر احمد کی سب سے عام پسند کتاب "مرآة العریض" ہے۔
- (۱۲) عبارت اور خصوصاً شعر کی تعقید کو دور کرنے کے لئے بھی سکتہ لاتے ہیں
- (۲) اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کتنے پہلوئی

رسموں کو پکڑتے ہیں، کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں  
کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں، سنا کر پڑتے  
ہیں، اور کتنے ہی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں۔

(ب) سب رقیبوں سے ہوں ناخوش، پر زمانِ عمر سے،  
ہے زلیخا خوش، کہ محرمِ ماہِ کفّال ہو گئیں!

(ج) تارِ لثیم کا نہیں، ہے یہ رگِ ابر بہار۔  
کردن بیدادِ ذوقِ پریشانی، عرض کیا قدرت؟

(د) دیوارِ یارِ منتِ مزدور سے ہے خم  
دے مشکل ہے، حکمتِ ادل میں سوزِ غم چھپانے کی۔

(ز) نہیں بہار کو فرصت نہ ہو، بہار تو ہے،  
”طراوتِ عینِ دخولی ہوا کہنے،

اور یادِ فیرہ سے پہلے ہی سکتے نکاتے ہیں، کہ لفظوں پر فاص  
طور پر زور دینا منظور ہو۔

## مشق

ان جملوں میں حسب ضرورت سکتہ بگاڑ

زید مراد و بکر، تینوں بازار گئے، تعریف کرنا تو درکنار وہ ادرا لے  
بچہ پر فضا ہوئے چونکہ دیر بہت ہو گئی تھی اور دھوپِ عکس بہ لحظہ تیز ہوتی  
جاتی تھی، اسلئے ہم نے داپس ہونا ہی مناسب سمجھا دنیا اور اس کے مناظر پیار د  
دریا، نیلا آسمان دیکتے ہوئے تار سے چلتا ہوا سوزِ عینِ سبِ خاوی کے کھنڈوں  
ہد سکتے ہیں جو کرے سو جانے، اے ماؤ بہنو بیٹو، دنیا کی زینت تم سے ہے  
جہ زندگی کہتے ہیں وہ حرفِ کھانے پینے، رہنے بسنے، بچنے بھاگنے کی

کا نام نہیں ہے، وہ تندرستی کی تصویر تھا بالاقامت چمکتی ہوئی آنکھیں  
فراخ سینہ بھرے بھرے باز، اس میں شک نہیں کہ جو شخص داسے درے  
قدمے اپنے اپنے بنائے وطن کی مدد کرے ہر طرح سے لائق تحسین ہے لیکن  
جو بچار اعلیٰ ہمدردی کے ذرائع نہیں رکھتا اور صرف ایک ہمدرد دل  
رکھتا ہے وہ بھی کچھ کم مستحق ستائش نہیں ہے۔

## وقفہ (۶)

جب سگتے سے زیادہ ٹھہراؤ کی ضرورت پڑے، تو وقفہ استعمال کرتے  
ہیں اس کا استعمال حسب ذیل موقعوں پر ہوتا ہے۔

۱۔ جملوں کے لئے بے بے اجراء کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کے  
کے لئے دیہاں سکڑوں کے علاوہ وقفوں کا استعمال اس وجہ سے ضروری  
ہے کہ غلط بحث نہ ہو جائے۔ جیسے۔

حق یہ ہے کہ اس زمانے میں جب کہ قومی تیش نسا کا پارہ ہر گھڑی گھٹتا  
بڑھتا رہتا ہے جب کہ باوجود تعلیمی کاموں کی کثرت کے قومی تعلیم کا کوئی  
صحیح خاکہ ہمارے سامنے نہیں ہے، جبکہ سیاسی تار و پود سارے ملک  
میں پھیلا ہوا ہے، مگر کوئی طریقہ قومی فلاح کا ایسا نہیں ہے جس پر  
تمام جماعتیں متفق ہو سکیں جبکہ مصلحت اور اصول، حال اور صداقت تلون  
اور استقامت میں اکثر مغالطہ ہو جاتا ہے، جبکہ باوجود سادگی کے ادعا  
کے عیش پرستی کے بہت سے چہرہ دروازے کھلے ہوئے ہیں، جبکہ باوجود  
اخلاقی قربانی کے دعویٰ کے، حقیقی انیثار نفس اور ضبط نفس بہت کم نظر آتا  
ہے، نواب وقار الملک کی سیرت ایک بڑی نعمت ہے۔

۲۔ جہاں جملوں کے مختلف اجزاء پر زیادہ تاکید دینا مد نظر

ہوتا ہے، وہاں بھی رابطے استعمال ہوتے ہیں،

(۲) جو کہ سہ گار سو پانے گار، جو بونے گار، سو کاٹے گار،

(ب) آنا، خفا آنا، جانا، تورا، جانا،

آنا ہے تو کیا آنا، جانا ہے تو کیا جانا۔

دج، تم دے اور ہمارا دل ہے چین ہوا، بہاری انگلی دکھی، تو ہمارے  
دل پر چوٹ لگی، سیتیں ہم نے بھری، تکلیفیں ہم نے اٹھائیں، راتوں کو اٹھ  
اٹھ کر ہم بیٹھے گندھے سے لگایا، چکارا، لوریاں سنائیں، غرض کہ  
جان، مال، سب ہمارے لئے نچ دیا، کیا اس کا یہی صلہ ہے؟

دس، جن جملوں کے بڑے بڑے اجزاء کے درمیان در نہ ہنزا، اگرچہ چہرہ  
جائیدہ در آ نکلی، لیکن اور اسی قسم کے ربط دینے والے الفاظ ہیں، وہاں  
ذہن کو سمجھنے کا موقع دینے کے لئے ان فقروں سے پہلے وقفہ کی علامت  
لگاتے ہیں،

دانتے رہے کہ جب مذکور بالا الفاظ چھوٹے چھوٹے جملے کو ملاتے ہوں  
تو یہ علامت نہ لگائی جائے گی، بلکہ سکتہ ہما کافی ہے۔

(۲) اگرچہ آج کل نقاد ان فن بات کو مذموم سمجھتے ہیں کہ کسی خاص  
غرض کو پیش نظر رکھ کر، یا کسی خیال یا رائے کی اخلاص کے لئے کوئی ڈرامہ  
لکھا جائے لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں زندگی کا ہر پہلو قابلِ اصلاح  
ہے، اور معاشرت کے ہر شعبہ میں تذبذب اور انتشار پایا ہے، فن کی بعض  
نازک اور خیالی خوبیوں کو قربان کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ سلیقے سے کہا جائے،  
(ب) چونکہ نکاح سمجھ پہلے ہی نسبت توڑ دی گئی، اور لڑکی چھائے چھوڑ  
کڑی گئی، اس کے لئے ایسی شادی سے جو مذموم اور دردناک نتائج پیدا  
ہوئے ہیں، ان کا موقع ہی نہیں آیا۔

(۴) جن صورتوں میں سکتا لاتے ہیں، ان میں صرف ایسی حالت میں رہیں گے جب جہلوں کے بعض ایسے حصوں کو ایک دوسرے سے الگ کر، پڑے جن میں اندردنی طور پر سکتا موجود ہے۔

(۲) حیدرآباد، میسور، اور ٹرانا، نکور، جنوبی ہند کی ہابھوپال، گوالیار اور اندور وسط ہند کی بڑی ریاستیں ہیں۔

(ب) عالی کاسدس، یادگار غالب، حیات جاوید، نذیر احمد کی رازۃ العوین، ثبوت انصوح، محسنات، ایم ای، شبلی کی الفانوق، موازنہ سیرتیں پڑھنے اور بار بار پڑھنے کے قابل ہیں۔

## رابطہ (۵)

اس کا ٹھہراؤ وقفے کے ٹھہراؤ سے زیادہ ہوتا ہے،

(۲) عام طور سے اس کا استعمال : ہاں کیا جاتا ہے جب جملے کے کسی سابقہ خیال یا بات کی تشریح یا تفسیق کی جاتی ہے،

(۲) سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، کام ہو یا تفریح، ہمیشہ اور ہر جگہ اپنی صحت کا خیال رکھو؛ اگر کوئی نعمت ہے تو یہی ہے،

(ب) کیا خوب سودا نقد ہے؛ اس کا نقد دے اس کا کھولے،

(ج) یہ خاموشی کہاں تک؛ لذت فریاد پیدا کر،

زمین پر تو ہو، اور تیری صدا ہو آسمانوں میں۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے

(د) کاد کا درخت جانی۔ پائے تہنائی نہ یو چھو۔

صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا :

(۵) کسی کلمے کے رسالے کے لئے یہی کافی نہیں ہے کہ وہ متفرق اور مختلف معلومات کی ایک کھنٹی ہو۔ اس کا بڑا لازمہ تحریر کی قوت ہے۔ ذوق جستجو کو اشتعال دینا جو دت طبع کو لکنا یہی اس کا ہوا کا ح ہے، اس کی کامیابی کی جالیغ اسکی کسوٹی پر ہوتی ہے،

(۶) انسان کو بعض کاموں کی قدرت ہے، بعضے کی نہیں، وہ چل سکتا ہے، دوڑ سکتا ہے مگر اڑ نہیں سکتا۔

(۷) جب کسی مختصر مقولے یا کہاوت وغیرہ کو بیان کرنا ہو، تو تہمیدی جملے اور اصل جملے کے بیچ میں نیم وقفہ یا رابطہ لاتے ہیں،

(۸) کسی حکیم کا قول ہے: آپ کا عہد ہوا کا عہد۔

(۹) بقول شاعر: عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے!

(۱۰) پہلے ہے: کیا وقت پھر باکھ آتا نہیں،

(۱۱) ایسے دو جملوں کے بیچ میں رابطہ لاتے ہیں، جو آپس میں متقابل ایک دوسرے کی ضد ہوں، اور دونوں مل کر ایک پورے خیال کو ظاہر کر رہے ہوں جلتا ہے: ٹوٹ نہیں چلتا،

(۱۲) جب دو جملوں میں سے ایک، دوسرے کی توضیح کرے، مگر کوئی

حرف تو جیہ ان کے بیچ میں نہ ہو، تو ان کے درمیان میں رابطہ

لاتے ہیں، جیسے بچوں کو تہنائی میں نصیحت کرنا چاہئے، سب کے سامنے

نصیحت کرنے کا اٹھا اثر ہوتا ہے۔

## تفصیلیہ (۱-)

یہ علامت عام طور پر "عقب ذیل" کی ہوا کرتی ہے، اس کے استعمال کے موقع یہ ہیں۔

- (۱) کسی طویل اقتباس کو یا کسی فہرست کو پیش کرتے وقت ۱۔  
 (۲) مرزا غالب فرماتے ہیں ۱۔  
 (ب) ہندوستان کے بڑے شہر یہ ہیں ۱۔ بیٹی ۲۔ گلت ۳۔ حیدر آباد،  
 ۴۔ مدراس۔

(۲) کسی جملے کے ساتھ اجزاء کا اعادہ کرتے وقت، یہ علامت۔  
 مائل کلام یہ ہے، یا، مختصر یہ ہے: منیکہ۔ کا کام دیتی رہے۔  
 سورج بادلوں سے نکل آیا تھا، گھاس پر شبنم کے قطرے ایسے معلوم  
 ہوتے تھے، گویا سبز مخمل کے فرش میں ستارے جڑے ہوں، دھوپ پھری  
 ہوئی تھی پہاڑوں کا رنگ بھی دھل گئے نیلے ابر کا سا ہو گیا تھا، اپنی  
 مناظر کا لطف اٹھاتے ہوئے ہم اپنی گاڑی میں سوار چلے جا رہے تھے،  
 (۳) جب ایک ہی جملہ میں کئی باتیں مسلسل پیش کرنا ہوں تو اس  
 علامت کا استعمال کرتے ہیں۔

کچھ میری روزانہ زندگی کا حال سنو۔ علی الصباح اٹھا ضروریات  
 سے فارغ ہو کر، ہنادھو کر ناشتہ کیا، ڈاک دیکھی، اگر موسم خوشگوار ہو گیا  
 تو پھڑکی لے کر ٹپلنے چلا گیا، ورنہ گھر ہی میں رہا۔

ناریل کے خواندے بے شمار ہیں، اس کا تیل جلاتے ہیں، کھلنے  
 میں ڈالتے ہیں، خول سے ڈرنکے جلتے ہیں، ریشہ رسیوں کے ٹپنے میں  
 کام آتا ہے، کچا ہو تو اس کا پانی پیتے ہیں،

(۴) کسی اصول یا قاعدے کی مثال پیش کرتے وقت، جبکہ ایسے موقع  
 پر مثلاً یا جیسے کا لفظ ترک کر دیا گیا ہو۔

(۵) اسم نام ہے کسی چیز یا شخص کا: زید اکرمی، عمر، بکر،

دب، صرف دولت کا ہونا خوشی کی دلیل نہیں ہے۔ قادروں کو ہی دیکھئے،

## مشق

ان عبارتوں میں حسب ضرورت سکتے، وقفے، رابطے اور تفصیل لگاؤ۔  
 ۱۔ کھنڈے دل سے سوچنے کا موقع ہے کہ اس پچاس سال میں ہم نے کیا کیا ہم کیا تھے اور اب کیا ہو گئے، یہ ظاہر ہے کہ اس پچاس سال میں ایک مدرسہ یونیورسٹی ہو گیا جس کی ابتداء چند طالب علموں سے ہوئی تھی، اور اب نویت ہزاروں تک پہنچ گئی ہے جہاں چند مکان تھے، رہاں اب عالیشان عمارتوں کا سلسلہ ہے، ایک یران کھنڈر پہلاتا ہوا باغ ہے، ایک غیر معروف مقام علم و فضل کا مرکز بن گیا ہے، جس پر تمام مسلمانوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔

(۲) اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شہر بھی عجیب غریب نظر آتا ہے، زمانہ قدیم سے مضبوط آفاق اور مرجع خلافت رہا، کبھی راجاؤں، ہماراؤں کی راہدہ صافی کبھی سلاطین اسلام کا دارا خلافت کبھی طغیانی کی بدولت بہرہ کی خراب لار رفتہ رفتہ پھر آباد ہوا کبھی مارکنہ جنگ و جدل و قتل عام ہے، کبھی گھر گھر دن عید اور رات شب بے بات ہے، کبھی بد نظر خاہان درجہ کمال ہے کبھی ایک مطلق العنان سوداگر کی ملک سے قاصد کھنڈ رہے، کبھی مورد بلیات رہے، کبھی منزل برکات و حیات و فرح یہ نگر کی یوں ہی اجڑی بستی بنی اور بگڑتی رہی۔

(۳) کسی سفر کے حالات لکھنا اور سفرنامے کو مفید و محبوب بنایا اور اصل ایسے آدمی کا کام ہے، جو کافی عام انداز سے معلومات رکھتا ہو اور اس میں ایسی قابلیت موجود ہو کہ جو دلچسپ اور حیرت انگیز چیز اس کی نظر سے گزرے یا جو کچھ وہ سنے

کامل طور کے بعد اس سے مفید تجربات و نتائج حاصل کر کے دشمن الفاظ  
میں بیان ادا کر کے،

۱۴، جان غالب تھا را خط پہنچا، غزل اصلاح کے بعد پہنچی ہے وہ  
برایک سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے

مصرعہ بدل دینے سے شعر کس رتبہ کا ہو گیا ہے، اسے میر سے ہندی  
تجھے شرم نہیں آتی، میاں یہ اہل دہلی کی زبان ہے، اسے اب اہل دہلی  
یا مہندہ ہیں یا صرف ہیں، یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ان میں سے تو  
کس کی تعریف کرتا ہے

۱۵، جب کبھی تم کسی کام کے کرنے سے چھکچاؤ، کاہلی سبز باغ دکھائے آرام  
طلبی پہ جانے تو کسی بزرگ کا مشولہ یاد کر لیا کرو، اکار امر و زبیر دامن گزار۔

## ختمہ (۱۱)

یہ علامت مکمل جملے کے خاتمے پر لگائی جاتی ہے جہاں کھپڑا دیکھو  
ہوتا ہے، دنیا دار العمل ہے۔ جب طبیعت خراب ہو تو کوئی کام نہیں  
ہو سکتا، مخففات کے بعد بھی یہ علامت لگا دیتے ہیں، اے۔  
کے۔ سی۔ آئی۔ اے۔ پی۔ اے۔

۱۶، ابتدائی تحریروں میں پورا دقت (FULLY TOP) انگریزی کی طرح نقطے  
سے ظاہر کرتے ہیں، لیکن جنابوں میں حروف منقولہ کی کثرت ہو، زبان یہ علامت  
التماس پیدا کرتی ہے اس کے لئے چھوٹا ختمہ (-) اردو میں بہت عرصے سے  
کیا جا رہا ہے۔ انگریزی (DASH) کو ہم نے خط کہا ہے، اور (FULLY TOP)  
کو "ختمہ"

صرف انگریزی کے غففات کے بعد عربی کے غففات کے بعد اگر  
نہیں لگاتے، ص، صلم، ۱۲، ر، یوں ہی لکھے جاتے ہیں، جب ایک سے  
زیادہ غففات ایک ہی سلسلے میں لکھے جائیں، تو ہر غفف کے بعد  
لکھنے کی علامت دینا چاہئے،

اگر محمد اقبال۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچا ڈی، میر سٹراٹ لائے  
ہزار گز اللہ پانی سن میر عثمان علی خان بہادر جی، ایس، آئی جی، اسی  
بی، ای۔

## • • •

جب کوئی اقتباس دیا جاتا ہے یا کسی کا قول اسی کے الفاظ میں  
نقل کیا جاتا ہے تو اس کے اول و آخر یہ علامت لگائی جاتی ہے،  
اس نے جواب دیا: میں کل دس بجے یہاں پہنچوں گا، مولانا علی  
میر صاحب کے اس شعر کے متعلق لکھتے ہیں:۔  
ایک جنرل میں نا صدمہ شاید ہی کچھ ہے  
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک ہیں  
” میر نے باوجود رعایت درجہ کی سادگی کے ایسے متبذل اور پامال  
مغزوں کو اچھوٹے نزالے اور دلکش اسلوب میں بیاں کیا ہے۔“

## فجائیہ (۱)

یہ ان الفاظ یا جملوں کے بعد لگائی جاتی ہے جن سے کوئی جذبہ ظاہر ہوتا  
ہے، جیسے عفو، عفو، استغابہ، خوف، دغیرہ، جذبہ کی شدت کی نمائندگی  
سے ایک سے زیادہ علامتیں بھی لگا دیتے ہیں،  
ادھرہ! سخت تکلیف ہے، معاذ اللہ! بس صاحب! بس!! وہ رحم!

اس کی امید فصول ہے  
میں اور ہم بھی یوں تشنہ کام آؤں !

## سوالیہ (۹)۔

سوالیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے :- کیا ہے ؟ کس کی بارگی ہے ؟  
کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھ سے کل صبح باغ عامرہ میں ملاقات کریں ؟

## خط (—)

(۱) یہ علامت جملہ معترضہ کے پہلے اور آخر میں لگائی جاتی ہے ۔  
میری دوائے ۔ اگرچہ میں کیا اور میری دوائے کیا ۔ تو یہ ہے کہ آپ اس  
سے دست بردار ہو جائیں ۔

(۲) جب کل لفظ کسی سائبہ کی تشریح اور تبادیل میں لکھے جائیں ، تو یہ بھی  
یہ علامت لگاتے ہیں ۔

سارا مکان اینٹ ، چونا ، سامان ، لکڑیاں ، سب جمل کر خاک  
سیاہ ہو گیا ۔

زید — نہ صرف زید بلکہ اس کا سارا خاندان — ان ہی جرگ  
کا مقتدر ہے ۔

## توسیس ( )

یہ علامت خط (—) کی طرح جملہ معترضہ کے پہلے اور آخر میں لگائی  
جاتی ہیں ۔

میرا گھر (یعنی مکان کا وہ حصہ جس میں سکونت ہے) پوشیدہ ہو گیا ہے  
(پہ لکھنے والے کی مرضی ہے کہ خواہ تو سیں استعمال کرے یا خط)

ہر ایسا شخص سیں کے استعمال کرنے میں اس بات کا بہت خیال رکھتا  
ہے کہ ان کے لائے سے عبارت ہے ضابطہ ہو جائے، بہت سے لکھنے والے  
اس کا پہلا نہیں کرتے؛ اور آجکل ایسے اگڑے ہوئے جملے بہت دیکھنے  
میں آتے ہیں۔

(الف) محمود علی صاحب (جن کے بڑے بھائی الہ آباد میں تحصیلدار ہیں) اگر  
میں نے کل سوٹر پر جاتے دیکھا۔

(ب) حکیم احمد حسین خاں صاحب (جو محلے میں رہتے ہیں اور بڑے ملازم  
طیب ہیں) سے میں نے رجوع کیا۔

(ج) مبارک علی میاں (جو کل آپ سے ملنے آئے تھے) کے پاس ایک اعلیٰ  
درجے کی بندوق ہے۔

ان جملوں میں تو سیں کا استعمال اس طرح ہونا چاہئے تھا۔

(الف) محمود علی خاں صاحب کو درجن کے ... ہیں، میں نے ...

(ب) حکیم احمد حسین خاں صاحب سے، (جو اردو محلے ... طیب ہیں،  
میں نے رجوع کیا۔

(ج) مبارک علی میاں کے پاس (جو کل آپ سے ملنے آئے تھے) ایک  
بڑی اعلیٰ درجے کی بندوق ہے۔

## زنجیر (۷)

یہ علامت ان مرکب الفاظ کے اجزاء کے درمیان لگانے جاتی ہے جن کے

متعلق یہ خیال ہو چاہے کہ بغیر اس علامت کے وہ طیخندہ علیحدہ الفاظ سمجھے جائیں گے خاص طور سے علوم کی مرکب اصطلاحوں میں اس کا لگانا ضروری ہے۔ اردو میں اور ملائیں مثلاً، سکتہ، وقفہ، سوالیہ، فحاشیہ وغیرہ تو بہت سے استعمال کی جا رہی ہیں، لیکن ذخیرے کا استعمال اب تک نہیں کیا گیا۔ حالانکہ مرکبات لفظی کے اظہار کے لئے اس کی بہت ضرورت ہے۔ خاص طور پر آجکل جبکہ انگریزی علوم کا ترجمہ ہو رہا ہے اور مرکب اصطلاحیں کثرت سے بن رہی ہیں۔ اس علامت کا اظہار بہت ضروری ہے، اب تک ہماری زبان کے مرکبات زیادہ تر سالم الاجزا جوتے ہیں؛ مثلاً گل بدن، نازک خیال، رنگین بیان وغیرہ، یعنی انکا ہر جز ایک سالم لفظ ہوا کرتا تھا لیکن آج کل ایسی علمی اصطلاحیں کثرت سے بن رہی ہیں جن کا جز اول سالم نہیں بلکہ اکثر مخفف ہوتا ہے، جیسے: نفس، مریضاتی، فسی مریضاتی (Pneumothorax) کا ترجمہ ہے، یا جیسے ہنہ ۷ آریائی (Pneumonia) کا ترجمہ ہے۔ انگریزی زبان میں بے شمار الفاظ اور اصطلاحات ایسی نظر آتی ہیں جو اگر Pneumonia کا استعمال نہ ہوتا تو نہ بن سکتیں، اگر اردو میں بھی اس کا استعمال عام ہو جائے تو وضع اصطلاحات کی ایک بڑی وقت رخت ہو جائے۔ مثلاً ایک طبی اصطلاح: PNEUMO-GASTRIC کو سمجھئے۔ PNEUMO یعنی شش یعنی نانی لفظ (Pneumonia) سے بنایا گیا ہے اور GASTRIC نانی لفظ GASTRO- کا مشتق ہے، جو معنی ر معقدہ ان دونوں کو ملا کر ایک نیا مرکب لفظ (Pneumo-Gastric) بنایا گیا۔ یعنی جوشش اور معدے دونوں سے متعلق رکھتی ہے۔ اردو میں اسی کا ترجمہ و متعلق پشش و معدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ اصطلاح نہیں ہے اگر ہم

زنجیرے کا استعمال کریں، تو اسی اصطلاح کا ترجمہ شش "امدی" کر سکتے ہیں جس میں "تعلق یہ" کا مفہوم ایک علامت سے ظاہر ہوتا ہے "دوسری مرکب اصطلاحات جیسے ANGLO-INDIAN-ELECTRO-MAGNETIC۔ RUSSO-JAPANESE وغیرہ سب اسی قول کے مصداق ہیں ان کے ترجمے علی الترتیب انگریز، ہندی، روسی اور جاپانی ہوں گے۔ اگر یہ علامت استعمال نہ کی جائے، یا تو کوئی لفظ زنجیر کی جگہ لے گا، یا مرکب کے اجزاء علیحدہ علیحدہ الفاظ سمجھے جائیں گے، اور انتہا سہ ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ صرف اسی ایک علامت کا صحیح استعمال وضع اصطلاحات کی ایک بڑی وقت و در کر سکتا ہے، بہت سے اس علامت سے (۱۵) اس لئے ظاہر کیا کہ اصل کا مفہوم واضح ہو جائے، "دوسری بات یہ ہے کہ انگریز سے (۱۶) (CHAPMAN) ہمارے یہاں پورے وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لئے کسی اور علامت کی ضرورت تھی۔

ہندو آریاؤں زبانیں (یعنی وہ زبانیں جو ہندی اور آریاؤں دونوں زبانوں سے بنی ہیں۔

۱۔ سکھ ماہیانی مسلح نامہ جو روس اور جاپان کے مابین ہوا ہے (۱۷)  
 ۲۔ نفسیاتی (جو علم طب اور نفسیات دونوں سے تعلق ہے)  
 ۳۔ جملہ ماہیات (جو علم حیوانات اور نباتات دونوں سے تعلق ہے)  
 ۴۔ ماہیات (متناسیہ + ہرتی)  
 ۵۔ ماہیات (سور + پتھر)  
 ۶۔ ہندی (ALL INDIA)  
 مشقی

عصب مزدورت خطا، تو میں، دادیں اور زنجیرہ لگاؤ  
 انگریزی ہندی قوم وہ قوم ہے جو ہندی اور انگریزی خون کے  
 اختلاط سے پیدا ہوئی، یہ لوگ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں سہولت  
 انہیں کئی قرن ہونے کو گئے، اب تک زبان، احوال اور عادات کے لحاظ سے  
 خود کو باطناً انہیں تو ظاہراً ہی انگریزی ادا مل سکتے ہیں،  
 آدمی کو چاہئے کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے، خواہ وہاں ہی کاریاں کیوں  
 نہ ہو لیکن صداقت پر قائم رہے، کسی فلسفی کا قول ہے: صداقت ہی انسان  
 کا اعلیٰ ترین جوہر ہے،

تحت لسانی عصب وہ عصب ہوتا ہے جو ہماری زبان کے نیچے  
 سے ہو کر گزرتا ہے۔

## مشق

حسب ذیل عبارتوں میں لاقات کا استعمال کر دو۔  
 ۱۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ میں نکتہ میں ہوں مدح سرا نہیں میرا دستور العمل  
 یہ چند ہے۔

قصیدہ کار ہو کہ پشیکاں بود و زنی !!  
 تو از قید و مشق و لیلیات غزل است  
 حق گوئی کی راہ میں عموماً دو قوتیں مانع ہوتی ہیں دولت و طاقت اور  
 ذاتی تعلقات و اسباب، اتنے زمانے میں احباب کم از کم اس کا تو ذاتی  
 اندازہ کر چکے ہیں کہ الحمد للہ یہ دونوں پھر میری راہ میں حائل نہیں ہو سکتے  
 ہم کعبہ دہم بت کہہ سنگ رہ عابد  
 رفیقیم و صنم ہم ہر محراب شکستیم !!

دلت دلاقت و حکومت و اقتدار کے مقابلے میں جو کچھ اپنا حال ہے، مختار  
بیان نہیں، زبان اور قلم دونوں اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ وہ ذاتی  
تعلقات تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ نیورسٹی نوڈیشن کیٹی کیلئے پچھلے ایماس کے  
واقعات میرے لئے پرانے اشکال تھے، تاہم کچھ دنوں تک خاموش رہا، اور پھر  
دیکھا تو معلوم ہوا کہ تعلقات کا مسئلہ نہیں، بلکہ عقیدے اور رائے کا سوال ہے  
تعلقات کے لیے تاروں کی حقیقت ہے اس راہ میں تو زنجیریں بھی ٹوٹ جاتی  
ہیں پس جو کچھ میری ذاتی رائے تھی بلا تامل حوالہ قلم کر دی، یہ کہتی کیا چیزیں  
ہے، ہمارے خون اور شد و ادوں کو بھی حق اور عقیدے کے سامنے دیکھ کر ہر جانا  
چاہیے زمانہ پر آشوب ہے حق اور راستی کی منظر کی کس وجہ درد انگیز مدد تک پہنچی ہمیں  
پے کوئی نہیں جو خدا کی خوشنودی کی خاطر اس کے چند بندوں کا غم گھیل لے اور پھر کوئی نہیں  
جو اپنے قول کی عزت کے لئے اپنے عمل کو بھی قابل عزت بنائے، ہر دعویٰ دلیل سے محروم  
ہر قلمی عمل کا مخالف اور ہر سفیدی نمائش اور نفاق کی سیاہی سے آلودہ تعریف کی  
خواہش سے دماغ مجھوڑ رہا ہے۔ حالانکہ جو لوگ دنیا سے بقول ثناء و تعریف  
و مدح مانگتے ہیں اور ایسے لوگ بہت زیادہ ہیں، ان کو پہلے بتلانا چاہئے کہ  
اس کے لئے انہوں نے کیا کھویا ہے۔

(۲) برخوردار کا مگر میر ہمدی قلعہ تہ نے دیکھا پچا پنج میر علیہ ہے، (اجاب  
کیا شاعری نہ گئی ہے جس وقت یہ قلعہ میں نے دیاں کے بھیجنے کے واسطے  
لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے بتایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے  
ہیں بھوک مچی رہے، تین خطا اور لکھے ہوئے تھے میں نے کہا کہ اب کیا لکھوں  
اسی کاغذ کو لفاظ میں رکھ کر ٹکٹ لگا کر سنا سنا کر لکھان کے حوالے کیا مگر میں چلا  
گیا، اور وہاں ایک پھیڑ بھی تھی کہ دیکھو میر ہمدی خفا بھ کے کیا باتیں بناتا ہے

سو دہی ہوا تم نے چلے کچھو لے کچھو ڈسے، لو اب بتاؤ کیا لکھوں،  
 ۳۔ میں سادہ دل آزدگی یار سے خوش ہوں، یعنی سبق، شوق مکر نہ ہوا  
 تھاپیر و مرشد خفا نہیں ہوا کرتے، یوں سنا بجھے یاد نہ آیا، یہاں تک تو سودہ عیناً  
 نہیں ہو سکتا، جھگڑا استہباب پر ہے، محل استہباب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتے  
 ہیں، اہلیا کا یہ حال ہے کہ دانے بر حال ہم اہلیا کی یہ حکایت ہے شکا جہنم  
 دینا داری کے ہاں میں فقیری کر رہا ہوں، لیکن فقیر آزاد نہ بنایا گیا ستر برس  
 کی عمر ہے بلا سہا لہ کہتا ہوں، ۷ ہزار آدمی نظر سے گزرے ہوں گے زمرہ خود میں  
 میں سے حوام کا شمار نہیں، وہ غلص صادق الولاد دیکھے ایک سو نو کا سراج الدین  
 دوسرا نشی غلام فوت۔

ہم اور دیکھنے کو آنکھ دی اور سننے کو یہ کان دیئے، ناک بھی ادبھی سب میں  
 کر دی۔ مور توں کو بجا دان دیئے مٹی کے باسن کو اتنی شکست کہاں جوا اپنے کہاں  
 کے کہتے کچھ بتا سکے، سچ ہے جو بنایا ہوا ہو سوا اپنے بنانے والے کو کیا  
 سرا ہے، اور کیا کہے یوں جس کا جی چاہے چاہے سر سے لگا، پاؤں تک  
 جتنے رنگے ہیں جو سب کے سب بول انھیں اور سرا پا کریں اور اتنے برسوں  
 اسی دھیان میں رہیں جتنی ساری ندیوں میں ریت اور پھول پھلیاں  
 کھیت میں ہیں، تو بھی کچھ نہ ہو سکے۔

## عروض

عروض وہ مختصر دہن ہے جس سے اشعار کا وزن معلوم ہوتا ہے۔ عروض کا سجدہ عرب کا ایک عالم ادب غلیل ابن احمد لکھی ہے جس کی وفات سنہ ۱۱۰۰ میں ہوئی ہے۔ اس نے ہندو دہن قرار دیئے، اور ہر وزن کا نام بکریکا اس کے بعض کھوں میں اضافہ ہوتا تھا۔

## وزن

وزن عروضیوں کی اصطلاح میں دو کلموں کی اصطلاح حرکات و سکونات پر ایسا ہونے کا نام ہے۔ حرکات اور حروف کا اختلاف ہو تو وزن نہیں ہے جیسے احسان اور صندوق ہم وزن ہیں، یعنی متنی حرکتیں اور سکون ایک میں ہیں، اتنے ہی دوسرے میں ہیں، گو دونوں کی حرکتیں مختلف ہیں۔

## بحر

بحر ان چند منوزوں کلموں کا نام ہے جن پر شعروں کا وزن ٹھیک کرتے ہیں، شعر میں موسیقی اور قہنہ جس قدر ہو اسی قدر بحر عمدہ ہوگی، ورنہ بہت کی ایسی بحریں ہیں جو ان دونوں سے سہرا ہیں اس وجہ سے رانج قبول نہیں ہوتیں۔

## ارکان بحر

بحر جن اجزاء (مکروں) سے بنتی ہے ان کو ارکان یا افاصل یا افعال کہتے ہیں اور ہر جز کو "رکن"۔

## تقسیم

کسی شعر کے اجزاء کو بحر کے ارکان پر وزن کرنے کو کہتے ہیں، اسی طرح کہ ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک کے مقابل متحرک حرف ہو، مثال آگے بیان ہوگی

## اجزائے ارکان

ارکان (دکنوں) کے مکروں کی جزایا اصول کہتے ہیں۔ رکن جن اصول یا اجزائے بننا ہے، وہ تین ہیں: ۱۔ سبب، ۲۔ فاصلہ، ۳۔ سبب و دہرہ کافی ہیں، ۴۔ حرفی کا سبب اور حرفی (دہرہ حرفی) کا نام دہرہ ہے پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو گا جیسے سر، بہ تو سبب خفیف ہے، اور دوسرا بھی حرکت دار ہے تو سبب ثقیل جیسے سر، دل، اضافت کی حالت میں، ورنہ ارد میں متحرک کا آخر لفظ نہیں ہوتا پہلا اور دوسرا متحرک اور تیسرا ساکن ہے تو "دہرہ مجموعہ ہے جیسے قلم اور درسیاتی ساکن ہے تو دہرہ مفروق ہے جیسے مشتق اضافت کی حالت میں،

## ارکان

ان دونوں اصولوں سے سات ارکان بنتے ہیں جنہیں افاضیل ہفت گانہ کہتے ہیں، دہرہ پنج حرفی ہیں۔  
 (۱) فحولن (۲) فاعلن، ایک کا جز اول سبب ہے، دوسرے کا دہرہ اول پہلے ہے تو فحولن ہو گا اور سبب پہلے ہے تو فاعلن۔  
 ست حرفی یہ پانچ ہیں: (۱) استفعلن (۲) مفاعیلن، ان دونوں میں ایک ایک وید اور دہرہ سبب خفیف ہیں، اول میں سبب مقدم اور دہرہ مؤخر ہے دوسرے میں اس کے برعکس (۳) فاعلان (۴) مفاعیلن وہ معقولان





۴۔ ساکن حروف کو متحرک کرنا۔

زحاف یوں تو چالیس اکتالیس ہیں، مگر مرد و جوار و د میں بیس نکے جلتے ہیں، ان میں سے بعض کئی رکنوں میں آتے ہیں، اور بعض صرف ایک رکن میں ایک رکن کے ساتھ لے کر چار ہیں۔

## خاص زحاف

- ۱۔ قلم (بفتح غاد سکون لام) فاعلین سے (د) کو گرانا بس فاعلین رہ جاتا ہے، اس کی جگہ فعلین سے فعل بعد ایسے رکن کو انظم کہیں گے!
- ۲۔ جب ر (بفتح جیم و تشدید ہائے موحده) رکن کے آخر میں سے وہ سبب خفیف گرا تا جیسے مفاعیلین میں سے (اعیلین) (در کیا تو) مفعول رہا، اس کی جگہ فعلین لاتے ہیں۔ زحاف شدہ رکن محبوب کہلاتا ہے۔
- ۳۔ خرم (بفتح خا و سکون را و) مفاعیلین میں سے سیم (در کرنا پس ناہلین رہا، اس کی جگہ مفعول لاتے ہیں اور رکن کا نام اخوم ہے یہی زحاف فاعلین میں شہم ہے۔

۴۔ کشف (بفتح کاف، سکون شین) مفعولات کی "ت" (در کرنا پس "مفعول" رہا، اس کی جگہ مفعولین کہیں گے۔ خرم اور کشف دونوں کے بعد مفعولین رہتا ہے۔ یہ زحاف انہیں ارکان کے ساتھ مخصوص ہیں۔

## عام زحاف

جو زحاف کئی رکنوں میں آتے ہیں وہ گہارہ ہیں۔  
۱۔ اذالہ (بکسر الف و زوال مفتوح) رکن کے آخر میں (مجموعہ ہیئت لوری

حرف سے پہلے الف زیادہ کرنا، جیسے مستفعلن سے مستفعلان ایسے رکن یا بحر کو 'بذال' کہتے ہیں۔

۲۔ تشبیح، (اس کا نام اردو میں اضلاع رکھتے ہیں کیونکہ یہ لفظ بہت ثقیل ہے) رکن کے آخر میں سبب خفیف ہو تو اس میں الف زیادہ کرنا لازماً اور اضافہ دونوں ایک ہیں، مگر وہ دوسرے میں ہوتا ہے اور یہ سبب خفیف میں (مثلاً فاعلان میں فاعلاتان، اس کی جگہ اس کا ہم وزن فاعلیان لاتے ہیں، اس رکن یا بحر کو مسبق کہتے ہیں اور ہم مضاف کہیں گے۔

نوٹ: مذکورہ اضافہ جمع کے آخری رکن میں آتے ہیں۔  
۳۔ مذکورہ حار حلی (بذال سمجھو) جمع کو آخر رکن سے گرانا جیسے فاعلن سے علن گرایا تو صرف "نا" رہا اس کی جگہ لاتے ہیں، اور رکن کو "افذ" رہا تشدید زالی کہتے ہیں۔

۴۔ منف، مفتوحہ، ذال مجہول ساکن) آخر رکن سے ایک سبب خفیف ہر کرنا جیسے فعولن سے لن گرایا (فعل) رہا اس کی جگہ "فعل" لائیں گے اس رکن یا بحر کو محذوف کہیں گے،

۵۔ خیلن (فعل مفتوحہ باء ساکن) رکن کے اول میں سبب خفیف ہو تو اس کا دوسرا حرف گرانا جیسے فاعلن سے الف گرایا فاعلن رہا یہ رکن مجزون ہوا۔  
۶۔ طی، دھلسے مفتوحہ دیا سے تحتانی مشدداً رکن کے آخر میں دو سبب خفیف ہوں تو چوتھا حرف گرانا جیسے مستفعلن سے دف گرایا تو "مستعلن" رہا اس کی جگہ "مستعلن" لاتے ہیں، اور یہ رکن رکن کے آخر سبب خفیف میں سے ساکن حرف کو دہرا دیا قبل کو ساکن کرنا جیسے مفاعیلن میں سے "ن" گرایا اور لام کو ساکن کیا تو جناح علیہ پاسبان رکن منظور ہوا۔

۸۔ قطع، رکن کے آخر میں دند مجبوع ہو تو اس کے آخر حرف کو گرا کر  
ماقبل کو ساکن کرنا جیسے فاعلن میں سے "ن" گرا کر "ن" کو ساکن کیا تو فاعل  
رہے گا۔ اس کی جگہ فعلن لاتے ہیں، اور رکن کو مقطوع کہتے ہیں،

۹۔ قبض (رکن مقبوض) پانچواں ساکن حرف سبب خفیف میں کا گرا نا  
جیسے فعلن میں سے "ن" گرا تو فعلن رہا (مقبوض لام)

۱۰۔ کف، د کاف مفتوح، ف بشد (اور رکن کفوف) ساتویں ساکن  
حرف کو در کرنا، جیسے، مفاعیلن میں سے "ن" گرا یا تو مفاعیل رہا (مقبوض لام)  
۱۱۔ دقف (داد مفتوح قاف ساکن) اور رکن موقوف (آخر رکن میں دند  
مفروق ہو تو اس کے آخری متحرک کو ساکن کرنا جیسے "مفعولات" کی ت کو  
ساکن کر دینا۔

ایک بحر اور ایک رکن میں کئی زحاف بھی واقع ہوتے ہیں، اس  
صورت میں ان کا نام ددین ناموں سے رکب ہو تا ہے، مثلاً ایک  
رکن میں فعلن اور قطع ہے، تو اسے فعلن قطع کہیں گے۔

## مرکب زحاف

۱) در فیوں نے رکن میں ایک سے زائد زحاف کے جمع ہونے کا  
بھی دوسرا نام رکھا ہے، یہ مرکب زحاف جبذیل پانچ ہیں،  
۱۔ خرب، (خار مفتوح و را ساکن) مفاعیلن میں خرم اور کف  
کے اجتماع کا نام ہے خرم کی وجہ سے ہم اور کف کے سبب سے "ن"  
گرا یا ماعیل (یعنی لام) رہا اس کی جگہ مفعول لاتے ہیں اور ایسے رکن کو بحر کو خرب کہتے ہیں

۲۔ شتر (شین مفتوح، تائے قوتانی ساکن) رکن لا شتر (خرم اور قبض کے اجتماع کا نام ہے، مثلاً رکن مذکور میں خرم سے م اور قبض سے ی، اگر گئی تو فاعلین رہا۔

۳۔ شکل (شین مفتوح، ک ساکن رکن شکول) کف اور فین کے اجتماع کا نام ہے، مثلاً فاعلاتن میں سے دد سرا اور ساتواں حرف یعنی لام اور نون گرایا فعلات (بہ کسرین و منہ تام) رہا،

۴۔ کسف (کاف مفتوح و سین، پہلے ساکن، رکن سکوف) وقف اور کف کا اجتماع کسف ہے، مثلاً مفعولات کی ات کی حرکت وقف سے اور خود "ت" کف کی وجہ سے "در ہوئی" تو مفعولار ہے گا، اس کی جگہ مفعولین لاتے ہیں۔ ۵۔ ہتم رہا تے پہلے مفتوح دتائے قوتانی ساکن رکن دیکرا ہتم ایضاً اور فقر کے اجتماع کا نام ہے، مثلاً مفاعیل میں سے پہلے تو حذف کی وجہ سے "در ہوئی" سفائی رہا، پھر قعر سے "ی" دور اور "ع" ساکن کیا گیا تو مفاع، رہا اس کی جگہ "خون" سکون لام بویں گئے، اور دشا لری کے لئے اتنے زحاف کا بیان کافی ہے۔

## تقطیع

شعر کا موزوں اور غیر موزوں ہونا تقطیع ہی سے معلوم ہوتا ہے شعر کے اجزاء کو بحر کے ارکان پر وزن کرنے کا نام تقطیع ہے اس کے اصل معنی پارہ پارہ کرنا ہیں، چونکہ ارکان بحر سے ہم وزن کرنے کے لئے الفاظ شعر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں، اس سبب سے یہ نام رکھا گیا تقطیع میں ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک کے مقابل متحرک ہونا ضروری ہے خواہ الفاظ

کلمات ثابت رہیں یا نہ رہیں۔ تقطیع کے چند قاعدے ہیں جو سمجھ جاتے ہیں،  
 ۱۔ وزن کرنے میں سکون حرکات کا شمار اہم چکر برابر ہونی چاہئے خواہ  
 حرف حرکات مختلف ہوں جیسے ہبل اور طولی کا وزن معلق ہے یعنی در حرکتیں  
 اور سکون ایک ہی جگہ واقع ہیں، یہ وزن ردیفی ہیں۔

۲۔ تقطیع میں حروف مفوظ کا اعتبار ہے جو زبان سے نکل جاتے ہیں  
 اور مکتوبہ (الف)، اب وغیرہ کا یعنی وہ الف جو آغاز لفظ میں آتا ہے  
 اگر اس کے ماقبل کا حرف اس سے ملتا ہے تو وہ گرا دیا جاسکتا ہے (۳)

”اب اس داستان کو سنا چاہئے“ تقطیع یہ ہوگی ۱۔

ایں راہ فعولن، سنا چاہ فعولن، ہیجہ، فعل

جب نون غنہ جو حرف علت کے بعد ہو جیسے ز مال، ز میں، وغیرہ میں جب  
 تک کہ اس کا اعلان نہ ہو تقطیع سے خارج ہے اور اگر پہلے میں ہے، اور دیگر  
 الفاظ کے مانند مفوظ کو تقطیع میں شمار ہوگا

”بنام جہاں دار جاں آفریں“ تقطیع اچھے، فعولن، جہاں (۱۰)

فعولن دجا، فعولن، فریں فعل

(ج) داد سعد دل، خلا خواب کی جگہ قاب بیا بے گاہ

”خواب میں خود بجا کر لے آیا ہے“ تقطیع: قاب سے خدا ناعلان ہو

مفاعیلن، یا ہے، فعلن

(د) ہائے غمش، جو ظہار حرکت کے لئے لکھی جاتی ہے، جیسے نامہ اور

ہا ہا، اگر وسط میں ہو اور ردیفی و ضرب میں ہو تو ساکن حرف کی جگہ

متصور ہوگی،

ردیفی پہلے سہرے کا آخری رکن کی ضرب ”دوسرے سہرے کا رکن آخری“

۔ نام آتا ہے نہ مدت سے پیام آتا ہے: قطع: نام آتا، فاعلان نہ مدت فاعلان۔ س، پیام فاعلان تا ہے۔ فعلن  
(کا) ایسا داؤہ طوطا جس کے ماقبل کے حرف صرف ضمہ و پیش اظاہر ہوتا ہے۔ جیسے۔

”جان و دل سے عزیز ہے مجھ کو“ قطع: جان و دل سے، فاعلان عزیز ہے، مفاعیلن، مجھ کو، فعلن۔

جان و دل کا داؤہ قطع سے سا قطاؤں اگر ضمہ ماقبل دراز ہو: جیسے علم و ہنر و فضائل و کسب و کمال ”تو یہ داؤہ شمار ہوگی۔  
قطع: علوہ، مفعول۔ نز و فضا، مفاعیلن، علو کسب، مفاعیلن، کمال نعل اول ابتدائے کلمہ کی واؤ کی مثال

”ہے قدر کسی کی تو وطن میں ہے دگر نہ“

یہ داخل قطع ہے۔

قطع: ہے قدر مفعول کسی کی ت، مفاعیلن، وطن میں ہے، مفاعیلن دگر نہ مفعولن۔

(۲) حرف مخلوط جو دوسرے سے ل کر ادا ہو جیسے: کیا کی ”ی“ اور گھر کی ”ہ“ کیا کی جگہ۔ کا ”اور گھر کی جگہ“ گھر، قطع میں آنے کا طے کیا کہا پھر تو کہئے اسے حضرت، قطع: کا کہا پر، فاعلان، شک لے اے، مفاعیلن، حضرت، فعلن

(ذ) ۶ لی گے الطاکلا الف، جیسے: بالفرد، بالفعل، ان صورتوں کے علاوہ حرف اس طرح کا ہو تو وہ بھی قطع سے خارج ہوگا۔  
۷۔ وسط مصرعہ میں دو ساکن ایک جگہ ہوں تو دوسرے کو متحرک کر لیتے ہیں

طہ: خیر تو ہے آپ کہاں جاتے ہیں۔ خیر کی۔ ر کو متحرک کو لیا ہے۔ خیر تو ہے۔ مفتعلن سے تعبیر کریں گے، تقطیع باخیریت ہے، مفتعلن، آپ کہا مفتعلن۔ جات ہے۔ فاعلن۔

۴۔ آخر مصرعہ میں دو ساکن ایک جگہ آئیں تو بچل رہیں گے، وسط میں دو سے زیادہ حرف ساکن ہوں تو وہ سراسر متحرک اور تیسرا حذف ہو جائے گا، جیسے ”راست کہتا ہوں اس کی پچ مانو، راست“ اس میں متحرک کر دیا گیا، تقطیع نہ راست کہتا، فاعلان۔ اس کا پتہ سنا علن، جانو، علن اور آخر مصرعہ میں تین ساکن ہوں تو وہ دو بجائست نہ رہیں گے۔ تیسرا گرا دیا جائے گا، غرض تین ساکن جمع نہیں ہوتے۔

(۵) ایسے الفاظ جن کے تلفظ میں بعض حرف زبان سے نکلتے ہوں، مگر مکتوب نہیں وہ تقطیع میں آئیں گے جیسے لفظ آمد میں د ا ن ف، مثال آما ہو تو ہاتھ سے نہ دیجئے تقطیع، آما، مفعول، ات، ات سے مفاعلن نہ دیجئے مفعولن۔

اسی طرح وہ اضافت کا کسرہ جو دراز پڑھا جائے اس کی جگہ ی۔ تصور ہوگی، اس کو یا بے باطنی کہتے ہیں، اور حرف مشدود شمار ہوتے ہیں، مثلاً فرغ، فرغ، کسرہ دراز اور مشدود حرف کی مثال؛ نہ اتنا برش تیغ جفا پر ناز فرماؤ (غالب)

تقطیع، ن، اخبار، مفاعیلین، ارشے تیغ مفاعیلین، جفا پر نہ مفاعیلین

زفر ماؤ، مفاعیلین

(۶) حرف علت داؤ، الہ، کا، جو الفاظ کے آخر میں آتے ہیں، جیسے اکو، قمار، فیرہ، بعض اشعار میں ان کا تلفظ بہت مختصر ہوتا ہے، پس ان کے ماقبل کا حرف شمار ہوتا ہے، اور یہ حرف معدوم جیسے: بھر کو تھا اس

شخص سے پس اتحاد کو ڈاؤر لٹا کا الف کی کی کا تلفظ مختصر ہے،  
اس لئے یہ داخل تفتیع نہیں۔ تفتیع یہ ہے۔ ۱۔

جک تا اس، فاعلاتن۔ شخص سے پس، فاعلاتن، اتات عاز

فاعلات۔

(۷) بعض جگہ رکن میں سکوت ہوتا ہے، اور شعر میں اس جگہ حرف متحرک تو  
اسے بضرورت تفتیع ساکن کر لیتے ہیں، جیسے عا: تم نے بات نہ مانی  
میری۔ اس میں بات کی مت کو متحرک اور نہ کے نون کو ساکن کر لیا گیا  
ہے، یعنی بات نہ، کو باتن، تفتیع کے وقت ایسے حرف کا جو فاعلات  
از تفتیع ہیں لکھنا نہ لکھنا برابر ہے، مگر اصل صورت قائم رکھنے کے  
لئے بہتر ہے۔ تفتیع یہ ہے: تم نے فعلن، باتن، فعلن، مانی فعلن  
میری فعلن :-

---

# بحرین

## ۱۔ بحر ہزج

۱۔ بحر ہزج ساہم مفاعیلین، ایک شعرے میں چار بار ع: ستم ہو جائے  
تہید کرم ایسا بھی ہوتا ہے: تقطیع: ستم ہو جا مفاعیلین، تہید مفاعیلین  
گرم ایسا مفاعیلین اب ہوتا ہے، مفاعیلین بھی ک: اور ی تلفظ ختم ہونے  
کی وجہ سے خارج از تقطیع میں۔

۲۔ بحر مضاف آٹھ رکنی (مفاعیلین، مفاعیلین، مفاعیلین، مفاعیلان)  
۱۔ کئی ٹکلی ہیں نخت دل سے تارا شک کی لڑیاں۔

تقطیع: کشتی ٹکلی مفاعیلین: نخت دل مفاعیلین، اس تارے اش،  
مفاعیلین ک کی لڑیاں، مفاعیلان۔ کشتی شعر میں دو مضاف اور ضرب  
سالم ہے۔ تو جائز ہے۔

۳۔ ہزج ۱۵ غرب (مفعول مفاعیلین) ع: یارب میری قسمت میں غم نہ دیا  
ہوتا۔  
تقطیع: یارب مفعول قسمت ی، مفاعیلین، یہ غم مفعول دیا  
ہوتا مفاعیلین۔

---

۱۵۔ ہم نے تیغ کا نام اضافہ اور مبع ۷ مضاف رکھا ہے اور  
ہر جگہ ہی لکھیں گے۔

۴۔ اُخرب کُفوف مقصور (مفعول، مفاعیل، مفاعیل مفاعیل) عذرہ مجھ کو جنوں ہمارے دکان کے لئے دے ہاتھ۔ تقطیع وہ بچک مفعول جنو جہاں مفاعیل، دری کے ل مفاعیل ی سے ہاتھ مفاعیل۔

۵۔ اُخرب کُفوف محذوف (مفعول، مفاعیل مفاعیل، فعولن) عذرہ دل لے ہا کیا ناز سے شوخی سے ہنسی سے؟  
تقطیع: دل لے ہ مفعول، کیا ناز مفاعیل، اس شوخی سے مفاعیل ہنسی سے فعولن۔

کسی شعر میں عذرہ و دوزن مفاعیل اور ضرب و وزن فعولن ہے۔  
تو جائز ہے، مگر سب جگہ یہ کلمات نہ ہو۔

۶۔ ہزج اشتر متعین (فاعلن، و، و، مفاعلین، فاعیلین مفاعیلین)؛  
ع "بزم غیر سے اٹھنا یار کا تعجب ہے؟"  
تقطیع: بزم غی فاعلن، ار سے، اٹھنا مفاعیلین، یار کا فاعلین تمنع جب ہے مفاعیلین۔

۷۔ ہزج مقصور محذوف (مفاعیل مفاعیل، مفاعیل مفعولن) عذرہ "نہ کیچے آہ نہ کیچے آہ دل یار، نازک ہے، تقطیع بن کیچا مفاعیل ان، کیچا مفاعیل، دل یار مفاعیل، نازک ہے مفعولن۔

۸۔ ہزج مسکد محذوف۔ (مفاعیلین، مفاعیلین، مفعولن (دو بار) عذرہ "گلے لپٹے ہیں وہ بھلی کے ڈر سے،

تقطیع: گلے لپٹے۔ مفاعیلین، وہ بھلی، مفاعیلین، کڈر سے فعولن

۹۔ ہزج مقصور (مفاعیلین، مفاعیلین، مفاعیل عذرہ سر نہ کا جو دنیال نمودار۔ تقطیع: سر لے کا، مفاعیلین جو دنیال مفاعیلین، نمودار مفاعیل

- ۱۰۔ ہزج مجرد میں اذیہ مقبوض یا محذوف (مفعول مفاعیلین نوعین)  
یا اسذا عمل ع: آتا ہو تو ہا تختہ سے نہ دیکھئے۔  
نقلیہ: ناہ مفعول ات ہا تختہ سے مفاعیلین، ن: دیکھے مفعولین۔

## بحر رجز

- ۱۔ بحر رجز سالم مستفعلن چار بار، ایک مصرعے میں :-  
ساغر نے گل رنگ بھر کے تجھے دے سا قیا۔  
۲۔ بحر ندال (مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن) ع: ۱  
ہر چند تھیں ظاہر تری سب خلق میں بے باکیاں  
(ظفر شاہ)  
۳۔ بحر رجز مطوی مجزوں۔ (مستفعلن مفاعیلین مستفعلن مفاعیلین) ع:  
عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ یا جو ہو سو ہو؟  
(شاہ نیاز)

## ۳۷۵ بحر رمل

- ۱۔ بحر رمل کا اصل وزن، فاعلاتن ہے۔ مگر سالم اردو میں بہت کم  
کہتے ہیں بلکہ نہیں کہتے۔  
۲۔ رمل مقصور، فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن۔ ع:  
اے سچا بچہ نہیں سکتا تیرا بیمار آج،  
۳۔ رمل محذوف، فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن  
دل نہ توڑا اے بدگمانی یوں کسی بیمار کا۔

- ۴۔ مجنوں مقصورہ، فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات۔ ع۔  
 ” دل ہی پہلو میں نہیں ہے پھر عبث و بخت و ملال  
 ۵۔ مجنوں محذوف۔ تمام ارکان مثل بالاء صرف بجائے فعلات فعلن  
 یا فعلن (بکسر عین۔ سکون عین) ع  
 ” کبھی چمکانہ ستارا مری پشانی کا،  
 ایک مصرعے میں فعلات، دوسرے میں فعلن؛ درست ہے۔  
 ۶۔ مجنوں مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن بکون عین )  
 ع۔ مرغے دل پر ہدف تیر نظر کیا ہوگا۔  
 ۷۔ شکول ختمن فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن۔ ع۔  
 ” تیرے تیر نیم کش کو کوئی میرے دل سے پوچھے “  
 ۸۔ مسدس مقصورہ۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات، ع۔  
 ” پھر ہوا اس کو مرے دل کا خیال “  
 ۹۔ مسدس عنف، فاعلاتن فعلاتن فاعلن۔ ع۔  
 ” میں رقیب رو سیہ کو کھل گیا۔  
 ایک مصرعے میں فاعلات دوسرے میں فاعلن، لانا درست ہے  
 ۱۰۔ مسدس مجنوں، مقطع یا محذوف۔ فاعلاتن فعلاتن فعلات  
 و بکون عین یا حرکت عین ا ع ؛

## ۳۔ بحر کامل

- ۱۔ بحر کامل۔ سالم، متفاعلن، متفاعلن (چار بار)

آٹھ رکنی آتی ہے۔

” دل زار نے یہ ستم کیا مجھے شام ہی سے بگا دیا۔  
اس بحر کے رکن پر ایک حرف ذائقہ کے یوں بھی کہا گیا ہے،  
” یہاں کہتی تھی بیل پہ وہ نشین نہیں کھاتی لب سے سے فدا قسم،  
بد زن، متفاعلتن، متفاعلتن متفاعلتن بحر کال میں شعر کم  
کہتے ہیں مگر مردہ ہے اور وہ بھی صرف سالم۔

## ۵۔ بحر متدارک

۱۔ متدارک سالم شمس۔ آٹھ رکنی فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن رچار  
باں ایک مصرعے میں (ع) اسن عیار سن لیا مت کہو چپ رہو، یہ سالم  
کم مردہ ہے۔

۲۔ بخون۔ فعلن فعلن فعلن فعلن۔ ع ذ نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا

۳۔ سالم مضاعف یعنی ایک شعر میں سولہ بار (ع)

” ترے ہاتھوں سے کچھ مرے حق میں ذرا نہ بھلا ہی ہوا نہ برا ہی ہوا

۴۔ مقطوع اعذ۔ فعلن فعلن فعلن (سکون عین کے ساتھ)

۵۔ دن بھر دے دھوئے گزرا۔

## بحر متقارب

۱۔ متقارب سالم، مضاعف۔ یعنی غزلین آٹھ بار ایک مصرعے میں۔

(ذوق) (ع)

” تنہا نہیں ہے کہ امسا ددل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزد فعلن ہو۔

- ۲۔ سالم، مثنیٰ، فعلن چار بار ایک شعرے میں آئے۔  
 " بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے " (آتش)
- ۳۔ مقصور۔ فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن۔  
 " اپنی میں بہندہ گہنگار ہوں۔ "
- ۴۔ محذوف۔ فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن۔  
 " ظلم چساں ہے تماشہ عجب۔ "
- فعل اور فعلن اول اور دوسرے شعرے میں لانا جائز ہے مگر  
 ہر جگہ یہ تقادیت نہ ہو۔
- ۵۔ مقبوض (اٹم) فعلن فعلن فعلن فعلن، یا فعلن۔  
 " یہ عشق اب کیا بسا ہے دل میں۔ "
- ۶۔ مقبوض (مفاعیل) فعلن فعلن (آکڑ ہار) ع۔  
 " پھین، اکڑ، چھب، نگاہ، سج، دھج، جمال، طور، خرام، آکھوں۔ "
- مقبوض۔ (ایک رکن مقبوض ایک سالم) فعل فعلن، فعل فعلن  
 ع۔
- " سرد خاں ہے تیرے قد پر۔ "
- اور صورتیں اس بحر میں کم مستعمل ہیں۔

# مرکب تحریریں

## ۱۔ خفیف

اس کا وزن یہ ہے۔ فاعلاتن مستقلن۔ فاعلاتن، اور یہ مسدس زارع  
مستقل ہے۔

۱۔ بحر خفیف بحرین۔ فاعلاتن، مفاعیلن۔ فعلاتن (دو بار) ع؛

” ایک میں ہوں کہ آج تک متحیر۔“

مستقلن فین سے مفاعیلن اور فاعلاتن جن سے فعلاتن ہوتا

ہے۔ کم مرد ص ہے۔

۲۔ بحرین، مقصور فاعلاتن، مفاعیلن فعلات ع؛

” زہر کھانے کی جی میں ٹھانی آج “

فاعلاتن فین اور فقرے فعلات رہتا ہے باقی بیان اد پر گزرا۔

۳۔ بحرین محذوف یا مقطوع، فاعلاتن۔ مفاعیلن، فعیلن و فعیلن

یہ کسر عین یا بسکون عین)

ع د ” دل کے ڈسنے کو ہے ہی کافی “

فاعلاتن فین اور محذوف سے فعلاتن ہو جاتا ہے۔

۴۔ ان بحرین میں صدر و ابتدا (مصرعہ اول دردم کے پہلے رکن)

سالم ہیں اگر یہ بحرین ہوں فعلاتن، مفاعیلن فعلات یا عرقل و ضرب بحرین  
(محذوف)

ہو یعنی اور فعلیات تو جائز ہے۔  
 فعلاتن مفاعلن فعلن اور فعلاتن مفاعلن فعلات بھی مستعمل ہے  
 اور ان کا اجتماع جائز ہے۔

## بحر سریع

اس بحر کا اصل وزن یہ ہے: مستفعلن، مفعولات، (بضم تا)  
 مگر یہ سالم اور شمس مردع نہیں ہے،  
 ۱۔ سریع، مطوری، موقوف، مفتعلن، فاعلان (دو بار)، ع؛  
 ”کیا کروں تشخیص کا اس کے بیاں“

مستفعلن میں طے واقع ہونے سے مفتعلن ہوگا، اور مفعولات  
 میں طے وقف سے فاعلان، اس کا بیان منرخ میں دیکھو۔

۲۔ سریع، مطوری، مکسوف (مفتعلن، مفتعلن، فاعلن) (دو بار)۔  
 ۳۔ ”شام سے میں وصل کی شب سو گیا۔“ مومن

یہ اردو میں بہت مردع ہے۔ مفعولات میں ”طے“ سے داؤ گر کہ  
 مفعولات ہوگا، اور ”ت“ کس سے گر کر مفعلا اس کی جگہ فاعلن  
 دکھا گیا، مردع میں فاعلان ضرب میں فاعلن لا سکتے ہیں۔

## ۳۔ بحر محبت

۱۔ اس بحر کا اصل وزن یہ ہے: مستفع لن، فاعلاتن، مستفع لن، فاعلاتن  
 اس کے سدس میں شعر نہیں کہا جاتا۔

۲۔ محبت بحر، مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعلاتن (دو بار)

ع: ۔ بھلا ہوا کہ نہ آئے یہی تو ہلاکتی تھی۔

یہ کم مروج ہے۔

۳۔ مجنون، مقصور (مفاعیلن فعلا تن، مفاعیلن فعلا ن) ع:

”دوست ہوں کہ مری خاک کب سے سے غیر۔“

۴۔ مجنون محذوف و مقصور ع، مفاعیلن فعلا تن مفاعیلن فعلا ن وکرمین  
باسکون عین ع:

”ادا سے دیکھ لو جاتا ہے کہ دل کا۔“ (حق)

## ۴۔ مضارع

۱۔ اس کا اصل وزن مفاعیلن فاعلا تن ہے۔ سندس لورسالم میں  
شعر نہیں کہتے۔ ”بکر منسو غ سے مشابہ ہے۔“

۲۔ آخرب (مفعول فاعلا تن مفعول فاعلا تن) ہلدار ع:

”دنیا میں قہر والوں بے فائدہ بن گیا۔“

مفاعیلن کو آخرب کہنے سے مفعول آمل ہے یہاں ہلدار کن آخرب

چار سال ہیں۔

۳۔ آخرب (مضاف) مفعول فاعلا تن مفعول فاعلیان ع:

”مرنے پہ بھی چھوٹا نظارہ بازیاں ہیں۔“

فاعلا تن کو مضاف کرنے سے فاعلیان ہو گا۔

۴۔ آخرب کفوف۔ مفعول فاعلات مفاعیلن فاعلا تن ع:

”اے دوست تیرے لطف کے انداز قہر ہوں گے؟“

۵۔ آخرب کفوف مقصور، محذوف (مفعول فاعلات مفاعیلن فاعلا ینا علن

ظاہر ہے اپنی سوزش دل سے کہ آفتاب  
پینے کو اشک کھانے کو نعت جگر ملا۔

## ۵۔ منسرح

- ۱۔ اصل وزن یہ ہے۔ مستفعلن، مفعولات، مستفعلن مفعولات مگر  
سالم و مسدس مردع نہیں،
- ۲۔ مطوی موقوف، مفتعلن فاعلات، مفتعلن فاعلات یا فاعلات  
ع: حضرت دل ہم تمہیں کہتے نہ تھے بار بار
- ۳۔ منسرح مطوی مکفوف مفتعلن فاعلات۔ ع:  
سننے بگھنے کی بات حق نے دیئے گوش گوش،  
داؤ مفعولات کو طے کیا تو مفعولات رہا۔ اس کی جگہ فاعلات استعمال  
کیا فاعلات کی جگہ فاعلن لانا بھی جائز ہے۔
- ۴۔ مطوی، مفتعلن فاعلات مفتعلن۔ مردع نہیں ہے،

## ۶۔ بکر مقتضب

- ۱۔ اصل وزن اس کا یہ ہے، مفعولات مستفعلن، مفعولات مستفعلن  
یعنی بکر منسرح کے بالکل برعکس، سالم اور مسدس رائج نہیں ہے  
زیادہ تر یہ ایک وزن مردع ہے،
- ۲۔ مطوی، مقطوع، فعلن، فاعلات، مفعولن  
ع:

داہ سے نصیب اپنے جس کی یہ تنہا ہے،

# اوزان رباعی

رباعی کا وزن بحر ہزج کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس میں تہذیب آتے ہیں اس طرح چوبیس وزن ہو جاتے ہیں۔ پس جو چار مصرعے ان چوبیس وزنوں میں سے کسی وزن پر ہوں گے وہ رباعی ہے، ورنہ ہر ایسے دو بیت جن کا پہلا دو سرا، چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہو رباعی نہیں، چند اوزان لکھے جاتے ہیں۔

۱۔	مفعول	مفاعیلن	مفاعیلین	فاع
۲۔	مفعول	مفاعیل	مفاعیلین	فاع
۳۔	مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعل
۴۔	مفعول	مفاعیلین	مفعولین	فاع
۵۔	مفعول	مفاعیلن	مفاعیلن	فع
۶۔	مفعول	مفاعیل	مفاعیلین	فع
۷۔	مفعول	مفاعیلین	مفعول	نفعول
۸۔	مفعول	مفاعیلین	مفعولین	فع
۹۔	مفعول	مفاعیلین	مفعول	فعل
۱۰۔	مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعل
۱۱۔	مفعول	مفاعیلن	مفاعیل	نفعول

ان کو اذنان شجرۂ اخوت کہتے ہیں، دوسرے اذنان شجرۂ آخرم

کے یہ ہیں :-

۱۔	مفعولین	مفاعیلین	مفاعیلین	فاع
۲۔	مفعولین	مفعول	مفاعیلین	نا ع
۳۔	مفعولین	مفعولین	مفعولین	نا ع
۴۔	مفعولین	مفعولین	مفعولین	نا ع
۵۔	مفعولین	فاعلین	مفاعیلین	فاع
۶۔	مفعولین	مفعول	مفاعیلین	فع
۷۔	مفعولین	مفعول	مفاعیلین	فع
۸۔	مفعولین	مفعولین	مفعول	فعل
۹۔	مفعولین	مفعول	مفاعیلین	فعل
۱۰۔	مفعولین	مفعول	مفاعیلین	مفعول
۱۱۔	مفعولین	مفعولین	مفعول	مفعول
۱۲۔	مفعولین	فاعلین	مفاعیلین	فعل

ختم شد

